ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام

از

ڈاکٹر زاہد علی

"اسماعیلی مذہب کی معلومات کا مکمل خزانہ"

ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام

تالیف

ڈاکٹر زاہد علی

بی۔ اے، مولوی فاضل (پنجاب) ڈی۔ فل (آکسن)

سابق پروفیسر عربی و وائس پرنسپل۔ نظام کالج۔ حیدرآباد دکن

مؤلف تاریخ فاطمیین مصر (مطبوعہ جامعہ عثمانیہ)

و

شارح دیوان ابن ہانی الاندلسی

(تبیین المعانی فی شرح دیوان ابن ہانی مطبوعہ مطبعۃ المعارف۔ مصر)

دی اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز

آغا پورہ۔ حیدرآباد دکن

۱۳۷۳ھ - ۱۹۵۴ء

سلسلۂ مطبوعات دی اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز

The mind Al-quran Builds (1)

(2) ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اُس کا نظام

مطبوعہ "نامی پریس" حیدرآباد دکن

ملنے کا پتہ:- "الہدیٰ بک ایجنسی" معظم بلڈنگ نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن

ہمارے اسمٰعیلی مذہب کی حقیقت اور اُس کا نظام

دی اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز

کونسل

(۱) ڈاکٹر سید عبد اللطیف بی۔اے (مدراس) پی۔ایچ۔ڈی (لندن)
سابق پروفیسر انگریزی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن۔ **صدر**

(۲) ڈاکٹر ناظر الدین حسن (نواب ناظر یار جنگ) یم۔اے (کنٹب) یل یل۔ڈی (ڈبلن) بار ایٹ لا۔ سابق میمر شعبہ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی۔ وسابق جج ہائی کورٹ حیدرآباد دکن۔

(۳) ڈاکٹر زاہد علی، بی۔اے، مولوی فاضل (پنجاب) ڈی فل (آکسن) سابق پروفیسر عربی و پرنسپل نظام کالج حیدرآباد دکن۔

(۴) ڈاکٹر محمد راحت اللہ خاں، یم۔اے (عثمانیہ) ڈی فل (لیپزگ) ممبر آف کونسل نیشنل لائبریری کلکتہ۔ کیوریٹر آصفیہ لائبریری حیدرآباد دکن۔

(۵) ڈاکٹر عبد المعید خاں، یم۔اے (عثمانیہ) پی ایچ۔ڈی (کنٹب) ڈی۔لٹ (قاہرہ) ریڈر عربی۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن۔

(۶) سید وحید الدین، یم۔اے، پی ایچ۔ڈی (ماربرگ جرمنی) ریڈر فلسفہ۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن۔

(۷) محمد فیاض الدین، ایف۔آر۔آئی۔بی۔اے (لندن) چیف ٹاؤن پلانر و آرکیٹکٹ حیدرآباد و صدر کل ہند ٹاؤن پلانرز انسٹیٹیوٹ دہلی۔

(۸) مولانا حمید الدین قمر، فاضل (دیوبند)

(۹) ڈاکٹر محمد یوسف الدین یم۔اے۔ پی ایچ۔ڈی (عثمانیہ) ریڈر شعبہ مذہب و ثقافت۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن۔ **معتمد**

پیش لفظ

ڈاکٹر زاہد علی صاحب جو ایک مدت دراز تک نظام کالج حیدرآباد، دکن میں عربی زبان و ادب کے پروفیسر رہ چکے ہیں، اپنی گراں قدر تصانیف تبیینُ المعانی فی شرح دیوانِ ابنِ ہانی (شائع کردہ مطبعۃ المعارف، قاہرہ) اور تاریخ فاطمیین مصر (شائع کردہ جامعۂ عثمانیہ) کے سبب سے علمی طبقے میں خاصی شہرت رکھتے ہیں۔ پہلی تصنیف سے آپ کی خالص ادبی دلچسپی کا پتہ لگتا ہے تو دوسری تصنیف سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی دلچسپی کا ایک میدان اور بھی رہا ہے اور وہ فاطمیین مصر کی مذہبی سیاست ہے جہاں لازماً اسماعیلی فرقے کا فلسفہ یا نقطۂ نگاہ زیرِ بحث آہی جاتا ہے۔

اِس رجحان کے ابتدائی آثار میں نے برسوں پہلے اس زمانے ہی میں محسوس کئے تھے جب صاحب موصوف آکسفورڈ میں تحقیقاتی کام کر رہے تھے اور مجھے کئی بار ان سے ملنے کا موقع ملا تھا۔ ان کی اس زمانے کی تصویر جو میرے دماغ میں محفوظ ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایک خاموش اور غیر شہرت پسند محقق ہیں جو فنِ شعر کی بہ نسبت فلسفہ اور مذہب سے زیادہ شغف رکھتے ہیں۔ آپ کی متعاقب زندگی اور تصانیف نے جن میں آپ کا یہ حالیہ کارنامہ ہمارے اسمٰعیلی مذہب کی حقیقت اور اُس کا نظام شامل ہے، میری اِس رائے کو پختہ کر دیا ہے۔

ایک پیدائشی اسماعیلی ہونے اور ایک ایسے خاندان میں جو اسماعیلی علم و مذہب سے روایتی لگاؤ رکھتا ہو پرورش پانے کے اعتبار سے یہ ایک فطری تقاضا تھا کہ ڈاکٹر صاحب اس عقیدے کے متعلق جس پر انھوں نے بچپن ہی سے نشوونما پائی سرگرمی کا ثبوت دیں۔ اور زندگی کے کسی نہ کسی دور میں یہ تڑپ محسوس کریں کہ آپ کا مذہب جس نظامِ حیات کا حامل ہے اس کی چھان بین کی جائے۔ چنانچہ اس ضمن میں مطالعہ اور تحقیق کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اصلی بانیانِ مذہب اسماعیلی کے اعلیٰ مقاصد کو مرورِ زمانے کے ساتھ پسِ پشت ڈال دیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اُن کو اپنی اصلی صورت میں دوبارہ زندہ کیا جائے اور آج کی دنیا کو اس کی حقیقت سے روشناس کرایا جائے۔ آپ کی یہ تصنیف درحقیقت امعانِ نفس کی ایک مخلصانہ دعوت ہے ـــــ ایسی دعوت جو ایک اسماعیلی کی جانب سے اپنے دوسرے ہم مشرب اسماعیلی بھائیوں کو دی گئی ہے ـــــ اسی وجہ سے آپ نے اس کتاب کو "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" سے موسوم کیا ہے۔ اس موضوع کو ایک ایسے انداز میں پیش کیا گیا ہے جو اسماعیلی برادری کے مطالعہ کنندگان کے لئے پسندیدہ اور دلنشین ہو سکے۔ نیز اس کو ایسے نرم اور ترغیبی جذبے کے ساتھ معرضِ عام پر لایا گیا ہے جس سے اس ذہن کی امتیازی صفت نمایاں ہے جو اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس بھلائی میں شریک کرنے کا متمنی ہے جس کو اس نے خود اپنے لئے تلاش کے بعد حاصل کیا ہے۔

اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز کی مجلس نے جس کے ڈاکٹر صاحب بھی ایک ممبر ہیں یہ طے کیا ہے کہ آپ کی اس کتاب کو اپنے سلسلۂ اشاعت میں شامل کرے۔ اس لئے کہ وہ اکاڈمی کے خصوصی مقصد کے تحت آتی ہے یعنی یہ کہ افکارِ اسلامی کی ان بنیادوں کی روشنی میں جو تمام عالمِ اسلام کے لئے مشترک ہیں بلحاظ حالاتِ حاضرہ تشکیلِ جدید کی جائے فقط

۵ مئی ۱۹۵۴ء
آغا پورہ
حیدرآباد۔ دکن

سید عبد اللطیف
صدر مجلس
اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز

فہرستِ مضامین

ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اُس کا نظام

فصل (۱)

فصل (۲)

فصل (۳)

فصل (۱۳)

عرض حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ ہ

اہل بیت طاہرین کی خدمت

یہ ناچیز تالیف درحقیقت تلاشِ حق، جستجوئے صداقت اور خلوصِ نیت کی ایسی سرگزشت ہے جس کا مُطالعہ برگزیدہ ہستیوں کی حقیقی قدر و منزلت کی وہ روداد پیشِ نظر کر دے گا جسے دورِ تاریخ میں اب تک صحیح زاویۂ نگاہ سے دیکھا نہ جا سکا۔

میری پہلی تالیف "تاریخ فاطمیین مصر" کا تعلق چونکہ تاریخی واقعات سے تھا اس لئے اس میں اسماعیلی عقائد بقدرِ ضرورت بیان کئے گئے۔ لیکن اس دوسری تالیف میں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے عقائد مذکورہ پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ کلامِ ربانی کو معیارِ اصلی قرار دے کر مختلف الخیال راویوں کے سلسلۂ روایات پر ناقدانہ نظر ڈالنا اور ایک ایک بات کی جانچ پڑتال چھان بین کرنا یہ صعوبتِ دیدہ ریزی اس لئے برداشت کی گئی کہ حق کا بول بالا ہو اور ائمہ طاہرین کی تعلیمات کو ہر منسوبہ کثافت اور آمیزشِ غلو و مبالغہ سے پاک و صاف کر کے ازسرِنو ان ذواتِ مقدسہ کی عظمت و جلال کا مرقع دنیا کے سامنے پیش کر دیا جائے جس سے دنیا حق بینی اور حقیقت گزینی کا درس لے سکے

اور ہم سب متحدہ طور پر اپنے ائمہ کی صحیح تعلیم سے بہرہ ور ہو کر اس پر آشوب دور میں ایک "اُمت وسط" بننے کا شرف وسعادت حاصل کر سکیں۔

میں کیا جو بھی صراطِ مستقیم کا جویا اور خانوادۂ رشد وہدایت کا شیفتہ اور دلدادہ ہوگا وہ ایک لمحے کے لئے بھی اپنے برگزیدہ ائمہ کی فیض آگین تعلیم پر شرک وجہل کی آمیزش کبھی گوارا نہیں کر سکتا اور موضوعہ روایات کو اپنا نصب العین نہیں ٹھہرا سکتا۔ ہمارے یہاں خوش اعتقادی کی توہم پرستی ایسی ایسی روایاتِ موضوعہ کو تسلیم کرتی چلی آرہی ہے جو قرآنِ مجید کے معینہ معیاری تصورِ وحدتِ باری اور توحیدِ الٰہی کے سراسر منافی ہیں۔ وہ عظیم المرتبت ہستیاں جو تقویٰ پرہیزگاری، راست بازی اور دین داری کا سرمایہ ناز شمار کی جاتی ہیں۔ اِن ہی نفوسِ قدسیہ سے ذیل کی روایاتِ سخیفہ کا انتساب "ناطقہ سربہ گریبان کہ اسے کیا کہئے"۔ مثلاً روایت کی جاتی ہے کہ مولانا علیؑ نے یہ ارشاد فرمایا کہ "انا الاوّل والآخر وانا الظاھر والباطن وانا بکل شیئ علیم وانا رفعتُ سماء ھا وانا نبأت النبیّین وانا ارسلت المرسلین" یعنے میں ہی اول وآخر ہوں اور مجھے ہر چیز کا علم ہے اور میں نے اس (دنیا کا) آسمان بلند کیا اور مرسلین بھیجے۔ ایک دوسرے موقع پر آپ نے یہ فرمایا "انا نفس اللّٰہ"[1]۔ مولانا جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ "فجعلنا ھم انبیاء ورسلاً وجعلنا منھم ملائکۃ مُقرّبین"[2]۔ یعنے ہم نے ان کو انبیاء اور رسل بنایا اور ان ہی سے ملائکہ مقربین مقرر کئے۔

سیدنا جعفر بن منصور الیمن جو ہمارے چودھویں امام مولانا معزؑ کے باب الابواب ہیں۔ آپ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے مولانا علیؑ کا دستِ مبارک پکڑ کر برملا یہ فرمایا "ھذا علی اخی .... والخلیفہ من بعدی .... وساتر عورتی وغافر خطیئتی" یعنے یہ علیؑ میرے بھائی ہیں۔ یہ میرے بعد میرے خلیفہ، میری عورت کی پردہ پوشی کرنے والے اور میری خطا معاف کرنے والے ہیں۔ حالانکہ ستر عیوب اور غفران ذنوب سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کو سزاوار نہیں۔ اس کی تاویل مولانا معزؑ نے

---

(۱) (أ) فصل (۱) عنوان "مولانا علی کا کلام"۔ (ب) فصل (۵) عنوان "مولانا علی نفس اللّٰہ ہیں۔

(۲) فصل (۱) عنوان "دیگر ائمہ معصومین کے ارشادات"۔

فرمائی ہے جو اکیسویں فصل میں ملے گی۔ آپ کی ایک دوسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوتھے آسمان پر مولانا علیؑ کی صورت پر ایک فرشتہ کو پیدا کیا جس کی فرشتے تسبیح تقدیس اور عبادت کرتے ہیں[۱]۔ ایک اور مقام پر سیدنا موصوف فرماتے ہیں کہ عَالِمُ الْغَيْبُ وَالشَّهَادَةِ سے مراد مولانا قائمؑ ہیں جو قیامت کے روز بندوں سے حساب لیں گے[۲]۔ امام مولانا معزؑ نے اپنے آپ کو اس رسالے میں جو قرمطی کے نام لکھا ہے اوصاف الاہیہ سے موصوف کیا ہے جس کی تفصیل آئندہ آئے گی[۳]۔ ہم نے فصل (۱) میں ایسی کئی مثالیں نقل کی ہیں جن سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ ہم نے ائمۂ طاہرینؑ کے فضائل بیان کرنے میں صرف مبالغہ ہی نہیں کیا بلکہ ان کو خصوصی اوصاف خداوندی سے بھی متصف کر دیا۔ جو اسلامی تعلیم کے بالکل خلاف ہے اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہم اسماعیلیوں کے بعض عقائد نصاریٰ سے ماخوذ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ ہی کی وجہ سے آدم کا گناہ معاف کیا گیا اور وہی خلق اللہ سے حساب لیں گے[۴]۔

بھلا یہ کون مان سکتا ہے کہ توحید کے علم بردار مقدس گروہ ابرار و اخیار کی زبان فیض ترجمان مناقض توحید کلمات سے سہواً بھی آشنا ہو سکے۔ ایسی بہت سی حدیثیں نقل کر کے میں نے اپنے برادرانِ ایمانی کو ان کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہماری اکثر روایتوں کے تسلیم کرنے میں بڑے تامل اور کافی غور کی ضرورت ہے۔

اہلِ ظاہر کے الزامِ حلول و تناسخ سے بچنے کے لئے ہمارے باطنی فرقے میں ایسے اقوال کی اتنی کمزور تاویلوں کا پشتارہ جمع کر دیا گیا ہے جسے ایک عامی سے عامی بھی تسلیم نہیں کر سکتا جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا[۵]۔ ایسی غلو آمیز تعلیم کا ہمارے یہاں ذاتی اور سیاسی اغراض کی تکمیل کے لئے ائمۂ طاہرینؑ کی طرف منسوب کر دینا ہماری ناروا جسارت کے سوا

(۱) فصل (۵) عنوان "مولانا علی غافر خطیئۃ الرسولؐ نفس اللہ اور معبود الملائکہ" ہیں۔ آپ کی خطا معاف کرنے کی تاویل کے لئے فصل (۲۱) میں امام مولانا معزؑ کی تاویل ملاحظہ فرمائیے (ماخوذ از تاویل الشریعۃ من کلام الامام المعزؑ)۔ (۲) فصل (۱) عنوان "عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ" سے مراد مولانا قائمؑ ہیں۔ (۳) فصل (۱) صفحہ (۲۸) (۴) قالت النصاریٰ "المسیح ہو الذی یغفر لہٗ آدم وہو الذی یحاسب الخلق (شہرستانی۔ صفحہ ۱۷۲) (۵) تبصرہ فصل (۱)۔

اور کیا کہا جا سکتا ہے۔
یہی نہیں بلکہ بعض وقت ایسا بھی ہوا ہے کہ کچھ لوگوں نے اہلِ بیت طاہرین کے کسی ایک فرد کو اپنا امام بنا لیا اور اس کی طرف دعوت کرنے لگے۔ مثال کے طور پر وہ شیعہ جو اس زمانے کی حکومتوں یعنے بغداد کی حکومتِ عباسی اور اندلس کی حکومتِ اموی سے ناراض تھے۔ اہلِ بیت کے کسی نہ کسی فرد کو اپنا حق لینے کے لئے اُبھارتے اور اسے حکومت کی ترغیب دلا کر اپنا امام بنا لیتے اور اس کی قیادت میں عباسیوں اور امویوں کا مقابلہ کرتے۔ کبھی صرف اس کے نام سے فائدہ اُٹھاتے تھے حالانکہ وہ خود ایسی تحریک کو ناپسند کرتا تھا۔ چنانچہ مولانا علیؑ کے فرزند محمد بن حنفیہ کے نام سے جو دعوت کی جاتی تھی وہ خود ان کو پسندیدہ نہ تھی۔ اسی طرح داعی میمون اور اُن کے بیٹے داعی عبد اللہ[1] نے مولانا جعفر صادقؑ کے حکم کے خلاف ایک ایسی دعوت قائم کی جو اسماعیلیہ کے نام سے مشہور ہوئی[2]۔ اس دعوت کا دار و مدار مولانا محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق کے ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہونے پر تھا جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کر دیا جیسا کہ زمانۂ ظہور کے چوتھے امام مولانا معز نے اپنی سات دعاؤں میں فرمایا ہے جس کی تفصیل فصل نمبر (۶) میں ملے گی[3]۔ مولانا جعفر صادقؑ جیسے خاندان نبوت کے بزرگ ترین امام کی طرف ایسی کوئی دعوت منسوب نہیں کی جا سکتی جس سے تعطیل شریعت لازم آئے۔ آپ نے نہ کبھی ایسی دعوت قائم کی اور نہ اس کی تمہید یا تائید کی۔ آپ اس سے منزہ و مبرا ہیں۔ آپ کو اس سے کوئی تعلق نہیں[4]۔ آپ کی پاک طینتی اور نیک سیرتی کا خلاصہ شہرستانی نے اپنی مشہور کتاب "الملل والنحل" میں پیش کیا ہے جو مقدمہ میں ملے گا[5]۔ مولانا علیؑ کی مقدس ہستی کی تصویر "ابنِ ضرار صدائی" نے کھینچی ہے

(۱) یا حمدان قرمطی (مقدمہ صفحہ ط) (۲) (أ) فصل (۶) عنوان "اسماعیلیت کی مختصر تعریف" وغیرہ (ب) خاتمہ عنوان "فرقۂ اسماعیلیہ کا بانی" (۳) فصل (۶) (۴) فصل (۱۱) عنوان "دعوت کے حدود کی تنظیم میں ہم نصاریٰ کے ممنون ہیں۔ (۵) مقدمہ غ۔ عنوان "ہم اسماعیلیوں پر اہلِ ظاہر کے الزامات"۔

جو قابلِ ملاحظہ ہے۔[1] ایک اور مقام پر بھی فضائلِ مرتضوی کا بیان ملاحظہ طلب ہے۔[2] بہر حال اِن مقدس ہستیوں نے توحید کی صحیح تعلیم دے کر اسلام کا حقیقی فرضِ خدمت ادا کیا ہے اور اسلام کو دیگر مذاہب کے اجنبی عناصر سے پاک کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی ہے۔

ہماری "تاویل وحقیقت" کے علوم بھی مذکور الصدر جیسے ایرانی داعیوں کے طبع زاد ہیں۔ یہ اہلِ بیتِ طاہرین کے علمِ لدنّی کے معیار کو نہیں پہنچتے۔ یہ یاد رہے کہ ہمارے اکثر داعی ایرانی نژاد تھے۔ جن کا بہت کچھ اثر اسلامی تعلیمات پر پڑا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایران، عراق اور یونان کے بعض شہروں کو جب عربوں نے فتح کیا تو ان کے باشندوں کے میل جول سے اسلام کی اصلی تعلیم میں بڑا انقلاب پیدا ہوا۔ یونانیوں کی فلسفہ آرائی، نصرانیوں کی رازداری اور مذہبی درجہ بندی اور ایرانیوں کی خاندانی حکومت اور اُن کے بادشاہوں کا آسمانی حق وغیرہ نے اسلام کو بہت متاثر کیا جیسا کہ ہم نے اس تالیف کے آخر میں بھی بیان کیا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ سادگی پیچیدگی سے بدل گئی، روایت نے درایت کی جگہ لے لی، تنزیل پر تاویل غالب آئی، حقائق پر افسانوی رنگ چڑھا، نسب نے حسب کو پیچھے ہٹا دیا، آمریت نے انتخاب پر غلبہ پایا، اقتصاد عیش وعشرت کی رو میں بہ گیا اور فرقہ واریت نے اجتماعی قوت کو کمزور کر دیا۔ آخر کار اولیاء کی پرستش خدا کی پرستش پر چھا گئی۔[3] میں نے اِس تالیف میں اسلام کو اس کی اصلی شکل میں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ اہلِ بیت کے ائمۂ طاہرین نے کبھی اپنے آپ کو اوصافِ ایزدی سے متصف کرنے کا خیال بھی نہیں کیا۔ اس بارے میں اُن کی طرف منسوب کی ہوئی حدیثیں کسی طرح اعتبار کے قابل نہیں۔ کیونکہ یہ سب کشتِ زارِ غلو اور خوش اعتقادی کی ناکارہ پیداوار ہیں۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے :-

خاصانِ خدا خدا نہ باشند
لیکن ز خدا جدا نہ باشند

میں نے اپنے برادرانِ دینی کو توجہ دلانے کے لئے حقیقی مدارج اہلِ بیتِ طاہرین کا یہ مرقع تیار کیا ہے۔ افسوس کہ بعض غلو پسند طبیعتوں نے "تاریخ فاطمیین مصر" کو توہین ائمہ کے مترادف قرار دیا ہے اور سنتا ہوں کہ اس کی تردید میں "دامغ البھتان" ایک

(۱) فصل (۱۹) عنوان "وصف امولانا علی بن ابی طالب" (۲) فصل (۵) عنوان "مولانا علی کے فضائل"
(۳) ایک مستشرق کہتا ہے:- God is eclipsed by the Imam.

کتاب تیار ہو رہی ہے۔ علاوہ اس کے آئے دن میرے خلاف مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس تالیف کے پڑھنے سے اُن کے اکثر اعتراضات خود بخود رفع ہو جائیں گے کیونکہ اس میں عقائد بہت شرح و بسط سے بیان کئے گئے ہیں۔ یہی میری تالیف کی اشاعت کی غرض و غایت ہے۔ میں نے اپنے یہاں کی مستند اور معتبر خاص کر زمانۂ ظہور کی کتابوں کے اصلی اقتباسات پیش کر دئے ہیں تاکہ ذمہ داری لکھنے والوں کے سر ہو۔ اُن میں دو کتابوں "ادعیۃ الایام السبعۃ لمولانا الامام المعز لدین اللہ" اور "تاویل الشریعۃ من کلام المعز لدین اللہ" کو تو ہمارے ظہور کے چوتھے امام کی زبانِ مبارک سے صادر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ میری حیثیت ناقل ناقص سے زیادہ نہیں بہر طور ذات اسلاف کے سوا اس ضمیر کا مرجع کوئی اور دوسرا نہیں قرار پا سکتا۔ اب ان کی مزید تصدیق کی ضرورت نہیں :-

اِذَا قَالَتْ حَذَامِ فَصَدِّقُوْهَا فَاِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَتْ حَذَامِ

البتہ تفہیم اور تنبیہ کے لئے تبصرے اور صرف تبصرے میرے ہیں۔

ایک عام اعتراض جو میری پہلی تالیف "تاریخ فاطمیین مصر" پر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ میں نے اپنے بیانات میں خلاف ادب لہجہ اختیار کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تالیف مذکور جامعہ عثمانیہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ چونکہ یہ ادارہ غیر مذہبی ہے اس لئے ادب کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے اس تالیف میں ادب کا بہت خیال رکھا ہے۔

آخر میں یہ مخلصانہ اظہار بھی ضروری ہے کہ میں نہ صرف مولف کی حیثیت سے بلکہ "اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز حیدرآباد دکن" کے ایک رکن کے لحاظ سے اس مجلس ارباب علم و فضل کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں جس نے میرے نتیجۂ فکر و قلم کو بہ نظرِ استحسان دیکھا اور اپنے سلسلۂ تالیفات میں اُسے منسلک کیا۔

اس تالیف کا تعلق چونکہ مذہبی امور سے ہے اس لئے مجھے مسائل کی چھان بین میں بہت غور و خوض کرنا پڑا۔ ایک ایک مسئلے پر میں نے ایک مدت صرف کی۔ تقریباً پندرہ سال میں یہ تالیف تکمیل کو پہنچی۔ ہمارے عقائد کی سب سے بڑی اور نمایاں خصوصیت غلو اور مبالغہ ہے جو دین میں کسی طرح جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یا اہل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق، انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القٰھا الی مریم وروح منہ فآمنوا باللہ ورسولہ ولا تقولوا ثلاثۃ۔ انتھوا خیرا"

لکم"(۱) (اے اہلِ کتاب اپنے دین میں حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرو اور خدا کی نسبت حق بات کے سوا کچھ نہ کہو۔ حق بات تو اتنی ہے کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ بس اللہ کے ایک رسول ہیں اور خدا کا حکم جو اس نے مریم کی طرف کہلا بھیجا تھا اور وہ ایک روح تھی جو خاص خدا کی طرف سے دنیا میں آئی۔ تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین خدا نہ کہو اس سے باز آؤ کہ یہ تمھارے حق میں بہتر ہے)۔ اگر ہمارے اسرار معقول ہوں تو ان کے اظہار میں کوئی قباحت نہیں۔

میرا مقصد جیسا کہ میں نے "مقدمہ" آئندہ میں بتایا ہے جماعت میں کوئی انتشار پیدا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اپنے بھائیوں کو مذہب کے حقائق سے آگاہ کرنا ہے تاکہ وہ ان پر غور کر کے اسلام کے واحد مرکز پر جمع ہو جائیں اور اپنے آپ کو "اخوان الصفا" ثابت کرنے کی کوشش کریں "جن کی رائیں درست، اعتقادات صحیح، اعمال نیک، اور اخلاق اچھے ہوں"۔ مجھے اپنے بھائیوں سے کیا بلکہ تمام بنی نوعِ انسان سے خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں فطری محبت ہے۔ میں سب کے ساتھ رواداری، کشادہ پیشانی، اور فراخ دلی سے پیش آتا ہوں۔ یہی عالَم کی فلاح و بہبود کا راز ہے۔ اس میں لڑنے جھگڑنے کی کوئی بات نہیں۔ آیۂ کریمہ "ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة" کا اشارہ اسی طرف ہے۔ ذیل کا میرا شعر میرے دین کا آئینہ دار ہے:۔

اِنَّ دِینِی نَصِیحَۃٌ وَاِخَاءٌ وَصَلَاحٌ بَیْنَ الْوَرٰی وَوَفَاءُ

اختلافِ مذہب کو باعثِ دشمنی قرار دینا بہت بُری بات ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہو سکتی۔ یہ عقلمندوں کا شیوہ نہیں ہے۔

اگر کسی اقتباس کے نقل کرنے یا اس کے ترجمہ کرنے یا کوئی حوالہ دینے میں مجھ سے غلطی ہو گئی ہو تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔

اِنْ تَجِدْ عَیْبًا فَسُدَّ الْخَلَلَا جَلَّ مَنْ لَا عَیْبَ فِیْهِ وَعَلَا

وَالْکَمَالُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ

(۱۹۴۷) حسینی عَلم حیدر آباد دکن۔ زاہد علی ولدِ فضلِ علی مرحوم

(۱) القرآن ۴/۱۷۱

(کتبہ ناچیز سید نور اللہ حسینی ساکن محلہ مسجد محمد شکور اللہ دن فتح دروازہ حیدر آباد دکن ۶۰۹)

مقدمہ

مبسملاً وحامداً ومصلیاً

(۱)

ایک ضروری معذرت

اس تالیف کا اصلی مقصد

میں خود اصلاً و نسلاً اسماعیلی ہوں۔ سات پشتوں سے میرے گھرانے میں اسماعیلی مذہب کا روحانی سرمایہ رازِ سربستہ کی طرح سینہ بسینہ منتقل ہوتا چلا آیا اور عقائد کی یہی روحانی شمع یکے بعد دیگرے معتقدوں کے نہاں خانۂ ایمان کو روزِ روشن کی طرح ضوخیز اور تابناک بناتی رہی۔ اب تک تسکین روح اور اطمینان باطن اسی تعلیم باطنی کے فیضان سے وابستہ رہا۔ کئی پشتیں اسی دشت کی سیاحی میں گزریں۔ اور اس مقدس سیاحت کا تبرک اثاثہ جب مجھ تک بزرگوں سے پہنچا تو اپنے اسلاف کے مانند میں نے بھی اسے عقیدت کی آنکھوں سے لگایا اور دستِ احترام سے سرِ نیاز پہ رکھا۔

اسلامی حکم عام اور مسلک اسماعیلی کی خاص ہدایت کی بنا پر عقل و شعور کے پیمانوں کو دیانتدارانہ طرز سے اس بادۂ روحانی سے بھرنے میں اپنی حد تک کسی طرح کی کوتاہی میں نے روا نہ رکھی اور کافی انہماک سے دینی خدمت سمجھ کر عقلی معیار پر اس زر کامل المعیار کو جانچتا اور پرتالتا رہا۔ اس جانچ پرتال میں اپنے میلان خاطر کا زنگ نہ آنے دیا اور واقعات کی پھیلی ہوئی کڑیاں ایک جا جمع کرنے میں پوری احتیاط برتی۔ نتیجے کا پہلے سے کوئی خیال نہیں کیا گیا۔ بلکہ واقعات کی پوری ترتیب اور تسلسل کو بار بار دیکھنے بھالنے کے بعد جو ظاہر ہوا اسی کو نتیجہ ماننے پر مجبور ہونا پڑا اور کہیں بھولے سے بھی واقعات کو توڑ مروڑ کر نتیجہ نکالنے کی ناروا کوشش نہیں کی گئی۔

اسماعیلی مذہب کی باطنی تعلیم ابتداء سے رازِ سینہ چلی آتی تھی۔ پہلے پہل مجھی کو اس کا خیال آیا اور افادۂ عموم کی خاطر بڑی عرق ریزی سے راز سینہ کو سفینے میں منتقل کرنے لگا تاکہ میرے سب بھائی خصوصاً وہ جو عربی سے زیادہ واقف نہ ہوں اس کے سمجھنے کی کوشش کریں۔ مقررہ شاہ راہ سے ہٹنے ہی اعتراضوں کے درندوں سے مڈبھیڑ کوئی نئی بات نہیں یہ منظر بھی نظر سے گزرا اور توفیق ایزدی کے ساتھ دینے سے میں نے یہ اہم کام پورا کر کے اطمینان کی سانس لی۔ میری حد علم تک عربی، فارسی اور انگریزی میں بھی اس موضوع پر ایسی مبسوط کتاب کوئی نہیں۔ منظر عام کی لائبریری میں اس سلسلے کی پہلی کڑی "تاریخ فاطمیین مصر" نمایاں جگہ لے چکی ہے۔ اس کے بعد محوّلہ سلسلے کی دوسری کڑی اسی تالیف کو سمجھنا چاہئے مخفی مباد کہ مستشرقین نے عام اسلامی تاریخوں اور بعض غیر مطبوعہ اسماعیلی تصنیفوں کی مدد سے جرمنی، فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں چند رسالے اور کتابیں شائع کی ہیں جن کی وجہ سے ہماری اسماعیلی دعوت کے بعض رموز و اسرار ظاہر ہو گئے ہیں لیکن وہ اپنے مستند اور معتبر مخطوطات کا حوالہ نہ دے سکے جو ہمارے علماء کے ہاں رائج ہیں اور جنھیں وہ بڑی وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں[1]۔ میں نے اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے اور یہی میری تالیف کا فائدہ ہے۔ خوش قسمتی سے "دار الفکر العربی، مصر" نے چند اہم کتابوں کے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے جن میں سے مجالس مستنصریہ، کتاب الهمۃ

(۱) فہرست ماخذ ملاحظہ ہو جو اس تالیف کے آخر میں درج ہے۔

فی آداب اتباع الائمہ، سیرۃ المؤید فی الدین داعی الدعاۃ اور دیوان المؤید فی الدین طبع ہوگئی ہیں[1] جرمن مستشرق شترو طمان نے کتاب الکشف اور اربعہ کتب اسماعیلیہ شائع کی ہیں[2] روسی مستشرق ایوانو نے اسماعیلی مخطوطات کی ایک نہایت مفید فہرست تیار کی ہے۔[3] اس کی ایک دوسری تصنیف میں اسماعیلی مخطوطات کے چار اہم اقتباسات معہ ترجمہ انگریزی چھپ گئے ہیں[4] حال ہی میں آٹھویں صدی کے ایک یمنی مصنف محمد بن حسن دیلمی کی کتاب "قواعد عقائد آل محمد الباطنیہ" شائع ہوئی ہے جس میں مولانا معز اور سیدنا قاضی نعمان کی کتابوں سے مختلف تاویلیں نقل کی گئی ہیں۔

بہرحال اب اسماعیلی رموز و اسرار کا بہت بڑا ذخیرہ منظر عام پر آگیا ہے۔

انسان الگ تھلگ رہنا نہیں چاہتا۔ مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ دنیوی ضرورتیں ہوں یا دینی مشغلے دونوں میں اپنے ہمراہی اور ہم خیالوں کے جھرمٹ کے ساتھ رہنے کو انسان بڑی نعمت سمجھتا ہے۔ اسماعیلی شاہراہ جو حقیقت میں فیض آگین جادۂ باطنی ہی رشد و ہدایت کی اس منزل کے رہرو سب کے سب میرے ہم نفس اور ہم قدم ہیں۔ اپنے ہم نفسوں اور ہم قدموں سے الفت و محبت کرنا جیسے ایک فطری امر ہے ایسے ہی بیٹھے بٹھائے انھیں چھیڑنا۔ ستانا اور دکھ دینا غیر فطری اور انتہائی شقاوت ہے

(۱) (ا) مناظرات المؤید فی الدین (ب) الرسالۃ اللازمہ فی شہر الصوم (ج) راحۃ العقل (د) مباسم البشارات بالامام الحاکم (یہ چار کتابیں زیر طبع ہیں) وارجوان ۲ وفق الی نشر المجالس المؤیدیہ و دعائم ۲ الاسلام وتاویل دعائم الاسلام (المجالس المستنصریہ۔ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲) ان کتابوں کے مصنفین کے لئے فہرست ماخذ ملاحظہ کیجیے جو اس تالیف کے آخر میں درج ہے۔ دعائم الاسلام کا پہلا جزو دار المعارف مصر میں باہتمام محقق فیضی سنہ ۱۹۵۱ء میں چھپ گیا ہے۔ (۲) (ا) مسائل مجموعہ من الحقائق العالیہ والدقائق الاسرار السامیہ (ب) رسالۃ الاسم الاعظم (ج) رسالۃ الایضاح والتبیین (د) رسالۃ تحفۃ المرتاد وغصۃ الاضداد۔

(3) A Guide to Ismaili Litt.

(4) Ismaili Tradition concerning the Rise of the Fatimids.

کسی طرح کم نہیں۔

اس تالیف میں جو معلومات برادران اسماعیلی کے سامنے پیش کئے گئے ہیں ان سے نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہے اور نہ اپنے اماموں اور داعیوں کی (خدا ان پر اپنی رحمت نازل کرے) تنقیص اور توہین۔ ان میں سے بعض کے تقویٰ اور پرہیزگاری اور اسماعیلی دعوت کی اشاعت میں ان کی محنت اور جانفشانی میں کوئی کلام نہیں۔ ان کی سیاست بھی کم وبیش کامیاب رہی۔ ان کے دور میں عام اسلامی تمدن نے کافی ترقی کی علوم کی اشاعت اور صنعت وحرفت کو فروغ دینے میں انھوں نے کافی حصہ لیا خصوصاً فلاحین کی حالت ان کے عہد میں بہت اچھی تھی[1]۔ ان کے زوال سے خوش حالی رونق اور رواداری کا ایسا دور ختم ہوگیا جس سے پھر کبھی مشرق لطف اندوز نہ ہو سکے گا جیسا کہ میں اپنی تالیف تاریخ فاطمیین مصر میں بتا چکا ہوں[2]۔ میری تنقید صرف مذہبی دائرے تک محدود ہے۔ ان کی معتبر اور مستند کتابوں میں درج شدہ واقعات اور ان پروارد شدہ اعتراضات کا بتیجہ کے لئے بیان کرنا میرا منشا صحیح طور پر یہی اور بس یہی ہے۔ میری طرف سے اس میں کوئی بات نہیں۔ صرف مسائل حوالہ جات کے ساتھ ایک جگہ جمع کردئے گئے ہیں۔ سوائے تبصروں کے جو میرے ہیں اور جنھیں میں نے ناظرین کی تفہیم اور مسائل کی تنقید کی غرض سے علیحدہ لکھا ہے۔ میرے بھائی خود ان پر غور کریں اور اگر میں کسی مقام پر راہ راست سے بھٹک گیا ہوں تو مجھے اپنے ارشاد سے متنبہ کریں۔ میں پوری توجہ سے اُن کا جواب سننے کے لئے تیار ہوں۔ حق کی تحقیق میں کسی کو تعصب سے کام نہ لینا چاہئے۔ حکمت کی تلاش میں ہٹ دھرمی بری بات ہے۔ مولانا علیؑ کا ارشاد صدافت بنیاد "الحکمۃ ضالۃ المومن" کے یہ معنی ہیں کہ حکمت مومن کی کھوئی ہوئی اونٹنی ہے، جہاں کہیں بھی وہ ملے اسے ہاتھوں ہاتھ لے لینا چاہئے اس لئے کہ وہ اس کی حقیقی ملک ہے۔ تمام مذاہب خاص کر مذہب اسلام غور وفکر کرنے کی تعلیم دیتا ہے

The general testimony of the Arabic Historions, however, points to a mild and even benevolent treatment of the Fellahin as rhe Prevailing Policyof the Fatimid Government

(۱) (۲) مقدمہ (ب) فصل ۳۶ و ۳۷ -

ورنہ انسان کے حیوانِ ناطق ہونے کے کیا معنی؟ کلام مجید کی متعدد آیتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالھا۔[1] لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل اولٰئک ھم الغٰفلون۔[2] کذالک نفصل الآیات لقوم یتفکرون[3] ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار[4]

انسانی پیدائش کی غرض و غایت

کیا انسان دنیا میں صرف کھانے پینے اور عیش و آرام کے لئے پیدا ہوا ہے؟ کیا اس کے وجود کا اصلی مقصد یہی ہے کہ وہ مادی اشیاء کے علوم کی تحصیل میں اپنی پوری قوت لگائے اور انھیں اپنی معاش کا ذریعہ بنا کر زندگی کے دن کاٹے یا تجارت یا صنعت سیکھ کر روزی کمانے میں آٹھوں پہر لگا رہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کے لئے روزی کمانا بھی نہایت ضروری ہے اور اس کے ذریعے مہیا کرنا اس کا فرض اولین ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کی ترقی پر غور کرے اور اس میں جو جو خوبیاں اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھی ہیں ان کو نمایاں کرنے کی کوشش کرے۔ جسم کی پرورش کے ساتھ روح کی تکمیل بھی ضروری ہے۔ اس اہم ترین فرض کو ادا کرنے کے لئے اسے چاہیئے کہ وہ اپنی انمول زندگی میں کچھ وقت نکال کر دل جمعی اور اطمینان سے آخرت کی باتوں پر غور کرے۔ ہر نبی کی شریعت میں عبادات کے مقرر کئے جانے کا یہی اصلی اور بنیادی مقصد ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم تا بحدِ امکان اپنے مبدءٔ و معاد پر کافی غور کریں۔ مثلاً ہم کیا ہیں؟ کہاں سے آئے اور اب ہمیں کہاں جانا ہے۔ حقوق اللہ کیا ہیں اور حقوق العباد کیا ہیں؟ ان مسائل کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا لازمی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ دنیا دو روزہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ

---

(۱) القرآن ۴۷/۲۲ (۲) القرآن ۷/۱۷۸ (۳) القرآن ۱۰/۲۵ (۴) القرآن ۳/۱۸۶-۱۸۸

ربک ذوالجلال والاکرام[1]۔ یہاں کسی شئی کو بقا نہیں۔ جب دنیا کی حقیقت یہ ہے تو وہ شخص کیسا نادان ہوگا جو اس کے حاصل کرنے میں اپنی ساری عمر گنوا کر آخرت کو بھول جائے۔ اس سلسلے میں مولانا علیؑ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:۔

ولو اننا اذا امتنا ترکنا — لکان الموت راحۃ کل حی
ولکننا اذا امتنا بعثنا — ونسئل بعد ذا عن کل شئی

ترجمہ:۔ اگر ہم موت کے بعد چھوڑ دئے جائیں تو موت ہر زندہ آدمی کے لئے راحت ہو جائے گی۔ لیکن مرنے کے بعد ہم اٹھائے جائیں گے اور ہم سے ہر عمل کے بارے میں سوال ہوگا۔

آخرت کے ثبوت میں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں اور بقول "اخوان الصفاء" اگر آخرت نہ ہو تو دنیا اشرار کے لئے مال غنیمت ہو جائے گی۔[2] جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں نہ اس کا کوئی حساب ہے نہ اس کے متعلق کوئی باز پرس ہوگی ان سے کسی نیکی کی کوئی امید ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ لوگ جب خود اپنے کو بے کار سمجھتے ہیں تو دوسروں کو کب باکار سمجھیں گے تاکہ وہ ان کی ہمدردی کریں" ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار"[3]

اسلام کی تعلیمات اور ہدایتیں

ہم اپنے پروردگار کا بے انتہا شکر کرتے ہیں کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اسلام کی وہ نعمت مرحمت فرمائی جس نے ہمیں توحید کی تعلیم دے کر شرک کی نجاست سے پاک کیا۔ ایک ہی معبود کی عبادت کا سبق پڑھایا۔ مخلوقات کی غلامی سے آزاد کیا اور ان کے سامنے سر جھکانے یا سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ خالق اور مخلوق کے درمیان ایسے واسطوں اور وسیلوں کو جو دوسرے مذاہب کے رہبروں نے اپنے ذاتی یا سیاسی اغراض کے تحت قائم کر لئے تھے انھیں باطل ٹھیرایا۔ توہمات کے بڑے عذاب سے نجات دے کر اعمال صالحہ کی ترغیب دی اور اعمال شنیعہ سے روکا۔ بہرحال جتنی چیزیں ہماری جسمانی اور روحانی اصلاح کے لئے ضروری تھیں ان کی ہمیں ہدایت فرمائی یہی وہ تعلیمیں اور ہدایتیں ہیں جن کی

(۱) القرآن ۵۵/۲۶-۲۷ (۲) لولم تکن الآخرۃ لکانت الدنیا فرصۃ للاشرار (۳) القرآن ۳/۱۹۰

وجہ سے اسلام کو دوسرے مذہبوں پر برتری اور فوقیت حاصل ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہم اسلام کے صراطِ مستقیم پر قائم رہیں اور مسلمان ہی مریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون[1]۔ یعنی مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے ۔ اور اسلام ہی پر مرنا ۔ حضرت ابراہیم نے بھی اپنے بیٹوں کو یہی وصیت فرمائی :- "ووصی بھا ابراھیم بنیہ ویعقوب یٰبنی ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون[2]"۔ یعنے اور اسی طریقہ کی نسبت ابراہیم اپنے بیٹوں کو وصیت کر گئے ۔ اور یعقوب بھی کہ بیٹا! اللہ تعالیٰ نے اس دین اسلام کو تمھارے لئے پسند فرمایا ہے ۔ پس تم مسلمان ہی مرنا[3]۔

کیا اسلام کی تعلیمات اور ہدایتوں پر ہمارا اسمٰعیلی مذہب مبنی ہے

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارا اسمٰعیلی مذہب کہاں تک اصول اسلام پر مبنی ہے ۔ اگر اس کی تعلیمات وہی ہیں جو اسلام کی ہیں تو ہمیں لازم ہے کہ ہم اپنے اماموں اور داعیوں کی کتابوں سے اس کا ثبوت دیں ۔ برخلاف اس کے جو بھی ہمارے مذہب پر غور کرے گا جس کے اصول ان تالیف میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں وہ ضرور اس نتیجے پر پہنچے گا کہ ہمارے اسمٰعیلی مذہب میں اجنبی عناصر داخل ہو گئے ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسلام کے خوشنما

---

(۱) القرآن ۳/۱۰۱ (۲) القرآن ۲/۱۳۲ (۳) دین اور مذہب کے ساتھ اسلام ہی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ کلام مجید میں ہے :- "ان الدین عند اللہ الاسلام" (القرآن ۳/۱۷) یعنے دین (حق) تو خدا کے نزدیک یہی اسلام ہے ۔ (اور اب) ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں جس کا تعلق دل سے ہے اور خدا کے سوا دوسروں کو اس کی خبر نہیں ہوتی ۔ اسلام افعالِ ظاہرہ سے تعلق رکھتا ہے ۔ اسلام اور ایمان میں جو فرق ہے وہ اس آیۂ کریمہ میں بتایا گیا ہے :-

قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم (القرآن ۴۹/۱۴) ملاحظہ ہو دعائم الاسلام جز اول ذکر فرق ما بین الاسلام والایمان ۔

سدا بہار درخت پر ایرانی[1]، نصرانی[2]، یونانی[3] اور ہندی[4] درختوں کی بے جوڑ قلمیں لگائی گئی ہیں۔ اصل اور قلم کا امتیاز ایسا ظاہر اور نمایاں ہے کہ سرسری نظر سے بھی چھپ نہیں سکتا۔ فروعات میں اختلاف ہوتا تو خیر کوئی ایسی بات نہ تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اصول ہی کچھ ایسے ایجاد کئے جو اسلام کے اصول سے الگ ہو گئے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ مسلمان مورخین جنھیں ہم "اہل ظاہر" کہتے ہیں ہمارے مذہب کے متعلق یہی رائے رکھتے ہیں کہ اسماعیلیت کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں تو ہمارے بھائی یہ کہیں گے کہ یہ لوگ تو ہمارے دشمن ہیں۔ ان کی رائے ضرور ہمارے خلاف ہوگی[5] لیکن [illegible] کہ مستشرقین جو ہم دونوں سے بالکل الگ ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ اسماعیلیت اسلام سے علیحدہ ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مولانا محمد بن اسماعیل کے ایرانی کفیل داعی میمون بن غیلان[6] معروف بہ قداح اور ان کے فرزند عبداللہ نے اسلام کی بیخ کنی کے لئے تاویل اور اسماعیلی دعوت کے حدود و مدارج قائم کئے[7] ہیں اپنے بھائیوں سے درخواست

(۱) فصل (۱) ائمہ معصومین کے مراتب۔ ائمہ کا خدا کے اوصاف سے موصوف ہونا وغیرہ تاریخ فاطمیین مصر بھی ملاحظہ فرمائیے (فصل (۳۵) بعنوان اسماعیلی عقائد کی اصلیت اور مآخذ) (۲) فصل (۱۱) دعوت کا نظام اور اس کے حدود وغیرہ۔ (۳) فصل (۱) دس عقول اور افلاک و کواکب وغیرہ کا تصور (۴) فصل (۲۶) علم حقائق۔

(۵) الاسماعیلیۃ لیست لہا ایۃ صلۃ بالاسلام بل ہو من اخطر اعداء الاسلام (قواعد عقائد آل محمد الباطنیۃ لمحمد بن الحسن الیمانی ص۶) (۶) نزہۃ المعانی لسیدنا ادریس (ذکر مولانا محمد بن اسماعیل) (۷) (۱) عبداللہ کان من اہل قورخ العباس بقرب مدینۃ الاہواز وابوہ میمون ہو الذی ینسب الیہ الفرقۃ المیمونیۃ التی اظہرت اتباع ابی الخطاب محمد بن ابی زینب الذی دعا الی الٰہیۃ علی بن ابی طالب وکان میمون وابنہ عبداللہ دیصانیین......... وعبداللہ کان انتقل فنزل عسکر مکرم فلبس بہا ثم ہرب منہا......... ثم ہرب الی سلمیۃ بقرب حمص وبث الدعاۃ الی سواد الکوفۃ فاجابہ حمدان الملقب بقرمطو نصب لدعوتہ عبدان صاحب الکتب المصنفۃ......... وکان ممن واطأ عبداللہ علی امرہ رجل یعرف بمحمد بن الحسین ویلقب بزیدان وکان ہذا الرجل متفلسفا شعوبیا شدید الغیظ من دولۃ الاسلام وکان یدین باثبات العقل والنفس

(بقیہ برحاشیہ ص۳)

کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کی رائے کو نہ مانیں بلکہ خود اس تالیف کو اول سے آخر تک پوری توجہ اور غور سے پڑھیں تاکہ ان پر حقیقتِ حال کھل جائے۔ اگر غیر اسماعیلیوں کو کچھ غلط فہمی ہو گئی ہو تو اسے دور کریں۔ میں نے اس مہم کو سر کرنے کی ان تھک کوشش کی مگر افسوس کہ مجھے ناکامی منہ دیکھنا پڑا۔ کیا ہم اسماعیلیوں کا یہ فرض نہیں کہ ہم پر جو بیجا حملے کئے گئے ہیں ان کا شافی اور کافی جواب دیں؟۔

اس کتاب کے دوران تالیف میں مجھے بعض دوستوں سے گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ انھوں نے کہا کہ ہماری قوم میں نئی تعلیم کے پھیلنے کی وجہ سے روشن خیال حضرات کی تعداد آئے دن بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ لوگ اپنی جماعت کی حالت دیکھ کر خود بخود سمجھ جائیں گے کہ حقیقتِ حال کیا ہے؟! ان سے یہ عرض کرنا ہے کہ اس زمانے میں ہر

والهيولى....... وكان بينه عمرانه وجد فى الحكم النجومى انتقال دولة الاسلام الى دولة الفرس ودينهم الذى هو المجوسية (ابن الندیم) صفحہ ۲۶۴-۲۶۸) سیدنا محمد بن طاہر اپنی اہم تصنیف الانوار اللطیفہ میں داعی عبدان کا تذکرہ فرماتے ہیں جو اباحت محظورات اور تعطیل شرائع کا قائل تھا۔ ومن هذه الجهة صح قول الداعى عبدان قدس الله سره ان الجمعة على خدامة المولى لعبدة فى هذا الدور (فصل ۲۔ باب ۲۔ سرادق ۳)

(ب)

The root, from which their preaching of the abrogation of the laws grew up, was the Kobadiya, a sect of the magines. They said, " There is no way for us to eject the Muslims by the sword; but let us use stratagem by allegorizing their laws, with a view to a coming back to our principles leading on by degrees the weak among them. Their head was Hamdan of Karmat, or as some say, Abdullah Ibn Maymoon (A Persian Oceuiist) (Translation of two unpublished Arabic Documents)

فن میں سینکڑوں کتابیں شائع کی جاتی ہیں اس سے شائع کرنے والوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فن کے سمجھنے میں زیادہ سے زیادہ سہولتیں پیدا ہوتی چلی جائیں۔ اسی طرح میری آرزو ہے کہ یہ تالیف بھی سمجھنے اور غور کرنے والوں کے لئے باعث سہولت ہو۔ مجھے جہاں تک علم ہے اس موضوع پر ایسی بسیط کتاب اب تک کوئی شائع نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ سمجھنے سمجھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ معمولی طور پر سمجھنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اور بصیرت اور یقین کے ساتھ سمجھنا حقیقی طور پر سمجھنا ہی ہے۔ اور یہی راسخ اور پائدار ہوا کرتا ہے کسی موضوع کے ہر پہلو پر جب تک غور نہ کیا جائے اس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس کتاب کے پڑھنے والوں سے میری درخواست یہ ہے کہ وہ اس کے سرسری مطالعہ پر کبھی قناعت نہ کریں۔

بعض احباب نے مجھ سے کہا کہ یہ مذہبی مسائل ہیں ان کے حل کرنے میں کون کامیاب ہوا ہے۔ میں اِن حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کیا ان کے اس قول کے یہ معنی ہیں کہ ہم جس مذہب پر ہیں اور جسے ہم باعث نجات سمجھتے ہیں۔ اس کی حقیقت پر کچھ بھی غور نہ کریں۔ اور صرف تقلید ہی پر قناعت کئے بیٹھے رہیں کوئی عاقل اس طرز عمل کو پسند نہ کریگا کیونکہ علمی تحقیق کا دروازہ بند ہو جائے گا خاصکر جب آنحضرتؐ نے علم دین سیکھنے کی بڑی ترغیب دلا کر اُسے علم کا نصف حصہ قرار دیا اور ارشاد فرمایا کہ "العلم علمان علم الابدان و علم الادیان" اسلام تو جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے

---

relating to the Doctrines of Ismailis and their Batini Sects, with an introduction by Edward Salisbury Read Oct. 25, 1849.

سیدنا قاضی نعمان کے بیان کے مطابق جلیل القدر داعیوں کا امام کی محبت اور باطن کی معرفت کو کافی سمجھ کر ظاہری شریعت کو معطل کر دینا اس بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ (دعائم الاسلام) (۱) ملاحظہ ہو وہ ذیلی نوٹ جو اس فصل کے آخر میں درج ہے۔ (زیر عنوان:۔ اصلی عقائد میں تمام اسماعیلی فرقے آپس میں متفق ہیں)

بیان کیا ہے۔ غور و فکر کی تعلیم دیتا ہے اور خود ہمارا اسماعیلی مذہب بھی یہی سکھاتا ہے کہ تم اپنی عقل سے کام لو۔ مذہب کے ہر پہلو میں جو حکمت نہاں ہے اسے تلاش کرو۔ اسی اصول پر ہماری تاویل یا علم باطن مبنی ہے۔ اسی وجہ سے ہم اپنے کو اہل باطن اور دوسروں کو اہل ظاہر کہتے ہیں۔ اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ اہل ظاہر یعنی غیر اسماعیلی اہل تقلید ہیں۔ ہم اسماعیلی اہل تحقیق ہیں۔ کیونکہ ہم ہر مسئلہ کو تاویل و حقیقت کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ ہماری دعوت میں ہر نبی کے ساتھ وصی کے قیام کا یہی سبب ہے۔ اب اگر ہم اپنے مذہب کی تحقیق نہ کریں تو اس سے خود ہمارے مذہب کی تعلیم کی مخالفت لازم آئے گی۔ ہر انسان کو چاہیئے کہ وہ حتی الامکان اپنے ہر اعتقاد اور ہر عمل پر غور کرنے کی کوشش کرے کہ آیا وہ درست ہے یا نہیں ورنہ اس میں اور جانوروں میں کوئی امتیاز نہ ہوگا۔ اخوان الصفا وہی ہیں جن کی رائے درست، اعتقادات صحیح، اعمال نیک، اور اخلاق اچھے ہوں[1]۔ علوم منقولہ اور معقولہ کے حاصل کرنے کے علاوہ ان کی پوری توجہ زیادہ تر علوم ناموسیہ اور شرعیہ کی تحصیل کی طرف ہونی چاہیئے۔ یعنی کتب الاہیہ، تنزیلات نبویہ اور موضوعات شرعیہ کے رموز و اسرار پر بحث ہی ان کی انتہائی غرض ہونی چاہیئے[2]۔

---

(۱) (ا) رسائل اخوان الصفاء - اکثر مقامات پر۔
(ب) سیدنا حسین بن علی بن محمد بن الولید (آٹھویں داعی مطلق متوفی سنہ ۶۶۷ھ تس) اپنی کتاب "الایضاح والبیان فی الجواب عن مسائل الامتحان" کے آخر میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں :- فنقول این صبح ھذہ الظلم وما جلاء ھذہ البھم فان قیل ان الامساک عن الکلام فی ذلک اولیٰ وبالعاقل اجدر واحریٰ قلنا فاین علم العلماء ولم یمیز واعن العامۃ الدھماء وقد قال تعالیٰ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ انما یتذکر اولوا الالباب۔ وقد قال تعالیٰ یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات .... واللہ لا یرضی بعبادہ بالجہل وقد دلھم علی من یعلمھم بقولہ "فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ (۲) رسائل اخوان الصفاء ۴/۱۰۵ -

(ب)

ایک ضروری اور اہم توضیح

میرے زمانے کے اسماعیلی بھائی اس کتاب کا مطالعہ کرنے میں اس ضروری اور اہم امر کو ضرور پیش نظر رکھیں کہ میں نے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کے نظام پر جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے یہاں کے ان اماموں اور ان کے عہد کے بزرگ ترین داعیوں کے اصلی عقائد اور باطنی دعوت سے متعلق ہے جن کی سلطنت ۲۹۷ھ میں مولانا مہدی سے شروع ہو کر مولانا آمر پر ۵۲۴ھ میں ختم ہوئی[1]۔ تاکہ میرے اور اُن کے درمیان کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو ورنہ میرے اسماعیلی بھائی یہ کہہ اٹھیں گے کہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے۔ ہم شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل نہیں سمجھتے۔ ہم اعمال کے پابند ہیں۔ ہم رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں، ہم حلول و تناسخ کے قائل نہیں ہیں۔ ہم موجودہ قرآن مجید کو غیر محرف و غیر مبدل سمجھتے ہیں۔

ہمارا اسماعیلی مذہب کی بنیاد

حقیقت یہ ہے کہ اسماعیلی مذہب کی ابتدائی بناء اس اصول پر ہے کہ آنحضرت صلعم نے ظاہری شریعت وضع فرمائی۔ اور مولانا علیؑ نے اس کے باطن یعنے تاویل کی تعلیم شروع کی۔ آپ کے بعد چھ امام یعنے مولانا حسنؑ، مولانا حسینؑ، مولانا علی زین العابدینؑ، مولانا محمد باقرؑ، مولانا جعفر صادقؑ

---

(۱) حقیقت میں خلافت فاطمیہ عاضد پر ۵۶۷ھ میں ختم ہوئی۔ لیکن ہم حافظ، ظافر، فائز، اور عاضد کو ائمہ نہیں مانتے جیساکہ آئندہ معلوم ہوگا (ملاحظہ کیجئے فصل ۹) مولانا آمر کے قتل کی تاریخ ۵۲۴ھ ہے نہ کہ ۵۲۶ھ (تاریخ فاطمیین مصر۔ فصل ۲۰۔ مولانا آمر کا قتل۔)

اور مولانا اسماعیلؑ ہوئے جنھوں نے باطنی تعلیم کی تکمیل کی۔ اس لئے یہ "ائمہ متمین" کہلاتے ہیں۔ ساتویں امام مولانا محمد بن اسماعیل جو سابع المتمین، خاتم الائمہ، قائم الاتمام، سابع الرسل اور سابع النطقاء کہے جاتے ہیں آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کر دیا[2]۔ آپ نے محمد المصطفیٰؐ کے دور کو پورا کیا[3]۔ اور آپ سے ساتواں دور شروع ہوا جس سے عالم طبیعت کی انتہا اور دور روحانی کی ابتدا ہوئی[4]۔ آپ کی نسل سے جو ائمہ ہوئے اور قیامت تک ہوں گے وہ سب خلفاء قائم ہیں۔ جو قائم کی دعوت کے فرائض ادا کریں گے[5]۔ ان میں سے اگر کسی خلیفہ کو موقع ملے تو وہ قائم

(۱) زہر المعانی لسیدنا ادریس (ذکر مولانا محمد بن اسماعیل)

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے فصل (۶)

(۳) متمم دور المصطفیٰ (الفترات والقرانات لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۴۴-۴۵)

(۴) فصل (۶)۔ (۵) (ا) وصل علی خلفائہ (ای خلفاء القائم الراشدین (دعاء یوم السبت من ادعیۃ الایام السبعہ لمولانا الامام المعز) (ب) واعادۃ التکبیر مرتین بعد ذلک (ای بعد حی علی خیر العمل) مثل علی انہ عند انقضاء امر المتمین من الائمۃ یقوم الخلفاء بدعوۃ القائم بتاٸیل الاصلین ثم یقول مرۃ واحدۃ لا الہ الا اللہ ای لا قائم الا امام الزمان ولا صاحب العصر الا القائم بباطن الشرائع مجردا محضا بلا ظاہر وجہا واحدا وحرفا واحدا (تاویل الشریعۃ من کلام مولانا الامام المعز صفحہ ۷) (ج) الاجل المحتوم انقضاء الدنیا ونہایتہا وظہور القائم صاحب دور الجزاء وخاتم دور العمل فلا یکون فی دورہ الا علم محض (سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن۔ صفحہ ۲۰۰) (د) والدور السابع دور القائم محمد بن اسماعیل وخلفائہ (کتاب الادلۃ والشواہد الذی ہو فی آخر کتاب الفرائض وحدود الدین لسیدنا جعفر بن منصور الیمن) (ہ) فالتثنی فی باطن الحکمۃ تثنی سبعۃ بعد سبعۃ فی دور خاتم النبوۃ سبعۃ منہا ائمۃ دور وسبعۃ خلفاء القائم۔ وہم جمیعاً عمالہ (المجالس المستنصریہ لسیدنا

کی حیثیت سے ظہور فرمائیں گے اور تاویل یعنے علم باطن ظاہر[1] کر کے تمام دنیا کو اسماعیلی مذہب کا پیرو بنائیں گے۔ چنانچہ داعی الدعاۃ قاضی القضاۃ سیدنا النعمان بن محمد نے مولانا معز اور مولانا حاکم کے متعلق یہ پیشین گوئی کی تھی۔[2] اور ثقۃ الامام علم الاسلام کافل قضاۃ المسلمین و ہادی دعاۃ المومنین سیدنا بدر الجمالی نے مولانا مستنصر کے بارے میں امید ظاہر کی تھی[3]

ہماری اسماعیلی تعلیم میں اختلاف اور اس کے کئی پہلو۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اسماعیلی تعلیم کی بڑی خصوصیت رازداری اور پوشیدگی ہے بلکہ اس کی بنا ہی اسی پائے پر قائم ہے۔ سیاسی مصلحتوں اور ملکی اغراض کے باعث ہم اپنے اصلی عقیدے اپنی دعوت کے بڑے بڑے ارکان کے سوا کسی دوسرے کو نہیں بتاتے تھے۔ کیونکہ ہماری عام رعایا

بدر الجمالی صفحہ ۱۵۲ نسخہ مطبوعہ فی تفسیر قولہ تعالیٰ "واتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم۔)

(۱) حد لنا طق اقامۃ الظاہر وحد الوصی اقامۃ التاویل وحد القائم المہدی اظہار التاویل (تاویل الزکوۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۹)

(۲) (أ) شہر رمضان یکون ایضاً مثلاً لخاتم الائمۃ صاحب القیامہ.... سابع الائمہ.......... وقد تقدم القول انکم فی عصر ذلک وقیل ان ثالث السابع وہو ثانی ثانیہ الذی یتلوہ من بعدہ ہو یکون الخاتم وہو تاسع کما یکون وضع الحجر کذلک (ذکر الصوم من الجزء الثانی من تاویل الدعائم) ان ثالث السابع المراد بہ مولانا الحاکم الذی یکون خاتم الائمۃ قلت الیس بعد مولانا الحاکم مولانا الظاہر وغیرہ من الائمۃ قال ملک الحاکم نہایۃ۔ (التعلیقات علی تاویل الدعائم لسیدی ابن حی بن جلال قدس)

(ب) اس بیان پر مستشرق ایوانو نے ایک دلچسپ نوٹ لکھا ہے (فصل ۸۔ تبصرہ)

(۳) فان کان قد حضر وقت القائم فانہ (ای المستنصر) یکون صاحب ذلک الامر العظیم۔ نرجوان یکون ہو قائم القیامہ۔ (المجالس المستنصریہ صفحہ ۳۰۔ و صفحہ ۳۶۔ نسخہ مطبوعہ)

کا مذہب سنی تھا(۱)۔ اس لئے ہم نے عام لوگوں کو جو تعلیم دی وہ اس تعلیم سے بالکل الگ تھی جو خاص خاص ارکانِ دعوت کو دی جاتی تھی۔ بلکہ خود اسماعیلیوں میں بھی مستجیبوں یعنی ابتدائی مدارج کے مومنوں کو وہ بھید نہیں بتائے جاتے تھے جو بالغوں کو بتائے جاتے۔ یہ اصول "حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح" کی تاویل پر مبنی ہے(۲) غرض کہ ہم اسماعیلیوں نے اپنے عقیدوں کو دعوت کے اندرونی حلقے تک ہی محدود رکھا۔ اس طرزِ عمل کی اتنی شدت سے پابندی کی گئی کہ خود سیدنا نعمان جیسے مشہور ومعروف جلیل القدر داعی الدعاۃ اور قاضی القضاۃ کو جو قضا کے ظاہری عہدے پر مامور تھے سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تصنیفوں کی خبر نہ تھی جو مولانا معز کے باطنی حلقے کے باب الابواب تھے(۳)۔ اختلافِ تعلیم کی متعدد مثالیں اس تالیف میں اپنے اپنے موقع پر آئیں گی۔ یہاں چار اہم مثالیں ناظرین کے لئے پیش کی جاتی ہیں:۔

---

(۱) ذکرتم وجوها التمستم ذکرها فی کتاب امانکم فذکرتها اجابة لکم وتطمینا لانفسکم اذ کان الاسلام سنة واحدة وشریعة متبعة وهی اقامتکم علی مذهبکم وان تترکوا علی ما کنتم علیه من اداء الفروض فی العلم والاجتماع علیه فی جوامعکم ومساجدکم وثباتکم علی ما کان علیه سلف الائمة من الصحابة رضی الله عنهم والتابعین بعدهم وان یجری الاذان والصلوٰة وصیام شهر رمضان وفطره والزکوٰة والحج علی ما امر الله فی کتابه ونصه نبیه فی سنته ولکم علیّ امان الله ...... لا یعترض علیکم معترض (کتاب جوهر الکاتب لاهل مصر اتعاظ الحنفا للمقریزی صفحہ ۶۶ تاریخ فاطمیین مصر۔ دولت فاطمیہ کی مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں صفحہ ۸۸ و صفحہ ۱۳۳) .... یہ ایک عجیب بات ہے کہ مولانا مہدی کے ظہور کا اصل مقصد یہ تھا کہ اہلِ ظاہر (یعنی اہلِ سنت وغیرہ) نے شریعت میں جو تبدیل و تغییر کر دی ہے اس کی اصلاح کی جائے۔ لیکن ہم نے سیاسی قوت حاصل ہونے اور ملک پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد اس طرف بالکل توجہ نہیں کی بلکہ اہلِ ظاہر کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا گویا عدل و قسط کو پھیلانے کا مسئلہ ویسا ہی رہ گیا۔ (۲) وذلك ان البالغین یفاتحون من الحکم بما لا یفاتح به المستجیبون (تاویل الشریعة لمولانا المعز، صفحہ ۷۱) (۳) عیون الاخبار ۶/۲۴ مقدمہ ع/۶

اختلافِ تعلیم کی چار اہم مثالیں

(۱) مولانا معز کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے[1] ساتویں امام، ساتویں ناطق، ساتویں رسول، خاتم ائمہ قائم اسماء مولانا محمد بن اسماعیل کے ذریعے شریعتِ محمدی کے ظاہر کو معطل کر دیا ہے جس طرح آپ اپنی یوم الخمیس کی دعا میں فرماتے ہیں[2]۔ نیز آپ کی مشہور و مستند کتاب "تاویل الشریعۃ من کلام امام المعز" سے جس کا حوالہ سیدنا حمید الدین کرمانی نے اپنی تصنیفوں "کتاب الریاض" اور "کتاب راحۃ العقل" میں دیا ہے اور آپ کی دعوت کے بابُ الابواب یعنے صدرِ اعظم سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی متعدد کتابوں سے بھی عقیدہ ثابت ہوتا ہے[3]۔ سیدنا ابو یعقوب سجستانی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ سیدنا

---

(۱) وانا اعتقد انک ولی مابی و ما ھو فی العالم من نعمۃ (دعاء یوم الخمیس من الادعیۃ السبعۃ لمولانا المعز) (۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۶)۔ (۳) (ا) التکرار فی الاذان مرۃ بعد مرۃ مثل علی الظاھر و الباطن والدلیل علی انھا دعوۃ بعد دعوۃ قد تقدمت والاخیر الذی یکون فی الاقامۃ وھو قول لا الہ الا اللہ مرۃ واحدۃ دلیل علی القائم ینسخ بشریعتہ کل شریعۃ قد تقدمت ولا یحدث شریعۃ وانما یاتی بباطن الشرائع والصحف محضاً مجرداً فلذلک کانت دعوتہ۔ وسابعھم القائم یظھرھا ستروہ ویبطل العمل کما ابطل کل نبی شریعۃ من تقدمہ۔ ان القائم بالتاویل المجرد یرفع ظاھر العمل ولا یرفض العقابات تالوا زدنا شرحاً لھذہ الاشارات افعال المرموزۃ (الرموزات) کما امر النبی بان الصیام ثلاثین یوماً ولم یقل صوموا اربعین یوماً ورموزہ صلوا رکعتین بفاتحۃ الکتاب و سورۃ معھا ورکعتین بسورۃ الحمد وحدھا ھذہ رموز وان القائم یشرح الغرض فی ذلک ولا یاتی بمثلہ (تاویل الشریعۃ صفحہ ۵-۲۳-۶۰-۱۴۸)

(ب) وفی عصر القائم یظھر التاویل محضاً والائمۃ الذی قبلہ یقوم بظاھر الشریعۃ وباطنھا۔ لم یکن عمل قبل آدم کذا لا یکون عمل بعد القائم (تاویل سورۃ النساء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن)

(ج) القائم لا شریعۃ لہ بل ھو مزیل الشرائع وینسخھا باقامۃ التاویل المحض (تاویل الزکوۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۳۱۶)

حمید الدین کرمانی کے سوا جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا داعیوں کی یہی تعلیم ہے کہ قائم القیامہ کے عہد میں شریعت کے اعمال مرتفع ہو جائیں گے یعنی باقی نہ رہیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ جس طرح آدم کے عہد میں کوئی شریعت نہ تھی اسی طرح قائم القیامہ کے زمانے میں بھی کوئی شریعت نہ ہوگی (۱)

ہمارے زمانے میں اس عقیدے کے حقیقی نمایندے وہ اسماعیلی ہیں جو خوجے کہلاتے ہیں۔ انھیں اصلی اسماعیلی کہنا بجا اور درست ہے۔ ان کے ایک عالم کا قول ہم نے اپنی کتاب "تاریخ فاطمیین مصر" میں نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کو رفعِ شریعت یعنی شریعت اٹھا دینے کا حق حاصل ہے وہ جب چاہے شریعت اٹھا سکتا ہے اور جب چاہے اسے جاری کر سکتا ہے۔ چنانچہ ان کے پانچویں امام حسن علیٰ ذکرہ السلام نے ۵۵۹ھ میں ایک موقع پر شریعت کو رفع کر دیا تھا جیسا کہ اُن کا ایک شاعر کہتا ہے:-

برداشت غل شرع بتائید ایزدی مخدوم روزگار علیٰ ذکرہ السلام

کئی سال بعد امام موصوف کے پوتے نے پھر شریعت جاری کی۔(۲) لیکن سیدنا حمید الدین کرمانی جو مولانا معز کے پوتے مولانا حاکم کے باب الابواب ہیں یہ

---

(۱) (ا) آدم ہو اول جسمانی تعبدہ اللہ واظہر امرہ ولم تکن لہ شریعۃ (الفترات والقرانات لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۳۱) لیکن یہی سیدنا کتاب الکشف میں اس طرح فرماتے ہیں:- النطقا ھم الذین ینطقون بالتنزیل والشرائع فہم آدم ونوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ومحمد وھو احمد ومحمد المھدی الناطق السابع فہم نبوت اللہ (کتاب الکشف صفحہ ۱۵۴) ـــ (ب) ان آدم لم تکن لہ شریعۃ اذ احلّ نبیہ لم یوار سوأۃ اخیہ ولم یجس نجس لک (قول صاحب النصرۃ ابی یعقوب السجستانی فی الریاض- باب ۹ فصل (۱۱) لیکن ابھی چند سطور کے بعد معلوم ہوگا کہ آدم اور قائم القیامہ دونوں صاحب شریعت ہیں۔ اس مسئلہ میں بھی ہمارے ہاں اختلاف ہے۔ (۲) "تاریخ فاطمیین مصر" (فصل ۳۱۔ عنوان "اعمال شریعت کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ")۔

کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد سقیم ہے۔ ہر زمانے میں شریعت کا ہونا ضروری ہے۔ قائم القیامہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔(۱) مولانا معزؑ نے تعطیل شریعت کی ابتدا مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد سے بتائی ہے جس کی تفصیل فصل (۶) میں آئے گی۔ آپ کا ارشاد آپ کے چودھویں امام ہونے کی حیثیت سے جن کی بڑی شان بتائی گئی ہے فیصلہ کن ہے۔ امام کے ارشاد کے مقابلے میں دوسرے تحتانی حدود کے اقوال کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

(۲) دوسری مثال اختلاف تعلیم کی قرآن مجید سے متعلق ہے۔ سیدنا قاضی نعمان اور باب الابواب سیدنا حمید الدین کرمانی دونوں کا اتفاق اس امر پر ہے کہ مولانا علیؑ نے آنحضرت صلعم کی وفات کے کچھ بعد ہی قرآن جمع کر کے لوگوں کے روبرو پیش کیا۔ لیکن دشمنی کی وجہ سے اسے قبول نہیں کیا گیا۔ اور کہا گیا کہ ہمارے پاس جو کلام اللہ ہے وہ کافی ہے۔ آپ اپنا نسخہ واپس لے گئے۔ اور یہ فرمایا کہ اب قائم کے سوا اسے کوئی نہیں کھولے گا۔(۲) سیدنا جعفر بن منصور الیمن ایک طویل بحث میں یہ فرماتے ہیں کہ جس طرح یہود و نصاریٰ نے اصلی تورات و انجیل کو چھوڑ کر اپنی رائے اور قیاس سے علیٰحدہ کتابیں جمع کر لیں مسلمانوں نے بھی اسی طرح کیا۔ رسول خدا صلعم نے کلام اللہ جمع کر کے اسے اپنے اصحاب کے سامنے اپنے وصی کے سپرد فرمایا۔ یہ لوگ اس سے بے پروا ہو گئے اور اپنی رائے و قیاس سے ایک الگ قرآن جمع کیا۔ اس کے بعد خلیفۂ ثالث نے شیخین کا

---

(۱) واما القائم وقوله (ای قول صاحب النصرة) انه یرفع الشرائع فان اعتقاد ذلک سقیم۔.......... واذ دام اذا صاحب شریعة تجمع العلم والعمل اللذین هما عبادة الله بهما ینال الکمال والارتقاء الی منازل الکرامة (کتاب الریاض لسیدنا حمید الدین فصل ۲۴-۲۵ باب ۹) مولانا معزؑ نے بھی آدم کو صاحب شریعت قرار دیا ہے (دعاء یوم الاثنین من الادعیة السبعة لمولانا المعز) فصل ۶ بھی ملاحظہ فرمائیے بعنوان "سیدنا حمید الدین اور دوسرے داعیوں کی تعلیم میں فرق"۔ (۲) (أ) اساس التاویل فی ذکر وصی رسول الله (ب) معاصم الهدیٰ لسیدنا حمید الدین $\frac{۲}{۲۱}$"

جمع کیا ہوا نسخہ جلا ڈالا اور ایک دوسرا نسخہ تیار کیا۔ پھر حجاج آیا اور اس نے خلیفہ مذکور کے نسخے کو لے کر آگ میں جھونک دیا۔ اس کے بعد اس میں سے جو چاہا نکال دیا اور ایسی کتاب تالیف کی جو اب ان کے پاس موجود ہے۔ یہ انبیاء کی مختفیں ہیں[1]۔ سیدنا موید شیرازی جو سیدنا قاضی نعمان کی وفات کے تقریباً پون سو سال بعد شیراز سے مصر تشریف لائے اپنی مجالس موید یہ میں یہ کہتے ہیں کہ "نہیں نہیں کلام اللہ میں کوئی لفظی تحریف اور تبدیلی نہیں ہوئی البتہ معانی اور مطالب کے لحاظ سے ہمارے دشمنوں نے اس میں تحریف کر دی ہے۔ آیہ کریمہ "یحرفون الکلم عن مواضعہ" کی یہ تفسیر ہے[2]۔

(۳) تیسری مثال اختلافِ عقائد کی انبیاء مرسلین آنحضرت صلعم آپ کے وصی مولانا علیؑ اور ائمہ معصومین کے مراتب سے متعلق ہے جس کی تفصیل آئندہ آئے گی[3]۔

(۴) چوتھی مثال قرآنِ مجید میں "ناسخ و منسوخ" سے متعلق ہے۔ اس بارے میں سیدنا قاضی نعمان بن محمد، سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور سیدنا حمید الدین کے ارشادات یہ ہیں:- (۱) والعلم بکتاب اللہ وخاصہ وعامہ وظاہرہ وباطنہ ومحکمہ ومتشابہہ وناسخہ ومنسوخہ[4]۔ (۲) الداعی الی اللہ بہ والقائم بمحکمہ و متشابہہ وناسخہ ومنسوخہ وظاہرہ وباطنہ[5]۔ (۳) سیدنا حمید الدین کرمانی نے نسخ کے ثبوت میں اپنی مہتم بالشان کتاب "راحۃ العقل" میں یہ آیت پیش کی ہے "وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ[6]" اور فرمایا ہے کہ آیتِ نجویٰ آیتِ فرض

---

(۱) اسرار النطقاء (صفحہ ۱۰۶-۱۰۷)

(۲) المجالس المویدیہ ۱/۸ اس بارے میں فصل نمبر (۲۴) بعنوان (ب) بھی ملاحظہ فرمائیے۔

(۳) فصل (۵) عنوان "آنحضرت صلعم اور مولانا علیؑ"۔

(۴) الجزء الاول من دعائم الاسلام (ذکر ابواب الصلوۃ علی آل محمدؐ)

(۵) تاویل سورۃ النساء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ (۵)

(۶) القرآن ۲/۱۰۵ -

زکوۃ سے اور آیۂ انفال آیۂ غنیمت[1] سے منسوخ کر دی گئی ہیں[2]۔ آپ اپنی دوسری تصنیف میں بھی ناسخ و منسوخ کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں " والذی امرہ النبی ان یعتبر فی العلوم الدینیۃ احاطۃ بما نزل بہ الوحی من عند اللہ من الآیات محکمھا ومتشابھھا وناسخھا ومنسوخھا۔[3] خود مولانا علیؑ اپنے ایک خطبے میں اس طرح فرماتے ہیں:۔ " وخلف فیکم کتاب ربکم مبینا حلالہ وحرامہ وناسخہ ومنسوخہ[4]"۔ لیکن سیدنا موید فرماتے ہیں کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے یعنے ایک آیت دوسری آیت کو نسخ نہیں کرتی۔ تمام آیتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ آیۂ کریمہ " وما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا[5]" کی تاویل یہ ہے کہ ہم کوئی امام کی روح قبض نہیں کرتے لیکن اس سے بہتر یا اس جیسا دوسرا امام پیدا نہیں کرتے[6]۔

مخفی مبادکہ او ننسھا کی تاویل نہیں بتائی گئی جس سے تاویل کا نقص لازم

---

(۱) یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقۃ ذلک خیر لکم واطھر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم۔ أأشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات۔ فاذ لم تفعلوا وتاب اللہ علیکم فاقیموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ (القرآن ۵۸/۱۱۲-۱۱۳) یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ وللرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم (القرآن ۸/۱) واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل ان کنتم آمنتم باللہ (القرآن ۸/۴۱) (۲) راحۃ العقل (المشرع الرابع من السور السابع فی اقسام الوحی) (۳) معاصم الھدی (۴) نہج البلاغۃ صفحہ (۱۹) (۵) القرآن ۲/۱۰۵-۱۰۶ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم کوئی آیت منسوخ کر دیں یا (تمہارے) ذہن سے اس کو اتار دیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی نازل بھی کر دیتے ہیں۔ (۶) ای ما ننقض اماما من الائمۃ ھو علم من الاعلام اللہ فی ارضہ الا ونأتی باقوم منہ لصلاح العباد ولمعادھم او مثلہ فی قوتہ (المجالس المویدیہ ۶/۶۲)

آتا ہے سیدنا ابو یعقوب سجستانی کا بھی یہی ارشاد ہے۔[1]
سیدنا حمید الدین اور سیدنا مؤید دونوں "باب الابواب" ہیں جو عصمت کا درجہ رکھتے ہیں۔ دونوں نے اپنے اپنے امام سے بالراست علم حاصل کیا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی تعلیم میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ تقیہ کا عذر بے محل ثابت ہوگا۔ کیونکہ جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ حکمت یعنی علم باطن سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور خاص اسماعیلیوں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ ورنہ ہماری کوئی کتاب قابل اعتبار نہیں رہے گی اور ہدایت کا مقصد فوت ہو جائے گا۔
ایسی کئی مثالیں اس تالیف میں ملیں گی جن سے ہماری تعلیم کے اختلاف پر روشنی پڑے گی۔ مذکورہ بالا مثالوں سے صاف ظاہر ہے کہ ہم شاید اپنی سیاست اور حکومت کو برقرار رکھنے کے لئے ہر طبقے کو اس کے طبعی رجحانوں کے مطابق تعلیم دیتے تھے۔ خاص خاص مستجیبوں یعنی مریدوں کو امام کی طاعت اور فرمانبرداری کا بڑا سختی سے پابند کرتے۔ یہاں تک کہ ان سے یہ عہد لیتے کہ اگر وہ امام الزمان کو اپنی آنکھوں سے شرعی محرمات کا مرتکب ہوتا ہوا بھی دیکھیں تو اپنے دل، اور زبان سے اس کی کبھی تصدیق نہ کریں[2]۔ انتہائی طبقے کے مریدوں کو یہ تعلیم دیتے کہ "ظاہر" میں اختلاف، تناقض اور ٹیڑھا پن ہے[3]۔ ظاہر علم کثیف ہے[4]۔ ظاہر محض تقلید ہے جس میں کوئی دلیل نہیں[5]۔ ظاہر میں کوئی زندگی نہیں۔ اہل ظاہر اہل کفر بلکہ اہل شرک ہیں[6]

(۱) لیس فی القرآن البتہ شیئ منسوخ بل کلہ مستعمل .... ولو جاز ان یکون شیئ من القرآن منسوخا لم یجب علی الخلق قرأتہ لیکن سیدنا ابو یعقوب سجستانی نے نسخ کی کوئی تاویل نہیں کی جس طرح سیدنا مؤید نے کی ہے۔ (کتاب الافتخار صفحہ ۹۸)
(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۱۲)، عنوان "امام کا شرعی محرمات کا مرتکب ہونا" (۳) المجالس المؤیدیہ ۲/۲۶ (۴) تاویل الشریعۃ۔ صفحہ ۲۶۔ (۵) المجالس المؤیدیہ ۳/۲۸
(۶) المجالس المؤیدیہ ۲/۳۲ کتاب الشواہد والبیان۔ صفحہ ۱۴۳، ۱۵۸
الظاہر وحدہ کفر باللہ وشرک بہ۔ (تاویل الزکوٰۃ صفحہ (۵۸)
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۱۴) تاویل کی اہمیت اور اس کا مقابلہ ظاہر سے"

اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد بن اسمٰعیل کے ذریعے ظاہری شریعت کو معطل کر دیا ہے۔ ابتدائی درجے کے مریدوں سے یہ کہتے کہ ظاہر اور باطن دونوں پر عمل کرنا ضروری ہے جیسا کہ تاویل الدعائم کی مجلسوں سے واضح ہے۔ اس قسم کی تعلیم کو کامیاب بنانے کے لئے اس کے کئی درجے مقرر کئے گئے جو "دعوات" کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کا ثبوت "تاویل اور حقائق کے اختلافات کی کثرت ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم اہل باطن ہیں ہم ایک ہی امام منصوص کو مانتے ہیں جو خدا کے حکم سے مقرر کیا جاتا ہے۔ ہم نے اہل بیت سے علم حاصل کیا ہے۔ ہماری ہدایت اور تعلیم میں کوئی اختلاف نہیں بخلاف اس کے اہل ظاہر ہیں جو ہمارے مخالف ہیں بڑا اختلاف ہے کیونکہ وہ ہر کس وناکس کو اپنا امام بنا لیتے ہیں۔ وہ تاویل یعنی علم باطن سے ناواقف ہیں لیکن اس کتاب کے مطالعے کے بعد یہ دعویٰ بہت کم زور ثابت ہوگا۔ اور ظاہر ہوگا کہ ہم میں بھی اصولی اختلافات کچھ کم نہیں۔

اختلافات رفع کرنے میں ہمارے جوابات

ان اختلافات کو رفع کرنے میں جب ہم ناکام ہو جاتے ہیں تو "ابلغ توقف یا جائے استاد خالیست یا علم سینہ بسینہ حاصل ہوتا ہے یا یہ حرم دعوت کے نوا ہائے راز ہیں ان کا سمجھنا تمھارے بس کی بات نہیں ہے(1)" اس قسم کا کوئی جواب دے کر دامن چھڑاتے ہیں۔ یہ جواب کتنا کمزور ہے اس کا اندازہ ہر عقلمند کر سکتا ہے۔ کسی امام نے اپنے داعی سے کہا کہ جب تم حجت میں مغلوب ہو جاؤ تو یہ کہہ دو کہ اس میں باطن ہے۔ ہم اسے

---

(1) چنانچہ میرے محترم بھائی صاحب الشیخ عبد القیوم بن ملا حبیب اللہ ایڈوکیٹ ساکن برہان پور تعطیل شریعت کے مسئلہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں "یہ حرم دعوت کے نوا ہائے راز ہیں ان کا سمجھنا ڈاکٹر صاحب یا ایوانو کے بس کی بات نہیں" (بینات باھرات فی تبصرۃ تاریخ فاطمیین مصر مولفہ ڈاکٹر زاہد علی صاحب صفحہ (۶۹)۔ حالانکہ یہ مسئلہ نہایت آسان ہے متعدد کتابوں میں اس کا ذکر ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائے تبصرہ فصل (۲)۔

ولیس یصح فی الاذھان شیء
اذا احتاج النھار الی دلیل (المتنبی)

بتا نہیں سکتے۔(۱) اس قسم کی ہدایت دینی امور میں جہاں مومن کو صداقت اور راست بازی سے کام لینا چاہیئے کہاں تک درست ہے۔ اللہ تو تو یہ فرماتا ہے:۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل وانتم تعلمون۔

ہمارا توقف و سکوت

ہمارا یہ دستور تھا کہ ہم کسی داعی کے قول کو غلط نہیں کہتے تھے اگرچہ کہ وہ بظاہر غلط نظر آتا ہو۔ جب کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا تو ہم کہتے کہ اس مسئلہ میں "توقف اور سکوت" لازمی ہے یعنے ہم کو یہاں ٹھیر جانا اور سکوت اختیار کرنا چاہیئے۔ ہماری عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہے، ہماری یہ حد نہیں کہ ہم اُسے کما حقہ سمجھ سکیں۔(۲) گویا تمام داعیوں کے اقوال باوجود ان میں تضاد و تناقض پائے جانے کے تسلیم کر لیئے جاتے تھے۔ بلکہ ایک ہی داعی کے دو آپس میں مختلف اقوال پر بھی اعتراض کی گنجائش نہ تھی جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔(۳)

داعیوں کی غلطیوں کے متعلق ایک بھائی صاحب کا اعتراف

لیکن خوش قسمتی سے زمانہ حال میں ایک ایسے روشن خیال اور انصاف پسند "بھائی صاحب" نکلے جنھوں نے ایک اور قدم آگے بڑھایا اور یہ کہنے کی جرأت کی کہ ایک داعی نے دوسرے داعی کے قول کی تنقید میں کوئی کسر باقی

---

(۱) قال بعضهم (ای بعض الائمة) لمن قد اذن له فيه (ای فی الکلام) متی ناظرت من ترى انه الحن بالحجة منك فاستتر بالباطن یعنی علیه السلام لن ینقطع کلامه ویوهمی ان فی ذلك باطنا لا ینتهی اليه ذکره ولا یتمادی فی الکلام الی ان یظهر علیه مخاصمه فیکون ذلك فتنة وداعیا الی الاصرار علی ما هو علیه (کتاب الهمة فی آداب اتباع الائمة لسیدنا القاضی نعمان صفحه ۳۶)۔

(۲) قال السید حسبنا ان نفعل المعانی علی ظاهر الالفاظ ونحن ما نعلم شیئا من معانیها (التعلیقات علی اساس التاویل لسیدی امین جی بن جلال صفحه ۳۸۱)۔ (۳) (ا) فصل (۶) تبصرہ مستشرق ایوانو کا انگریزی نوٹ۔ (ب) مولانا محمد بن اسماعیل کی عمر میں خلاف (فصل، تبصرہ)۔

نہیں رکھی۔ اگر کسی داعی نے غلط عقیدہ بیان کیا ہو یا ایسی بات کہی جو درست نہ ہو تو دوسرے داعی نے اس کی اصلاح کی۔ چنانچہ "حضرت السید الجلیل امیر الجامعہ السیفیہ العلیم البارع یوسف نجم الدین" نے اپنے ایک مضمون "البحث عن الفاطمیین" میں یہ فرمایا ہے: یلزم من امعن النظر فی هذه المخطوطات ان یعترف لهم (ای الدعاة الاسماعیلیین) بجودة البحث وسلامة التفکر فانهم لم یألوا جهداً فی تنقید بعضهم بعضاً لو وجدوا فی مصنفاتهم شیئاً لا یطابق اعتقادهم او یودی معنی منافر للمعنی الصحیح ومن اهم ذلك ما صدر من الداعیین الفاطمیین من تصادم البحث فی مغالی الفلسفة۔ وکان سبب هذا ما تخامر کتاب "المحصول" لبعض الدعاة الاقدمین من اشارات تؤدی الی نتائج غیر موافقة لمذهبهم فصنف الداعی ابو حاتم الرازی (فی عصر الامام القائم بامر الله الفاطمی) کتاب الاصلاح عامداً علی اصلاح بعض ما ورد فی کتاب المحصول حتی ان هبوب هذه الریاح الجأ الداعی احمد حمید الدین الکرمانی (فی عصر الامام الحاکم بامر الله الفاطمی) اعظم دعاة الفاطمیین تبحراً فی علم الفلسفة الی تصنیف کتاب الریاض فی الفصل بین الصادین یعنی صاحب الاصلاح وصاحب النصرة فاتی فیه ببیان شاف یشفی الغلة ویوضح کنه البحث ایضاح النهار المضیئ انما هذه اعظم بینة فی رد من یزعم جاهلا ان کتبهم موضوعة لاناس غیر عقلاء ولا یعتمد علیها فی البحث عن احوال الفاطمیین۔ (۱)

ترجمہ:- جو شخص ان مخطوطات کو غور و خوض سے دیکھے اسے لازم ہے کہ وہ اسماعیلی داعیوں کی خوبی بحث اور سلامتی فکر کا اعتراف کرے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ ان کے بعض داعیوں کی تصنیفوں میں کوئی ایسی بات ہے جو صحیح نہیں ہے اور نہ ان کے اعتقاد کے مطابق ہے تو انھوں نے اس کی تنقید میں کوئی کسر

(۱) مجلة الجامعة السیفیة (العدد الثانی - ۱۵ شعبان سنة ۱۳۶۹ هجریه) المجلد الثانی

اٹھا نہیں رکھی۔ اس بارے میں وہ بحث اہم ہے جس کی وجہ سے مذہب کے فلسفی مسائل کے متعلق دو بڑے داعیوں میں تصادم ہوا۔ چنانچہ "کتاب المحصول" میں جو ایک قدیم داعی کی تصنیف ہے ایسے اشارے ہیں جن کے نتائج اُن کے مذہب کے موافق نہیں ہیں اس لئے داعی ابو حاتم الرازی نے جو امام قائم بامر اللہ الفاطمی کے زمانے میں تھے تصنیف مذکور کے بعض مقامات کی اصلاح کرنے کے لئے کتاب "الاصلاح" لکھی۔ یہ ہوا یہاں تک چلی یعنی یہ معاملہ اتنا نازک ہو گیا کہ داعی حمید الدین جو امام حاکم بامر اللہ الفاطمی کے عصر میں اپنے تبحر علم کے باعث سب سے بڑے داعی تھے اس بات پر مجبور ہوئے کہ دو صاحبوں یعنی صاحب الاصلاح اور صاحب النصرۃ(۱) کے درمیان فیصلہ صادر فرمائیں۔ اس لئے آپ نے کتاب الریاض شائع کی جس میں آپ نے ایسا شافی بیان قلمبند فرمایا ہے جو پیاس کو بجھاتا اور کنہ بحث کو روز روشن کی طرح واضح کرتا ہے۔ یہ البتہ ایک بڑی دلیل ہے جو اس شخص کے دعوے کو رد کرتی ہے۔ جو زعم کرتا ہے کہ ان کی یعنی اسماعیلیوں کی کتابیں بے وقوفوں کے لئے لکھی گئی ہیں جس کی وجہ سے احوال فاطمیین کی بحث میں ان پر کوئی اعتماد نہیں ہو سکتا۔

تبصرہ

بھائی صاحب کے اعتراف کے نتائج بھائی صاحب موصوف کے اس اعتراف سے کئی اہم امور پر روشنی پڑتی ہے پہلا یہ کہ بڑے بڑے داعیوں نے بھی غلط عقیدے بیان کئے جو اسماعیلی مذہب کے مطابق نہ تھے۔ ان کی اصلاح ان کے اونچے درجے کے داعی (یعنی باب الابواب) نے کی۔ دوسرا یہ کہ ان غلطیوں کی وجہ سے وہ اہل باطن کے زمرۂ راشدہ سے

(۱) سیدنا ابو یعقوب سجستانی جنہوں نے سیدنا ابو حاتم الرازی کے مقابلے میں صاحب المحصول کی طرفداری کی ہے۔

خارج ہو کر اہلِ ظاہر کی گمراہ جماعت میں جو رائے اور قیاس پر عمل کرتی ہے داخل ہو گئے۔ اس لئے کہ اگر وہ عقائد و احکام کی نص و توقیف کی پابندی کرتے تو ان سے ایسی بڑی غلطیوں کا صادر ہونا ممکن نہ تھا۔ چونکہ ان سے غلطیاں ہوئی ہیں اور ایک داعی نے دوسرے داعی کی تنقید کی ہے، اس لئے ہمارے داعیوں اور اہلِ ظاہر کے عالموں مثلاً ابو حنیفہ اور شافعی وغیرہ میں جنھوں نے ایک دوسرے کی تنقید کی ہے کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اور ہم ان کو "اہل اھواء و بدع" نہیں کہہ سکتے جیسا کہ سیدنا قاضی نعمان نے ان کا یہ نام رکھا ہے۔ تیسرا یہ کہ اگر ان کی کتابیں غلطیوں سے پاک نہیں تو دوسرے داعیوں کی کتابوں پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس طرح ہماری دعوت کے خزانے کی اکثر کتابیں بے کار ہو جائیں گی۔ صرف امام یا باب الابواب کی کتابیں پڑھنے کے قابل رہ جائیں گی۔ چوتھا یہ کہ ان داعیوں نے اسماعیلی دعوت کے دستور کے مطابق اپنی کتابیں اپنے زمانے کے امام حاضر قائم بامر اللہ یا ان کے باب الابواب کی حضرت میں کیوں نہیں پیش کیں۔ اور امام موصوف نے کیوں نہیں ان کی اصلاح کی۔ جس طرح داعی الدعاۃ قاضی القضاۃ سیدنا نعمان جیسے بلند پایہ داعی نے اپنی کتابیں مولانا معز کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ لکھتا مولانا معز کی خدمت میں پیش کرتا۔ جو بات غلط ہوتی اسے امام موصوف نکال دیتے۔ اور جو صحیح ہوتی اسے برقرار رکھتے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔"[1] یہاں تک کہ تقریباً سو سال کے بعد باب الابواب سیدنا حمید الدین کو داعیان مذکور کی کتابوں کی اصلاح کرنا پڑی حالانکہ عقائد کی اصلاح کی فوری ضرورت تھی۔ اس لئے کہ مومنین کے نفوس کی نجات کا دار و مدار زیادہ تر عقائد پر ہے۔ اعمال ثانوی درجہ رکھتے ہیں۔ جو کچھ ہیں عقائد ہیں۔ جن سے نفوس کی ترقی ہوتی ہے۔ بنبعث ثانی کے صرف غلط عقیدے کی وجہ سے یہ سارا مادی عالم وجود میں آیا۔[2] جن مومنین کے نفوس اس مدت دراز میں وفات پائے ہوں گے ان کی نجات میں غلط عقیدوں کی وجہ سے ضرور رکاوٹ پیدا ہوئی ہو گی۔ اس سے یہ بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ابھی بہت سی ایسی کتابیں ہوں گی جن کے بیانات کی اصلاح نہ ہوئی ہو۔

---

(۱) ملاحظہ ہو اسی فصل میں عنوان "اس تالیف کے حوالوں کی قدر و قیمت اور اہمیت"۔ (۲) فصل (۱) عنوان "عقلِ ثالث اور اس کا گناہ"۔

چوتھا یہ کہ جب ظہور کے بڑے بڑے داعیوں نے ایسی غلطیاں کیں تو ستر کے داعیوں کا کیا موقف ہوگا۔ جب کہ ان کی ہدایت کے لئے کوئی امام موجود نہیں۔ اس مقام پر داعی مطلق اور داعی غیر مطلق کا فرق کرنا مفید نہ ہوگا۔ کیونکہ راحت العقل کے بیان کے مطابق ظہور کے زمانے میں بھی یہ رتبہ موجود تھا[1]۔ نیز یہ کہ داعی بہر حال داعی ہے اگرچہ کہ وہ داعی مطلق کیوں نہ ہو۔ وہ امام کی برابری نہیں کر سکتا۔ اور کالمعصوم اور معصوم میں وہی آسمان کا فرق ہے۔ اماموں کا عنصر عالم علوی ہے۔ ان میں اور دوسرے انسانوں میں وہی فرق ہے جو انسانوں اور دیگر حیوانوں میں ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔[2] اگر ہم ستر کے داعیوں کو خطا سے بالاتر اور اماموں کی طرح معصوم سمجھیں تو "امام سے استغناء" کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ جو سیدنا حمید الدین کے ارشاد کے مطابق کفر ہے[3]۔ یہ بات بھی معقول نظر نہیں آتی کہ ستر کے داعیوں کو تو الہام ہوتا ہو اور ظہور کے داعی اس سعادت سے محروم رہتے ہوں جس کی وجہ سے وہ غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ظہور کے اماموں اور ان کے داعیوں کے درمیان عینی اور شخصی تعلق ہوتا ہے وہ ان کو اچھی طرح بالراست تعلیم دے سکتے ہیں۔ الہام کی ضرورت نہیں پڑتی[4]۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ امام نے کسی داعی کو چن کر ایک مقام پر بھیجا ہو اور اس نے وہاں کے لوگوں کو غلط عقیدے کی تعلیم دی ہو اور امام کو تقریباً سو سال تک اس کی خبر تک نہ ہوئی ہو۔؟ اگر ہم اس بات کا اعتراف کر لیں تو ہمارے ائمہ میں اور ہمارے مخالفین اہل ظاہر کے خلفاء میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا جن کی حکومتوں میں بھی ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم انھیں اہل باطل کہتے ہیں۔ یہی حجت اہل ظاہر کے امام غزالی نے اپنی تصنیف "المستظہری" میں پیش کی ہے۔

انہی مشکلات کے باعث ہم نے اس تالیف میں صرف اماموں کے ارشادات

---

(۱) فصل (۱۱) عنوان "دعوت کے حدود اور ان کی تعداد میں اختلاف" (۲) فصل (۱) عنوان "ائمہ معصومین کے مراتب" (۳) فصل (۲) عنوان "امام سے استغناء نہیں ہو سکتا" (۴) اس سلسلہ میں سیدی نعمان بن سیدی حبیب اللہ کا قول بھی ملاحظہ فرمائیے جو "الداعی کالمعصوم" کے متعلق ہے۔ (فصل ۱۴ عنوان "دعاۃ مطلقین کا کالمعصوم ہونا"۔)

اور باب الابوابوں کے افادات پر اکتفا کی ہے۔ جن میں غلطی کا شک و شبہ کرنا بھی کفر ہے۔ باب الابواب بھی فصل الخطاب کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک امامِ اصغر کہلاتا ہے۔ ان کے افادے اماموں کے افادوں کے برابر ہیں جیسا کہ "مجالس مستنصریہ" کے مطالعے سے ظاہر ہے(۱)۔ ظہور کے داعیوں کی بھی تعلیم اماموں کی تعلیم کہی جا سکتی ہے۔ سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ میں اپنے مسودے امام کی حضرت میں پیش کرتا تھا۔ امام ان پر نظرِ ثانی فرماتے اور ان میں جو خطا آلود باتیں ہوتیں انھیں نکال دیتے(۲)۔ اس لحاظ سے ہم نے اپنے "اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" بیان کرنے میں گویا صرف اماموں کے اقوال کو زیرِ بحث لایا ہے۔ ہمارے عقیدوں کی رو سے سب ائمہ برابر ہیں۔ عربی مثل کے مطابق وہ ایک کنگھی کے دندانے اُردو کہاوت کے لحاظ سے ایک تسبیح کے دانے اور ہمارے مذہب کی تعلیم کے رو سے ایک آفتاب کی کرنیں ہیں۔ ان کی ہدایت میں یکسانی اور ان کی تعلیم کا ایک ہی مقصد ہونا چاہئے۔ لیکن اس تالیف کو غور و خوض سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ امر اظہر من الشمس ہو جائے گا کہ ان کے اقوال میں بھی اہلِ ظاہر کے اقوال کی طرح بڑا فرق نظر آتا ہے سیاسی اقتدار اور ملکی وقار کو برقرار رکھنے کے لئے کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ صداقت اور اخلاص کی طرف جو مذہب کی بنیادی تعلیم ہے بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ اس اختلاف کی چار موٹی موٹی مثالیں تو اسی مقدمہ کی ابتداء میں گزر چکی ہیں۔ آئندہ اور مثالیں ملیں گی۔ اگر حقیقتِ حال یہ ہے تو ہماری ہدایت کس طرح ہو سکتی ہے اور

---

(۱) وقد جاء لكم معشر المؤمنين زمانكم ببركات امامكم بما تقروه عليكم فاستمعوه وتاملوا معانيه وتدبروه واعرفوا قدر النعمة به تستديموه — فاعرفوا قدر ما جاد به لكم امامكم مما اوردناه فكل كلمة منه يعجز عنها اكثر من العلماء المحققين واشكروا فائض انعامه (المجالس المستنصرية۔ مجلس ۱۲ ص ۲۶)
سیدنا بدر الجمال کو سیدنا ادریس نے کافل قضاۃ المسلمین و ہادی دعاۃ المؤمنین کہا ہے (عیون الاخبار ج ۷ ص ۱۱۲)

(۲) مقدمہ شرح الاخبار جس کی عبارت اسی فصل میں آئندہ عنوان "اس تالیف کے حوالوں کی قدر و قیمت اور اہمیت" کے تحت درج کی گئی ہے۔

ہم کس طرح دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اسلام کے تمام مذاہب میں ہمارا ہی مذہب سچا اور برحق ہے اور ہم ہی اہلِ اتفاق ہیں۔ بخلاف اہلِ ظاہر کے جو "اہلِ اختلاف اور اہلِ اہوا و بدع" ہیں۔

ہماری غیب سے مدد

ہمیں یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ بھائی صاحب موصوف نے کم از کم اپنے بڑے داعیوں کی کتابوں میں غلطیوں کا اعتراف کر کے اپنی انصاف پسندی کا ثبوت دیا۔ اس سے ہماری اس تالیف کو بڑی تائید حاصل ہو گی۔ اور وہ ہمارے تمام بھائیوں میں مقبولِ عام ہو کر رہے گی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ہماری غیب سے مدد کر دی۔ ممکن ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے اور علوم و فنون کی روشنی پھیلتی جائے اور تعصب کا خطرناک جذبہ کم ہوتا جائے ایسے دوسرے بھائی صاحبان نکلیں جو ایک اور قدم آگے بڑھائیں اور ائمہ کے اقوال پر بھی ایک غائر نظر ڈالیں اور ان میں کوئی بات قابلِ اعتراض نظر آئے تو اس کا اعتراف کریں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر حیثیت سے پاک اور بے عیب کون ہو سکتا ہے؟ اس تالیف سے ہماری یہی غرض ہے۔

بھائی صاحب موصوف کی آواز تمام اہلِ دعوت کی آواز ہے

مخفی مبادا کہ بھائی صاحب موصوف کی آواز صرف ایک فرد ہی کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ اس میں پورا جامعہ سیفیہ بلکہ دعوت کے تمام افراد بھی شریک ہیں۔ کیونکہ آپ اپنے زمانۂ حال کے صدر فرقہ داؤدیہ (اسماعیلیہ) داعی مطلق نائب امام الزماں ڈاکٹر سیدنا طاہر سیف الدین کے فرزند ارجمند ہیں جو دیگر فرزندوں میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ اور جن کو سیدنا موصوف کے سرچشمہ تعلیم روحانی سے بالراست معارف دعوت کے آبِ زلال سے سیراب ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ان کا ارشاد کوئی معمولی دعوت کے فرد کا ارشاد نہیں۔ یہ سب اہلِ دعوت کا ترجمان ہے۔ یہ بہت غور و خوض کے قابل ہے۔ یہ ہمارے لئے خصوصاً اس زمانے میں شمعِ ہدایت ہے۔

اس کتاب کی تالیف کا سبب

آکسفورڈ پہنچنے سے پہلے مجھے یہ معلوم ہوا کہ "ڈاکٹر آف فلاسفی" کی ڈگری کے لئے ایک موضوع کے انتخاب کی ضرورت ہے جو ایسا اچھوتا ہو کہ جس پر اب تک کچھ کام نہ ہوا ہو۔ میں نے

سوچا کہ میں اپنی "دعوت" کے سب سے بڑے شاعر محمد بن ہانی الاندلسی کے دیوان کو تصحیح، تہذیب اور تنقید کے لئے کیوں نہ منتخب کروں۔ "ہم خرما وہم ثواب" کے لحاظ سے ڈگری بھی مل جائے گی۔ اور دینی خدمت کا فرض بھی ادا ہو جائے گا کیونکہ یہ شاعر مولانا معز کے خاص شاعروں میں تھا۔ اس کی آپ بڑی قدر کرتے اور اسے ہمیشہ انعام واکرام سے سرفراز کرتے رہتے تھے۔ ادبی دنیا میں اسے بڑی فضیلت حاصل ہے۔ اسی وجہ سے لوگ اسے احمد بن حسین معروف بہ متنبی کے مقابلے میں "متنبی المغرب" کہا کرتے تھے۔ اس کے قتل پر آپ کو بڑا صدمہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اس کی وجہ سے شعراء مشرق (بغداد) پر فخر کرتے تھے۔ غرض کہ میں نے اس کے دیوان پر ریسرچ کرنے کے لئے آکسفورڈ یونیورسٹی میں درخواست دی اور خوش قسمتی سے مجھے اس کی اجازت مل گئی۔

ہم اسماعیلیوں پر اہلِ ظاہر کے الزامات

اس دیوان میں جن واقعات کا ذکر ہے ان کی تحقیق کے لئے مجھے اہلِ ظاہر کی مختلف تاریخیں دیکھنا پڑیں۔ مستشرقین کی تصنیفیں بھی نظر سے گزریں۔ مطالعے کے دوران میں بعض روایتیں ایسی بھی دیکھیں جن میں ہمارے ائمہ کو برا بھلا کہا گیا ہے۔ اکثر مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسماعیلی مذہب بالکل ایک نئی چیز ہے۔ اسے اسلام سے بہت کم تعلق ہے۔ اس کے مآخذ یہودی، نصرانی اور یونانی ہیں۔ اس کا فلسفہ خاص کر جدید افلاطونی فلسفے سے ماخوذ ہے۔ اسلام کا اس پر صرف رنگ چڑھا دیا گیا ہے۔ اسماعیلی غیبت، رجعت[1]، حلول، تناسخ، خصوصاً[2] تعطیل، اباحت

---

(۱) وہینی کرون نا راجعتنا (فصل ۱) عنوان مولانا معز کا رسالہ حسن بن احمد قرمطی کے نام)

(۲) (۱) اذ الیہود شبہت الخالق بالخلق والنصاریٰ شبہت الخلق بالخالق فسرت ھذہ الشبھة فی اذھان الشیعة الغلاة حتی حکمت باحکام الھیة فی حق بعض الائمة وکان التشبیہ بالاصل والوضع فی الشیعة وانما عادت الی بعض اھل السنة بعد ذلک ومن الشیعة من قال بالانتظار والرجعة ...... وابو عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق ذو علم غزیر فی الدین

(باقی بر صفحہ ۶۴)

کے علمبردار ہیں مجھے اس قسم کی تنقید بہت ناگوار گزری۔
حیدرآباد واپس آنے کے بعد مجھے یہ اطلاع ملی کہ "جامعہ عثمانیہ" نے مختلف اسلامی دولتوں کی تاریخیں لکھوانے کی تحریک پیش کی ہے۔ مجھے یہ خیال آیا کہ میں ہی کیوں نہ اپنے اماموں کی صحیح تاریخ لکھنے کی کوشش کروں۔ اور اہلِ ظاہر نے ہمارے اماموں

وادب کامل فی الحکمۃ وزھد بالغ فی الدنیا وورع تام عن الشھوات وقد اقام بالمدینۃ مدۃ یفید الشیعۃ المنتمین الیہ ویفیض علی الموالین لہ اسرار العلوم ثم دخل العراق واقام بھا مدۃ ما تعرض للامامۃ قط ولا نازع احدا فی الخلافۃ ومن غرق فی بحر المعرفۃ لم یطمع فی شط ومن تعلی الی ذروۃ الحقیقۃ لم یخف من حط۔ وقیل من انس باللہ توحش عن الناس ومن استانس بغیر اللہ نھبہ الوسواس وقد تبرأ مما کان ینسب بعض الغلاۃ الیہ وتبرأ عنہ ولعنھم وبرئ من خصائص مذاھب الرافضۃ وحماقاتھم من القول بالغیبۃ والرجعۃ و البداء والتناسخ والحلول والتشبیہ (کتاب الملل والنحل للشہرستانی صفحہ ۸۱/۲۲)

ترجمہ: یہود نے خالق کو مخلوق سے اور نصاریٰ نے مخلوق کو خالق سے تشبیہ دی یہ تشبیہ غلو کرنے والے شیعہ حضرات کے اذہان میں سرایت کر گئی یہاں تک کہ انھوں نے بعض ائمہ کو اوصافِ الٰہیہ سے متصف کیا۔ دراصل یہ تشبیہ شیعہ حضرات نے وضع کی پھر بعض سنی حضرات نے اس کو اختیار کیا شیعہ حضرات انتظار اور رجعت کے قائل ہیں .... حالانکہ مولانا جعفر الصادق دین کے بہت بڑے عالم اور حکمت میں کامل تھے آپ دنیا میں بہت بڑے زاہد تھے اور خواہشات نفسانی سے بدرجۂ اتم پرہیز فرماتے تھے۔ آپ مدینہ میں عرصۂ دراز تک مقیم رہے اور ان شیعہ حضرات کو جو آپ کے دامن سے وابستہ تھے فیض پہنچاتے اور علوم کے اسرار سے بہرہ اندوز فرماتے رہے پھر آپ عراق تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصے تک مقیم رہے آپ نے کبھی امامت سے تعرض نہیں کیا اور نہ خلافت کے لئے کسی سے جھگڑا کیا۔ جو شخص معرفت کی دریا میں ڈوبا ہوا ہو وہ کنارہ پر آنا نہیں چاہتا اور جو حقیقت کی چوٹی پر پہنچ گیا ہو اسے گرنے کا ڈر نہیں رہتا۔ کہا گیا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے انس پیدا کیا وہ لوگوں سے گھبراتا ہے اور جس نے غیر اللہ سے دل لگایا اسے شیطانی وسوسے تباہ کر دیتے ہیں بعض غلو کرنے والے لوگوں نے جو باتیں آپ کی طرف منسوب

(البقیہ بر صفحہ ۵/ع)

جن الزاموں کی بوچھار کی ہے ان سب الزاموں کا پورا پورا جواب دوں۔ دعوت کی اکثر کتابیں میرے پاس موجود ہیں۔ غرض کہ میں نے "تاریخ فاطمیین مصر" کے نام سے ایک تالیف شروع کی۔ اس میں شیعوں کے اہم فرقے۔ اسماعیلی فرقہ کی ابتدا، بنو امیہ اور بنو عباس کے مقابلے میں بنو فاطمہ کی پوشیدہ تحریکیں۔ ائمہ مستورین، ائمہ ظہور، مولانا طیب کے نائبوں اسماعیلی فرقے کی اہم شاخوں کی سیاسی تاریخ شرح و بسط سے لکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یمن اور ہندوستان میں اسماعیلی دعوت کی ترقی، اسماعیلیوں کے مخصوص مذہبی علوم اور عقائد مختصر طور پر درج کئے گئے ہیں۔ اس تالیف کی تیاری کے لئے مجھے اہل ظاہر کی تاریخوں کے علاوہ اپنے اماموں اور داعیوں کی مذہبی کتابوں کا پوری توجہ اور کافی غور سے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ مطالعہ کرنا پڑا۔ کیونکہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے جس میں احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔ اس اثناء میں جو معلومات اپنے اماموں کے عقائد، ان کے باطنی علوم اور ان کی دعوت کے نظام کے متعلق حاصل ہوئے ان سب کو میں نے اس کتاب میں جمع کر دیا۔

اس تالیف کے حوالوں کی قدر و قیمت اور اہمیت۔

اس تالیف میں اکثر بیانات انھیں کتابوں سے لئے گئے ہیں جو ہمارے اماموں کے ظہور کے زمانے میں لکھی گئیں۔ یعنے اس عہد میں جب ان کا ظہور ہو چکا تھا۔ اور وہ بلادِ مغرب، مصر اور شام کے بعض علاقوں پر حکومت کرتے تھے۔ ان کتابوں میں اکثر تو ایسی ہیں جو نہ صرف اماموں کے حکم سے لکھی گئیں بلکہ خود ان کی نظر سے بھی گزریں اور انھوں نے ان کی قرأت کی بھی اجازت دے دی چنانچہ سیدنا قاضی نعمان اپنی کتاب "شرح الاخبار" کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ لکھتا اسے حضرت امامیہ میں پیش کرتا امام اس پر نظر ثانی فرماکر

کی بعض آپ نے ان سے برات کی اور ان پر لعنت بھیجی۔ اور غیبت، رجعت، بداء، تناسخ، حلول اور تشبیہ جیسے عقائد سے جو رافضہ کے مذاہب کی خصوصیتیں ہیں علیحدگی اختیار کی۔

(ب) مولانا مہدی نے ابو طاہر قرمطی کو جو خط لکھا اس کے الفاظ یہ ہیں:- تو نے کفر و الحاد کے الزام کو جو ہم پر لگایا تھا آپ اپنے افعال سے ثابت کر دیا ہے (فصل ۹ عنوان مولانا مہدی اور قرامطہ) (ج) فصل ۱۱ عنوان "حدود کی اہمیت اور ان کا ماخذ"

جو روایتیں غلط ہوتیں انھیں نکال دیتے اور جو صحیح ہوتیں انھیں برقرار رکھتے[1]۔ بہر حال ظہور کی اکثر کتابیں بہت مستند اور معتبر ہیں جن سے ہمیں اپنے مذہب کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ ان میں دو کتابیں تو بہت ہی اہم ہیں۔ کیونکہ وہ خود ہمارے چودھویں امام مولانا معز کی تصنیفیں ہیں۔ ایک "ادعیۃ الایام السبعہ لمولانا الامام المعز لدین اللہ" اور دوسری "تاویل الشریعہ من کلام الامام المعز"۔ مقدم الذکر کا حوالہ سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی (متوفی ۵۵۷ھ) نے جو ظہور کے آخری زمانے یعنے مولانا آمر کے عہد میں موجود تھے۔ اپنی مہتم بالشان کتاب "کنز الولد" میں سیدنا محمد بن طاہر بن محمد بن ابراہیم (متوفی ۵۸۴ھ) نے اپنی حقیقت کی تصنیف "الانوار اللطیفہ" میں اور سیدنا ادریس متوفی ۸۷۲ھ اپنی جلیل القدر کتاب "زہر المعانی" میں اور موخر الذکر کا حوالہ مولانا حاکم کے باب الابواب سیدنا حمید الدین کرمانی نے اپنی مشہور کتابوں "کتاب الریاض" اور کتاب "راحۃ العقل" میں دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے پڑھنے سے پہلے چند کتابوں کا پڑھنا ضروری ہے جن میں "تاویل الشریعۃ من کلام الامام المعز" شامل ہے۔ ان کے بعد مولانا معز کے ہمعصر سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تصنیفیں ہیں جو آپ کے باب الابواب ہیں۔ آپ کی کتابیں دو باتوں سے بہت اہم اور مستند مانی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ آپ باب الابواب ہیں۔ جن کا درجہ امام کے بعد ہی یعنے بالکل امام سے متصل تسلیم کیا جاتا

---

(۱) فصححت من ذلك ما بسطته فی کتابی هذا (شرح الاخبار) والفته بان عرضته علی ولی الامر و صاحب الزمان و العصر مولائی امام المعز لدین اللہ واثبت منه اثبته وصح عنده وعرفه آثر عن آباؤه الطاهرین واجاز لی سماعه وان ارویه لمن یاخذ عنی فبسطت فی هذا الکتاب ما اثبته واجازه وعرفه واسقطت منه ما دفعه من ذلك وانکرهما نسبه الی اهل الحق المبطلون وحرفه من قولهم المحرفون اذ هو من الذین عناهم رسول اللہ بقوله "یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الجاهلین (مقدمہ شرح الاخبار)

ہے۔ آپ کا درجہ فصل الخطاب[1] ہے۔ آپ بھی امام کی طرح معصوم ہیں۔ آپ کو امام اصغر کہتے ہیں[2]۔ آپ کے ضمن میں امام کی ہیکل جمع ہوتی ہے[3]۔ دوسرے یہ کہ آپ منصور الیمن کے فرزند یا پوتے ہیں جن کے ہاتھ پر یمن فتح ہوا۔ اور جنھوں نے اسماعیلی دعوت کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا[4]۔ گویا آپ سیدنا عبداللہ بن میمون القداح کے بعد اسماعیلی دعوت کے باپ ہیں۔ آپ کی شان میں سیدنا ادریس فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا قاضی نعمان بن محمد بیمار ہوئے۔ سب دعاۃ، اولیاء دولت اور قائدین نے آپ کی مزاج پرسی کی۔ صحت پانے کے بعد جب آپ مولانا معز کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو مولانا معز نے آپ سے پوچھا "تمھاری مزاج پرسی کے لئے کون کون آیا تھا"۔ آپ نے فرمایا جعفر بن منصور الیمن کے سوا سب آئے تھے۔ اس کے بعد مولانا معز نے دوسری باتیں شروع کیں۔ پھر آپ نے چند کتابیں منگوائیں اور ان میں سے ایک کتاب کھول کر سیدنا قاضی نعمان کو دی اور فرمایا دیکھو اس میں کیا ہے۔ سیدنا نے غور سے اس کا مطالعہ کیا۔ مولانا معز نے فرمایا تم اس کتاب کے متعلق کیا کہتے ہو۔ سیدنا نے کہا آپ کے سامنے کیا عرض کر سکتا ہوں۔ مولانا معز نے فرمایا یہ تمھارے مولیٰ کی کتاب ہے۔ اس سے امام کا مقصد یہ تھا کہ آپ سیدنا قاضی نعمان کو سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی بلند پائگی سے آگاہ کریں۔ جب سیدنا قاضی نعمان واپس ہوئے تو آپ نے سب سے پہلے سیدنا جعفر کے گھر کا قصد کیا۔ ملاقات کے وقت سیدنا کی قدم بوسی کے سوا کچھ آپ سے بن نہ پڑا[5]۔ دعوت کی موجودہ کتابوں میں سیدنا جعفر کی تصنیفیں بہت قدیم ہیں۔ پھر سیدنا قاضی نعمان، سیدنا حمید الدین کرمانی اور سیدنا موید شیرازی کی تصنیفیں ہیں۔ یہ سب ہمارے

(۱) واذا فصل الخطاب فهو الباب الذي سمته السنة الالهية نذيراً۔ (راحة العقل) المشرع السادس والسابع من السور الرابع) (۲) اکثر اساتذہ یہ فرماتے ہیں۔ (۳) ملاحظہ ہو مسلک الحقیقت (۲۶) (۴) سیدنا جعفر بن ابی القاسم الحسن بن فرح بن حوشب (منصور الیمن)۔ آپ مولانا معز کے ہم عصر ہیں۔ جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں۔ (تاویل الزکوٰۃ صفحہ ۱۲۶) آپ کی صرف ایک تصنیف "کتاب الفرائض و حدود الدین" میں جعفر بن محمد منصور الیمن لکھا ہے جو ممکن ہے سہو کاتب ہو۔ (۵) عیون الاخبار ۶ / ۲۶۰-۲۶۴

ظہور کے ہم عصر تھے۔ ستر کے داعیوں کے حوالے بہت کم اور بقدر ضرورت دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ ستر کے زمانے میں ائمہ نہیں تھے۔ ان عہد کے داعیوں کی کتابیں کس طرح مستند ہو سکتی ہیں؟ حالانکہ ہمارے ہاں تمام داعیوں کی کتابیں خواہ وہ ستر کے عہد کی ہوں یا ظہور کے زمانے کی معتبر اور مستند مانی جاتی ہیں۔ ان کے بیانوں میں اگر بظاہر کوئی اختلاف بھی پایا جاتا ہو تو کسی کو یہ حق نہیں کہ ان پر اعتراض کر سکے۔ رائے اور قیاس کو اسماعیلی تعلیم میں کوئی دخل نہیں ہے تسلیم اور تقلید کے آگے تنقید اور تحقیق سر جھکا دیتی ہے۔ آئندہ اس کی متعدد مثالیں پیش کی جائیں گی۔ ہم نے جن معتبر کتابوں کا حوالہ دیا ہے وہ آج کل بھی "جامعہ سیفیہ" واقع بلدہ سورت (گجرات) کے انتہائی حلقوں کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہیں ان کی تدریس کے لئے داعی حاضر سے خاص اجازت لینی پڑتی ہے۔

اس تالیف کے دو مقصد

چونکہ عربی زبان اور ادب کا سیکھنا سکھانا میرا پیشہ ہے اس لئے مجھے اپنی دعوت کی کتابوں کے مطالعے کا اچھا موقع ملا۔ علوم دینیہ کی تحصیل میں میری عمر کا بہت زیادہ حصہ گزرا۔ سنہ ۱۳۲۷ھ میں میں اسی غرض سے سورت روانہ ہوا اور تین سال وہاں کے فاضل اساتذہ سے دعوت کی اکثر کتابیں پڑھیں۔ وطن واپس آنے کے بعد بھی اسی طرف میری توجہ رہی۔ بہر حال اسماعیلیت کی حقیقت اور اس کے نظام کے اصول دریافت کرنے میں میں نے انتھک کوشش کی ہے۔ اس کا جو پھل مجھے ہاتھ آیا اپنے اسماعیلی بھائیوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس تالیف کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ میں نے خود اسماعیلیوں کے اصول و عقائد کے متعلق اپنی پہلی تالیف "تاریخ فاطمیین مصر" میں لکھا ہے اس کے مستند ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ کیونکہ اس دوسری تالیف میں مذہبی مسائل بہت شرح و بسط سے بیان کئے گئے ہیں جن سے میرے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس سے پہلے میں نے کہا ہے کہ مجھے تاریخ مذکور کی تالیف کے لئے مذہبی کتابوں کا کافی غور و خوض سے مطالعہ کرنا پڑا تاکہ میں تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ مذکورہ الزامون کا جواب بھی دے سکوں۔ الحمد للہ مجھے تاریخ مذکور کی تالیف میں تو کامیابی ہوئی اور ہمارے اماموں کی سیاسی تاریخ تیار ہو گئی لیکن افسوس ہے کہ لگاتار کوششوں پر بھی الزامات

بھاری پتھر کی طرح اٹھائے نہ اُٹھ سکے اور اس اہم فرض کے ادا نہ ہونے سے مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ شاید اس فرض کفائی کی ادائی کے لئے قدرت کسی اور بھائی کا انتخاب کر چکی ہے۔

میرا مقصد کوئی قدر و منزلت حاصل کرنا نہیں ہے۔ نہ میری غرض مال و دولت جمع کرنا ہے۔ بلکہ مجھے یقین ہے کہ میرے اکثر بھائی مجھ سے ناراض ہو جائیں گے لیکن میں کبھی ان سے ناراض نہ ہونگا۔ میں اپنے اور ان کے حق میں ہمیشہ دست بدعا رہوں گا کہ اللہ تعٰ ہم سب کو دین اسلام کا سیدھا راستہ دکھائے۔ یہ ایک تحقیقاتی کام ہے اس میں ذاتیات کو دخل دینا عقلمندوں کا شیوہ نہیں۔

میرے بعض بھائی میرے خلاف پروپگنڈا کرتے ہیں کہ میں اہل بیت کا دشمن ہوں لیکن یہ کہتے وقت وہ بھول جاتے ہیں کہ وہ اپنے اثنا عشری بھائیوں کے اماموں کو جو مولانا جعفر صادق کے بعد ہوئے مدعی اور غاصب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ ہم زید کو امام باطل کہتے ہیں حالانکہ وہ مولانا علی زین العابدین عٰ کے فرزند ہیں۔

اصلی عقائد میں تمام اسماعیلی فرقے آپس میں متفق ہیں۔

ممکن ہے ہمارے بعض اسماعیلی بھائی یہ کہیں کہ ان الزاموں کے ذمہ دار ہم نہیں ہیں بلکہ وہ اسماعیلی فرقے ہیں جو ہم سے نکلے مثلاً قرامطہ، دروزیہ، نزاریہ (خوجے) بدلیعیہ وغیرہ جنھوں نے اپنے غلو آمیز کارناموں سے اہل ظاہر کو ہم سے بدظن کر دیا۔ لیکن اس کتاب کے پڑھنے کے بعد یہ امر واضح ہو جائے گا کہ اسماعیلی مذہب کی بنا ہی ایسے اصول پر رکھی گئی ہے جن کی وجہ سے وہ اسلام سے الگ نظر آتا ہے۔ اس کی اصلی اور باطنی تعلیم میں ہم اور دوسرے فرقے سب آپس میں متفق ہیں۔ جن فرقوں نے اس تعلیم کو ظاہر کر دیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے ان سے ایسے افعال سرزد ہوئے جن سے وہ قابل الزام ٹھیرے اور جنھوں نے سیاسی مصلحت سے اُسے چھپا کر ظاہر میں اہل ظاہر سے تشبہ اختیار کیا وہ الزام کی گرفت میں نہ آسکے چنانچہ قرامطہ کے اکثر افراد عراق کے دیہاتی اور زراعت پیشہ تھے۔ اس لئے انھوں نے جوش میں آکر اپنا اصلی رنگ دکھا دیا۔ بخلاف مولانا مہدی کے جو ظہور کے پہلے امام ہیں۔ آپ نے بلاد مغرب فتح ہونے کے بعد محسوس کیا ہو گا کہ ان شہروں کے اکثر باشندے اہل ظاہر ہیں۔ اس لئے آپ نے

اپنا طرزِ عمل بدلا اور مذہبِ اصلی کو زیادہ اہمیت نہ دی تاکہ لوگ آپ کی امامت تسلیم
کرنے میں پس وپیش نہ کریں۔ آپ کے ظہور سے پہلے جو داعی گزرے ان کی اصلی اور باطنی
تعلیم چھپادی گئی(۱)۔ بلکہ جو لوگ ان پر علانیہ عمل کرنے لگے ان کو سخت سزائیں دی گئیں
چنانچہ سیدنا قاضی نعمان نے لکھا ہے کہ داعی ابو عبداللہ شیعی کے چند پیرووں نے ظاہری
شریعت کو چھوڑ دینے اور محرمات کے مرتکب ہونے کی کوشش کی۔ ایسے لوگوں کو مہدی
نے سخت سزائیں دیں۔ بعض کو قید اور بعض کو قتل کیا(۲)۔ مولانا معز نے بھی مصر فتح ہونے
کے بعد یہی پالیسی اختیار کی۔ خاص اسماعیلیت تو کجا عام شیعیت پر بھی اتنی توجہ نہیں کی
جتنی اپنے سیاسی اقتدار کے باقی رکھنے پر کی جیسا کہ آپ کے اس فرمان سے ظاہر ہے جو
آپ نے جوہر کے ذریعے مصریوں کو بھیجا(۳)۔ ورنہ ستر کے بعد ہمارے ائمہ کے ظاہر ہونے کی
اصلی غرض وغایت یہی تھی کہ اہلِ ظاہر نے جو دین میں تحریف اور تبدیلی کر دی ہے۔ اسے
دور کریں۔ حمدان قرمطی کے سالے اور معتمد عبدان کے قول سے جیسے سیدنا محمد بن طاہر
(متوفی ۵۸۴ھ) نے سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے حوالے سے اپنی کتاب الانوار اللطیفہ(۴)

---

(۱) (أ) ملاحظہ ہو اس مقدمہ کا عنوان "ہماری اسماعیلی تعلیم میں اختلاف اور اس کے کئی پہلو"۔ (ب)
قال محمد بن اسحٰق (ابن الندیم المتوفی سنۃ ۳۸۵ھ) قرأت کتاب عبدان
فرأیت فیہ امراً عظیماً من اباحۃ المحظورات والوضع من الشرائع واصحابہا
وبعد عشرین سنۃ تناقض المذہب وقل الدعاۃ فیہ حتی انی لا اری
من الکتب المصنفۃ فیہ شیئاً بعد ان کان فی ایام معز الدولۃ (المتوفی
سنۃ ۳۵۹ھ) فی اولہ ظاہراً شائعاً .... واما ببلاد مصر فالامر مشتبہ
ولیس یظہر من صاحب مصر المتملک علی الموضع شیء یدل علی ما کان یحکی
من جہۃ آبائہ والامر غیر ہذا والسلام۔ (فہرست ابن الندیم صفحہ ۲۶۸)
(۲) افتتاح الدعوۃ (صفحہ ۲۶۷) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۱ صفحہ ۱۰۱)
(۳) ملاحظہ ہو وہ نوٹ جو اس مقدمہ کے عنوان "ہماری اسماعیلی تعلیم میں اختلاف اور اس کے
کئی پہلو" کے تحت لکھا گیا ہے۔ (۴) الانوار اللطیفہ (الفصل الثانی من الباب
الثانی من السرادق الثالث)۔

میں نقل کیا ہے۔ اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ہم اور قرامطہ دونوں ایک ہی جماعت کے افراد ہیں۔ کیونکہ عبدان ایک مشہور قرمطی داعی تھا۔ اس کا قول مذکور یہ ہے :-
ومن ھذہ الحالۃ العظیمۃ قال سیدنا جعفر بن منصور الیمن اعلی اللہ قدسہ (فی فضیلۃ مولانا علی) .... ومن الجھۃ والحالۃ صح قول الداعی عبدان قدس اللہ روحہ ان الجمعۃ علی خدمۃ المولی لعبدہ فی ھذہ الدنیا[1]
عبدان کی ایک اور تصنیف بھی میرے ذاتی خزانے میں موجود ہے[2]۔ مزید برآں مولانا معز کا خط جو آپ نے حسن بن احمد قرمطی کو لکھا ہے اس امر کا بڑا ثبوت ہے کہ ہم اور قرامطہ وغیرہ عقائد میں بالکل ایک ہیں۔ آپ نے ابوسعید جنابی (متوفی ۳۰۱ھ) اور ابوطاہر سلیمان (متوفی ۳۳۲ھ) کو اپنی طرف منسوب ہی نہیں کیا ہے۔ بلکہ ابوطاہر کے گذشتہ اعمال کی جو ظاہر شریعت کی تعطیل کے نتائج ہیں تحسین بھی کی ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا[3] اس بارے میں مولانا معز کی دعاؤں سے بہتر ہمارے لئے اور کیا سند ہوسکتی ہے[4]۔

یہ تالیف چند فصلوں پر تقسیم کی گئی ہے۔ ہر فصل میں ایک علیحدہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور اس کے تمام اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ پڑھنے والے کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اور جس مسئلے کے متعلق وہ چاہے معلومات حاصل کرسکے۔ ہر فصل کے بعد ایک تبصرہ میں نے اپنی طرف سے لکھا ہے جس میں اس مسئلے کے متعلق چند امور پر توجہ دلائی گئی ہے۔ بہر حال جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ سب اپنی دعوت کی کتابوں سے ماخوذ ہے۔ ترجمہ کرنے میں امکانی کوشش کی گئی ہے کہ وہ اصل کے مطابق ہو۔ گو ایسا کرنے میں مجھے بعض مقامات پر اردو کے محاورہ سے کچھ الگ ہوجانا پڑا۔ حوالے کثرت سے دیئے گئے ہیں۔ جن بھائیوں کو میرے ترجمے سے تشفی نہ ہو وہ ان

(۱) الانوار اللطیفۃ (الفصل الثانی من الباب الثانی من السراج الثالث)
(۲) کتاب الرسوم والازدواج تالیف ابی محمد عبدان رحمۃ اللہ علیہ۔ (ان الاشیاء کلھا مزدوجۃ دیناً ودنیاً۔ اسی تالیف میں آنحضرت صلعم کی بیویوں کی طلاق کا ذکر ہے فصل ۲۳۔ عنوان "عائشہ کا طلاق")
(۳) فصل (۱) عنوان "مولانا معز کا خط حسن بن احمد قرمطی کے نام"
(۴) فصل (۶) عنوان "ادعیۃ ایام السبعۃ لمولانا المعز"۔

حوالوں کی مدد سے اصل کتاب سے خود تحقیق کر کے اطمینان حاصل کر لیں۔ اکثر مواضع پر اصل اور ترجمہ دونوں نقل کر دئے گئے ہیں۔ بعض موقعوں پر تکرار سے کام لینا پڑا۔ تاکہ مسائل اچھی طرح ذہن نشین ہو سکیں۔

آخر میں مجھے یہ کہنا ہے کہ میرے اسماعیلی بھائی تمام مسائل پر گہری نظر ڈالیں تاکہ ان پر بھی اسماعیلیت کی حقیقت کھل جائے۔ میرا پہلے یہ ارادہ تھا کہ میں اس تالیف کو عربی زبان میں لکھوں لیکن پھر سوچا کہ عربی دانوں کی تعداد آج کل بہت کم ہے اور آئے دن کم ہوتی جارہی ہے جس کی وجہ ہاتھوں کے لکیروں کی طرح ظاہر اور نمایاں ہے۔ اردو میں اگر ایسی کتابیں لکھی جائیں تو فائدہ عام ہوگا۔ اور اکثر لوگ ان سے مستفید ہو سکیں گے۔(۱) اردو کے اختیار کرتے میں بھی میں نے اس امر کا لحاظ رکھا ہے کہ زبان سہل اور عام فہم ہو تاکہ ہمارے وہ بھائی بھی جو اردو سے کچھ واقفیت رکھتے ہوں سمجھ سکیں۔ اگر کوئی صاحب گجراتی جاننے والوں کے لئے گجراتی زبان میں اس کا ترجمہ کر کے اس ضرورت کو پورا کر دیں تو مجھے بہت مسرت ہوگی۔

مورخہ ۱۰ ر شوال سنہ ۱۳۶۸ھ

زاہد علی
ولد
فضل علی مرحوم

۹۴ - حسینی علم حیدرآباد (دکن)

(1) It is true that Bhoras are industrious and enterprising, yet 95 P.C. of them are bigoted religionists, superstitious and ignorant, the priest classes though practically educated in Arabic support the reactionary movement against education saying that the

(بقیہ اردو عبارت صفحہ غ ۱۲)

study of English conduces to the loss of faith in Islam....disintegration of Surat College.... appropriation of all the higher degrees in their own family. (Gulzar-e-Daudi by Mian Bhai, B.A., Mulla Abdul Husain, an educated Bhora of Burhanpur, P. 76-86 Ed. 1920). In this connection see also Mosam-i-Bahar, Vol. III by Mian Sahib Mohammed Ali, Madrasi edited in 1299 A.H. by the permission of Syedna Najamuddin who died in 1302 A.H.

اس سلسلہ میں موسم بہار (مصنفہ میاں صاحب محمد علی صاحب مدراسی کی تیسری جلد کا آخری حصہ ملاحظہ فرمائیے جو سیدنا نجم الدین صاحب متوفی سنہ ۱۳۰۲ھ کے عہد میں سنہ ۱۲۹۹ھ میں طبع ہوئی۔ اس تاریخ میں جماعت کی حالت بہت وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔

فصل (۱)

توحید

باری تعالیٰ کے اوصاف اور عالم ابداع کی پیدائش

توحید کے سمجھنے سے پہلے ابتدائے عالم روحانی کی کیفیت کا جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ ہمارے اعتقاد کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے تمام نعوت اور اوصاف مثلاً خالق، عالم، قادر وغیرہ مجازی ہیں۔ حقیقت میں وہ عقل اول پر صادق آتے ہیں جو عالم روحانی کا پہلا موجود ہے۔ عالم جسمانی میں ان اوصاف و نعوت سے امام الزمان موصوف ہوتے ہیں کیونکہ وہ اس عالم میں عقل اول کے مقابل ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ کا لفظ بھی جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا عقل اول اور امام پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس لئے ذاتِ باری تعالیٰ کو مُبدع یا غیب بلکہ غیب الغیوب کہتے ہیں[1]۔ اسے کسی وصف سے موصوف کرنا گویا اس کی ذات میں کثرت ثابت کرنا ہے جو شرک کا مترادف ہے۔ اگر ہم اسے صانع کہیں تو صانع اس بات کا مقتضی ہوگا کہ

(۱) (ا) کنز الولد لسیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی (صفحہ ۴۵۶ - ۴۵۷) (ب) فصل (۱) عنوان عقلِ اول یا عقلِ عاشر یا امام الزمان کا خدا کے اوصاف سے موصوف ہونا۔

اس کے ساتھ صنعت اور مصنوع دونوں ہوں۔ اسی طرح اگر ہم اسے قادر کہیں تو لفظ قادر یہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ قدرت اور مقدور علیہ کا بھی تصور ہو۔ یہی حال تمام اوصاف و نعوت کا ہے۔ ایک چیز کے ثابت کرنے سے اور دو چیزیں اس کیساتھ شریک ہوجاتی ہیں اور سب مل کر تین ہوجاتی ہیں جن سے بجائے توحید کے تثلیث لازم آتی ہے۔

مولانا محمد باقرؑ سے روایت کی جاتی ہے کہ "بے شک اللہ تعالیٰ عالم ہے لیکن اس معنیٰ سے کہ وہ جسے چاہتا ہے اس کو علم کی دولت بخش کر عالم بناتا ہے۔ نہ اس معنیٰ سے کہ خود علم اس کی ذات میں قائم ہے (۱)۔ یہی مذہب معتزلہ کا ہے اور حکمائے یونان کا بھی یہی قول ہے (۲)۔ واحد کا لفظ بھی باری تعالیٰ پر اطلاق کرنا اس کی شان کے خلاف ہے۔ اخوان الصفاء کے ایک رسالے میں لکھا ہے کہ حکماء فیثاغورین باری تعالیٰ کا مقابلہ عدد واحد سے کرتے ہیں لیکن ہم اس کی ذات کو اس سے بھی منزہ اور مبرا سمجھتے ہیں۔ ہم اسے عاد (شمار کرنے والا) کہتے ہیں۔ واحد تو معدودات میں ہے جو اس کی مخلوقات ہیں (۳)

جب باری تعالیٰ تمام اوصاف سے منزہ اور مبرا ہے اور ہم اس پر کسی وصف کا اطلاق نہیں کرسکتے۔ اور ہماری عقلیں اس کی ذات تک نہیں پہنچ سکتیں تو وہ چیز جو اس کے دون یا سوا ہے اور جس پر ہم گفتگو کرسکتے ہیں تمام اوصاف و نعوت کی حامل ہوگی۔ اسے ہم موجود اول کہتے ہیں جس سے تمام دوسرے موجودات وابستہ ہیں۔ موجودات میں ہر شئے کی ایک علت ہے اور موجود اول تمام علتوں کی علت ہے جیسے اعداد میں ہر نیچے کے عدد کی علت اس کے اوپر کا عدد ہے۔ مثلاً دس کی علت نو ہے۔ پھر نو کی علت آٹھ ہے اسی طرح اوپر جاتے جاتے تمام اعداد کی علت ایک ٹھہرتا ہے۔ ایسے ہی تمام موجودات کی علت اولیٰ اور محرک اول موجود اول ہے جس کا نام عقل اول ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس نے اپنی ذات کو پہچان لیا۔ یہی ملک مقرب اور

(۱) التوحید من قبیل نفی الصفات (راحۃ العقل) رسلتان مخطوطتان للجعفی (انگریزی ترجمہ) (۲) قال فیثاغورث أن الباری واحد لاکالاحاد ولا یدخل فی العدد ولا یدرک من جھۃ العقل وانما یدرک باثارہ وصنائعہ (شہرستانی صفحہ ۱۹۲)
(۳) رسالۃ المبادی العقلیۃ۔

اسم اعظم ہے ۔بلکہ یہی اللہ، خالق اور باری اور مصور ہے ۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ھو اللہ الخالق البارئ المصور (۱)۔ شریعت کی اصطلاح میں اسے عقل نہیں
کہتے بلکہ قلم کہتے ہیں (۲)۔ چونکہ باری تعالیٰ کی ذات میں کسی قسم کی نہ تو کثرت ہے اور نہ ترکیب
اس لئے اس سے صرف عقل اول ہی کا صدور ہوا جو ایک ہی ہے (۳)۔ اگر باری تعالیٰ ایک
ہوتا تو اس سے دو موجود صادر ہوتے کیونکہ ایک کے بعد دو کا رتبہ ہے۔

عقل اول کو دو نسبتیں حاصل ہیں ایک ابداع کی جو نسبت اشرف کہلاتی ہے
اور ایک مُبدَع کی جس کو نسبت ادون کہتے ہیں یعنی عقل اول کو اگر باری تعالیٰ کی
طرف سے دیکھیں تو وہ اس کا ابداع ہے اور اس پر اگر اس کی ذات ہی کے لحاظ سے
نظر ڈالیں تو وہ باری تعالیٰ کا مُبدَع ہے ۔نسبت اشرف سے منبعث اول یعنی عقل ثانی
کا وجود ہوا جو قائم بالفعل ہے اور نسبت ادون سے منبعث ثانی کا صدور ہوا جو قائم
بالقوہ ہے اور جسے "ہیولیٰ وصورۃ" کہتے ہیں۔ منبعث اول کو شریعت کی اصطلاح میں "قلم"
اور منبعث ثانی کو "لوح" کہتے ہیں۔

اس کے بعد عقل اول اور منبعث اول سے سات عقول منبعثہ کا یکے بعد دیگرے
وجود ہوا جن پر انبعاث ختم ہو گیا۔ ان کو حروف علویہ بھی کہتے ہیں۔ ان کا نور ہیولیٰ اور
صورت میں جن سے آسمان اور زمین بنے جاری وساری ہے۔ ان کے بعد عقل عاشر

---

(۱) المبدع الاول = الذی خلق (المصور) المنبعث الاول = الاساس (الباری)
الموجود الثالث = الامام (الخالق) یجمع اللہ تعالیٰ المراتب الثلاثۃ فی آیۃ واحدۃ
ونسبھا الی الاول فقال ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ
ای لہ المراتب التی دون ذلک (راحۃ العقل۔ المشرع السادس من السور
السابع) (۲) کلام مجید میں قلم کا ذکر ان آیتوں میں ہے (ا) ن والقلم وما یسطرون
ما انت بنعمۃ ربک بمجنون (القرآن ۶۸) (ب) اقرأ وربک الاکرم
الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم (القرآن ۹۶/۳) (۳) راحۃ العقل
(المشرع الثالث من السور الثالث) حکمائے یونان نے بھی بقول "لا یصدر عن
الواحد الا الواحد" اسی طرح موجودات کا نظام بتایا ہے۔

کا درجہ ہے جو مدبر ہیولیٰ وصورت یعنی مدبر عالم طبیعت کہلاتے ہیں اور یہی جسمانی عالم کے حدود ہیں۔

ابداعی اور انبعاثی عقول کے دس ہونے کی دلیل اعداد سے لی گئی ہے مثلاً

(۲) اور (۲) کا حاصل ضرب (۴) ہے (۱) اور (۲) اور (۳) کا حاصلِ ضرب (۶) ہے۔ (۴) اور (۶) کے جمع کرنے سے (۱۰) پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری دلیلیں اعداد کے مراتب عالم جسمانی کے حصے اور عالمِ دین کے حدود سے ذیل کے نقشے کے موافق لی گئی ہیں:۔

(۱) عالم العقول	(۲) عالم العدد	(۳) عالم الجسم	(۴) عالم الدین	(۵) عالم الدین
(۱) عقل اول	= واحد	= فلک اعلیٰ	= ناطق	-
(۲) عقل ثانی	= اثنان	= فلک مکوکب	= اساس	= وصی -
(۳) عقل ثالث	= ثلاثہ	= فلک زحل	= امام	= متم اول -
(۴) عقل رابع	= اربعہ	= فلک مشتری	= باب	= متم ثانی -
(۵) عقل خامس	= خمسہ	= فلک مریخ	= حجت	= متم ثالث -
(۶) عقل سادس	= ستہ	= فلک شمس	= داعی البلاغ	= متم رابع -
(۷) عقل سابع	= سبعہ	= فلک زہرہ	= داعی مطلق	= متم خامس -
(۸) عقل ثامن	= ثمانیہ	= فلک عطارد	= داعی محصور	= متم سادس -
(۹) عقل تاسع	= تسعہ	= فلک قمر	= ماذون مطلق	= متم سابع -
(۱۰) عقل عاشر	= عشرہ	= ہیولیٰ (عالم طبیعت)	= ماذون محصور	= ناشر

عالم کے چار اقسام یعنی عالم ابداع، عالم جسم، عالم دین اور عالم انبعاث ثانی اعداد کے چار مراتب یعنی آحاد، عشرات، مئات اور الوف کے حسب ذیل مقابل ہیں:۔

(۱) عالم ابداع = آحاد
(۲) عالم جسم = عشرات
(۳) عالم دین = مئات
(۴) عالم انبعاث ثانی = الوف

سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی (متوفی ۵۵۷ھ) جو دور ستر کے دوسرے داعی مطلق ہیں علم حقیقت کی زبان میں ابداع و انبعاث کی کیفیت اس طرح بیان

کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سیدنا حمید الدین کرمانی نے جو کچھ اپنے مضمون کے متعلق اپنی کتاب "راحۃ العقل" میں لکھا ہے وہ رموز اور اشارے ہیں۔ اور ان کا طرز بیان فلسفیانہ ہے حقیقت یہ ہے کہ مبدع سبحانہ تعالیٰ نے ابتدا میں اپنی قدرت سے بے انتہا صورتیں ایک ہی آن میں پیدا کیں جو وجودِ اول اور کمالِ اول میں مساوی تھیں۔ یعنے حیات، علم اور قدرت میں ان کے درمیان کوئی تفاوت نہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عادلِ حقیقی ہے۔ اگر وہ ایک کو زیادہ قوت دیتا اور دوسرے کو کم تو معاذاللہ ظالم کہلاتا۔ ان صورتوں کا نام عالمِ ابداع ہے۔ ان کو عالم روحانی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام صورتیں روحانی تھیں۔ ان میں کسی قسم کی کثافت نہ تھی۔ ان کا جلال، شرف، فضل اور کمال انتہائی درجہ کا تھا۔

عقلِ اول

ان میں سے ایک صورت نے بغیر کسی تعلیم و الہام کے اپنی اور اپنے ابنائے جنس کی ذات کی طرف غور سے دیکھا اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ میں اور میرے ساتھی از خود پیدا نہیں ہوئے بلکہ ان کے پیدا کرنے والی ایک الگ ہستی ہے جس کا ادراک ہم نہیں کر سکتے۔ اور جس کا احاطہ کرنا ہماری قدرت سے باہر ہے۔ پس اس صورت نے اپنی اور اپنے ابنائے جنس کی ذات سے الاہیت کی نفی کی اور اپنے مُبدِع کی وحدانیت کی گواہی دی۔ اس توحید کے عمل کی جزا میں مُبدِع نے اسے اپنا مقرب کر کے اپنی تائید سے سرفراز کیا۔ اب اس کی ذات میں وہ نور پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھیوں سے ممتاز ہو گئی۔ کمالِ اول تو پہلے ہی سے حاصل تھا۔ اب کمالِ ثانی بھی اسے حاصل ہو گیا یعنے اسے علمِ ماکان و علمِ ماسیکون(۱) کی دولت ملی۔ اسی صورت کا نام عقلِ اول ہے اس کے دوسرے نام مُبدَعِ اول، سابق اور قلم بھی ہیں اس کے متعلق ایک حدیث یہ ہے:۔ "اول ما خلق اللّٰہ العقل ثم قال لہ اقبل فاقبل و ادبر فادبر فقال لا ثیبن بک ولا عاقبن بک"

یعنے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا آگے آ۔ پس وہ

---

(۱) یعنے واقعات گزشتہ اور واقعاتِ آئندہ کا علم۔

آگے آئی اور کہا پیچھے جا۔ تو وہ پیچھے گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا میں تیری ہی وجہ سے ثواب دوں گا اور تیرے ہی باعث عذاب کروں گا۔"

عقلِ ثانی یا منبعثِ اول

عقلِ اول کو دیکھ کر ان تمام صورتوں میں سے دو صورتوں کو انبعاث ہوا یعنے وہ یہ سوچنے لگیں کہ عقلِ اول کو جو امتیاز حاصل ہوا اس کی کیا وجہ ہے۔ بہت غور و فکر کے بعد یہ دونوں صورتیں بھی اس نتیجے پر پہنچیں کہ کوئی نہ کوئی ہمارا پیدا کرنے والا ہے اور ہم اس کے پیدا کردہ ہیں۔ ہم اپنی ذات سے ہرگز پیدا نہیں ہوئے۔ غرضیکہ ان دونوں صورتوں نے بھی خدائے تعالیٰ کا اقرار کیا اور اس کی توحید کی۔ اور اپنے سابق یعنے عقلِ اول کے تقدم کا بھی اقرار کیا۔ مگر ان دونوں میں فرق اتنا ہی تھا کہ ایک صورت توحید، اقرار اور اعترافِ تقدمِ اول میں دوسری صورت سے کچھ پہلے تھی۔ اس پہلی صورت کو عقلِ اول نے اپنا حجاب (یعنے مددگار) بنایا۔ اور اسے اس تائید سے بہرہ ور کیا جو خود اسے مبدع سبحانہ تعالیٰ سے متصل ہوئی تھی۔ اب اس صورت کو بھی کمالِ ثانی حاصل ہو گیا۔ یہ بھی "علم ماکان" اور "علم مایکون" پر حاوی ہو گئی۔ اس صورت کا نام عقلِ ثانی ہے۔ اس کے دوسرے نام منبعثِ اول، نفسِ کلیہ اور لوح بھی ہیں۔ سیدنا حمید الدین نے اسے قلم اور عقلِ ثالث کو لوح کہا ہے۔

عقلِ ثالث اور اس کا گناہ

دوسری صورت منبعثہ کو جو پہلی صورت منبعثہ سے توحید اور اقرار میں کچھ پیچھے تھی یہ اقرار کرنا چاہیے تھا کہ میں پہلی صورت سے پیچھے ہوں اور اسے تقدم کا شرف حاصل ہے مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ یہ سمجھا کہ میں اور پہلی صورت دونوں برابر ہیں اور ہمارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اس کا گناہ ہوا جس کی وجہ سے وہ اپنے تیسرے درجے سے گر گئی اور اس میں ظلمت پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اگر گناہ کا اقرار کر لیتی تو وہ عقلِ ثالث کہلاتی"(۱)۔

(۱) گناہ کا تصور اخوان الصفاء سے لیا گیا ہے۔ یہ لوگ شر کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: الشر التخلف عن اللحوق بدرجة الفاضل فمتى اغفل المفضول عن اللحوق بدرجة الفاضل ورضي لنفسه بالمكان الخسيس الرذل فهو الشر المحض البعيد عن الخير (الرسالة الجامعة صفحہ ۳۲۸۔ قصہ آدم صفحہ ۵۲)

سیدنا حمید الدین جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا یہ کہتے ہیں کہ منبعث ثانی کے وجود کا سبب عقل اول کی "نسبت ادون" ہے جو اسے مبدع ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔ سیدنا ابراہیم یہ کہتے ہیں کہ عقل اول جسے حد اعلیٰ (یعنی اعلیٰ رکن دعوت) میں نسبت ادون کا تصور کرنا اس کی شان کے شایاں نہیں ہے۔ نسبت ادون سے مراد وہ عجب یا خود پسندی ہے جو عقل اول کو لاحق ہوئی۔ یعنے اس نے یہ سمجھا کہ اب میں خدا کا اول مددگار ہوں مجھ سے زیادہ کوئی فاضل اور شریف نہیں ہے۔ اس عجب سے منبعث ثانی کا وجود پیدا ہوا(۱) سیدنا موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ منبعث ثانی کو پہلے خدائے تعالیٰ کی شان میں علی سبیل الغلو سہو ہوا۔ یعنے اس کی الاہیت کی شہادت ایسی نہ دی جس طرح عقل اول نے دی تھی۔ پھر منبعث اول میں اس سے سہو ہوا۔ یعنے اس کے تقدم کا اقرار نہیں کیا۔(۲) گویا اس سے دو غلطیاں ہوئیں۔

دوسرے سات عقول

اب عقل اول نے عقل ثانی کو اپنا حجاب بنایا اور اس کے ذریعے سے دعوت کرنا شروع کی یعنے عالم ابداع کی دوسری صورتوں کو توحید کی طرف بلایا۔ یہاں سے ہماری دعوت اسماعیلیہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ سات عقول نے یکے بعد دیگرے اس دعوت کا جواب دیا۔ ہر عقل کے ساتھ صورتوں کی ایک بڑی جماعت تھی جو اس کی پیروی کرتی تھی۔

عقل عاشر

دوسری صورت منبعثہ نے جب یہ دیکھا کہ میں بہت پیچھے رہ گئی ہوں اور دوسری سات صورتیں جنھیں مجھ سے پہلے انبعاث بھی نہیں ہوا تھا آگے بڑھ کر عقول بن گئی ہیں تو اسے بہت افسوس ہوا اس نے عقل تاسع کی جماعت کی آخری صورت سے اپنے پیچھے رہ جانے کا سبب

---

(۱) وهو ذو نسبتين اشرف وادون وليس ينسب الى ذلك الجد الجليل دناءة ...... واما النسبة الادون المضافة الى ذاته فذلك انه لما فكر او لا فظن بالاهية مبدعه ...... خطر في باله عجب زاده رفعة وشرفا من ابناء جنسه ...... فكان هذا الوهم الثاني هو النسبة الادون كنز الولد صفحہ ۹۶) (۲) المنبعث الثاني سها في الله اولا ثم في المنبعث الاول ثانياً (كنز الولد صفحہ ۱۴۳)

پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تم عقل ثانی کے تقدم کا اقرار کر لیتے تو عقل ثالث بن جاتے خیر۔ اب بھی وقت ہے۔ توبہ کر لو اور اپنے گناہوں کی معافی چاہو۔ تمہاری توبہ ضرور۔ قبول ہو جائے گی۔ یہ سن کر اس نے یکے بعد دیگرے تمام عقول کو اپنا شفیع بنایا۔ اور ان کی شفاعت سے اپنے گناہ کی معافی مانگی۔ عقل ثانی نے اس کا گناہ معاف کیا۔ اب یہ صورت عقل عاشر بن گئی یہاں سے ہمارے پاس شفاعت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

ہیولیٰ اولیٰ

گو عقل عاشر کا گناہ معاف کیا گیا اور اسے عقل کا درجہ ملا لیکن اس سے کہا گیا کہ جو صورتیں تمہاری پیروی کی وجہ سے گمراہ ہوئی ہیں ان کی ہدایت تم پر واجب ہے۔ جب تک وہ ہدایت نہ پائیں گی تمہاری ترقی نہیں ہو سکتی۔ ان صورتوں کے مجموعے کا نام ہیولیٰ اولیٰ ہے۔ اس کو سیدنا ابراہیم نے منبعث ثالث کہا ہے۔ حالانکہ سیدنا حمید الدین نے اس کا نام منبعث ثانی رکھا ہے (۱)

جسم کل اور اس سے آسمان زمین اور عناصر کا بننا

اب عقل عاشر نے ان گمراہ صورتوں کو توحید کی دعوت کرنا شروع کی۔ انھیں یہ سمجھایا کہ اگر تم میری دعوت کا جواب دو گے تو جس طرح میرا گناہ معاف کر دیا گیا ہے اسی طرح تمہارا گناہ بھی معاف کر دیا جائے گا۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ انکار کرتی چلی گئیں۔ جس کے باعث ان کی ذات میں دم بدم تاریکی پر تاریکی پیدا ہوتی گئی۔ انھوں نے پریشان ہو کر متفقہ طور پر ایک زبردست حرکت کی۔ تاکہ وہ اپنی مصیبت سے نجات پائیں۔ اس حرکت سے ان کی ذات میں طول پیدا ہو گیا پھر دوسری حرکت کی جس سے عرض نمودار ہوا۔ پھر تیسری حرکت کی جس سے عمق ظاہر ہوا۔ یہ تینوں حرکتیں عقل عاشر ہی کے ارادے سے ہوئیں اسی وجہ سے اسے مدبر عالم طبیعت کہتے ہیں۔ اب یہ تمام صورتیں مجسم ہو کر جسم کل کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ جو

---

(۱) فاجتمع هذا القسم الثاني وهو المنبعث الثالث الذي رمز به سيدنا حميد الدين في الرسالة الحاوية (كنز الولد، صفحہ ۱۸)۔

کثافت کا اصل ہے۔

زمین و آسمان کی خلقت

عقلِ عاشر کی دعوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان گنہگار صورتوں میں تین قسم کی جماعتیں پیدا ہوگئیں پہلی نادم و مستغفر جس نے اپنے کئے پر پچھتا کر استغفار کیا۔ ایسی صورتوں سے عقلِ عاشر نے دس افلاک اور کواکب بنائے۔ افلاک کی تعداد دس عقول پر رکھی گئی۔ دوسری شاک اور متحیر جو شاک اور حیرت میں رہی ان سے عناصر اور یا امہات یعنے آگ، ہوا، پانی اور مٹی تیار کی۔ اسی وجہ سے ان میں ہمیشہ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جس طرح شاک اور متحیر کے خیالات ہمیشہ پراگندہ رہتے ہیں۔ تیسری مصر و مستکبر جس نے اپنی ہٹ اور تکبر نہ چھوڑا۔ اس جماعت سے صخرہ بنایا۔ صخرہ سے مراد ایک بہت سخت پتھر کا بڑا گولا ہے جو افلاک کا مرکز ہے اور جس کے اطراف وہ گھومتے ہیں۔ ہم جسے زمین کہتے ہیں وہ اصل میں ایسا مادہ ہے جو عناصر کی تبدیلیوں سے تیار ہو کر صخرہ کے اوپر جم گیا ہے۔ اب افلاک اور ستارے حرکت کرنے لگے ان کی حرکت اور عناصر کی تبدیلیوں سے موالید ثلاثہ یعنے معدنیات، نباتات، اور حیوانات ظہور میں آئے۔ سات سیاروں میں سے ہر سیارے کا دور ایک ہزار برس رہا۔ اس کے ساتھ دوسرے سیارے مدد دیتے رہے۔ ہر سیارے کے دور میں ایسے لوگوں کے خمیر (خمائر) تیار ہوئے جو اس کی طبیعت کے موافق تھے مثلاً زحل کے دور میں حبشیوں اور کم عقل لوگوں کے خمیر تیار ہوئے۔ مشتری کے دور میں پرہیزگار اور نیک لوگوں کے خمیر بنے اس طرح سے اور دوسرے سیاروں کے ادوار میں ان کی طبیعت کے موافق مختلف قسموں کے لوگوں کے خمیر بنے۔ ان باتوں کی بڑی تفصیلیں قدیم یونانی فلسفے سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔ یہاں ان کے دہرانے کی گنجائش نہیں۔

شخص بشری کا ظہور

تقریباً پچاس ہزار برس میں بشر کا وجود ہوا۔(۱) مختلف معادن

(۱) ثم کان فی آخر تدبیر زحل واول تدبیر القمر ظہور الشخص البشری نباتا من الارض کما قال تعٰ "واللہ انبتکم من الارض نباتاً" (المبدأ والمعاد لسیدنا حسین بن علی بن محمد بن الولید المتوفی ۶۶۷ھ)۔

نباتات اور حیوانات سے بخارات اوپر چڑھ کر بادل بنے پھر وہ پانی بن کر زمین پر برسے۔ ان کے برسنے سے زمین میں چھوٹے چھوٹے گڑھے پڑ گئے جنکی تشبیہ عورت کے رحم سے دی گئی ہے۔ بخارات سے جو پانی برسا وہ ان گڑھوں میں ٹھیر گیا جس طرح رحم میں عورت کا مادہ ٹھیرتا ہے۔ اس کے بعد مختلف معادن نباتات اور حیوانات سے پھر ایسے بخارات اوپر چڑھے جو پہلے بخارات سے زیادہ لطیف تھے۔ یہ پانی بن کر ان گڑھوں میں گرے جن میں پہلے بخارات قرار پا چکے تھے۔ ان کی تشبیہ مرد کے مادے سے دی گئی ہے۔ غرض کہ یہ دونوں قسم کے پانی آپس میں مل کر نو مہینے کے بعد ایک شئے بن گئے جس پر بشر کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ ہر گڑھے میں ایک بچہ تیار ہوا جو طاقت اور قوت میں معمولی بچے سے چار گنا زیادہ تھا۔ یعنے چار سال کا بچہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ ساتویں سال ہی میں حد احتلام کو پہنچ گیا[1] کیونکہ اس کے ماں باپ زمین اور آسمان تھے۔ بخلاف معمولی بچوں کے جن کے ماں باپ انسان ہوتے ہیں نر بچوں کے پیدا ہونے کے بعد جو مادہ گڑھوں میں باقی رہ گیا تھا اس سے مادہ بچے پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی پرورش گڑھوں کے پانی سے ہوئی۔ ہر بچے کو اپنی دو انگلیوں سے بھی کچھ مادہ پرورش کا ملتا تھا۔ اسی وراثت کا اثر اب تک بچوں میں باقی ہے کہ ہر بچہ انگوٹھا یا انگلی چوستا ہے۔ اسی طرح بشر کے افراد تمام جزیروں میں پیدا ہوئے۔[2]

صاحب جثہ ابداعیہ اور اٹھائیس بہترین اشخاص تمام دنیا میں

مگر بہترین اشخاص سرندیپ (لنکا) میں ظاہر ہوئے۔[3] ان سب میں بہترین اٹھائیس اشخاص تھے اس عدد کی تخصیص

---

(۱) کنز الولد لسیدنا ابراہیم بن الحسین صفحہ ۳۵۸) (۲)، (أ) الحیوانات التامۃ الخلقۃ کونت فی بدء الخلق ذکراً و انثیٰ من الطین ثم تناسلت و انتشرت فی الارض من تحت خط الاستواء و ہناک کان آدم و زوجتہ (رسائل اخوان الصفاء $\frac{۲}{۱۵۵}$) (ب) راحۃ العقل (فی اول المشرع السابع من السور السابع) (ج) کنز الولد صفحہ (۳۳۶) (۳) اس میں بھی اختلاف ہے صاحب جموع الحقائق کہتے ہیں کہ صاحب جثہ ابداعیہ مکہ اور غدیر خم کے غاروں سے نکلے۔

کی وجہ یہ ہے کہ قمر کے اٹھائیس منازل ہیں اور حروف ہجا بھی اٹھائیس ہیں[1]۔ ان میں سے صرف ایک شخص کو بغیر کسی تعلیم و الہام کے اپنے خالق کا خیال پیدا ہوا اس نے اپنے معبود کی توحید کی عقل عاشر نے اسے تائید بخشی[2]۔ اور اس کو ان تمام لوگوں کا سردار بنایا جو اس کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ اس شخص کا نام "صاحب جثہ ابداعیہ" ہے اور یہ تمام موجودات جسمانیہ کا زبدہ اور خلاصہ ہے۔ اس کا مقام عالم جسمانی میں وہی ہے جو عقل اول کا عالم روحانی میں ہے۔ اسے آدم اول بھی کہتے ہیں عقل عاشر کی تائید حاصل ہوتے ہی اسے "ما کان وما سیکون" کا علم حاصل ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھ کے ستائیس اشخاص کو خدا کی طرف دعوت کرنا شروع کی۔ ان لوگوں نے اسکی دعوت کا جواب دیا اور اس کے مددگار بن گئے۔ ان مددگاروں کو ہماری اسماعیلی دعوت کی اصطلاح میں "حدود" کہتے ہیں جس کا واحد "حد" ہے۔ گویا دعوت کے ہر رکن کے چند فرائض اور حقوق ہیں جن کی حدود سے وہ بڑھ نہیں سکتا۔ اس لئے دعوت کے ہر رکن کو "حد" کہا جاتا ہے۔ صاحب جثہ ابداعیہ اور اس کے ستائیس مددگار "اولوا العلم" کہلاتے ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ "شهد الله انه لا اله الا هو والملئكة واولوا العلم" یہاں اللہ سے عقل اول ملائکہ سے نو عقول مجردہ اور ہر ایک کے دائرے میں جتنے عقول ہیں اور "اولوا العلم" سے صاحب جثہ ابداعیہ اور اس کے ساتھ کے ستائیس حدود مراد ہیں۔ صاحب جثہ ابداعیہ نے اپنی دعوت کی تنظیم اس طرح کی۔ زمین کو بارہ جزیروں یا حصوں میں تقسیم کیا[3] ہر جزیرے میں ایک نہاری حجت کو بھیجا۔ اسے حجت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ امام کی طرف سے ایک جزیرے کے لوگوں پر خدا کی حجت قائم کرتا ہے۔ بارہ لیلی حجتوں کو اپنے جزیرے میں رکھا۔ تاکہ وہ لوگوں کو علم باطن کی تعلیم دیں ہماری اولی

---

(۱) دنیا کے اٹھائیس بہترین اشخاص۔ قمر کے اٹھائیس منازل اور ہجا کے اٹھائیس حروف میں کیا تعلق ہے اور اس تشبیہ میں کیا معقولیت ہے؟ (۲) جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- "وایدناه بروح القدس" (۳) الهند، الروم، السند، الزنج، الصين، العرب، الحبش، البربر، الخزر، الصقالبة، الترك، النوبه (مجموعة التربية لسيدنا محمد بن طاهر)۔

میں نہار سے ظاہری شریعت اور لیل سے باطنی شریعت مراد ہے[1]۔ یہی وجہ لیلی حجتوں اور نہاری حجتوں کے امتیاز کی ہے۔ بارہ لیلی حجتوں میں جو بہترین شخص تھا اسے صاحب جنۂ ابداعیہ نے اپنا "باب" مقرر کیا۔ یعنی جس کسی کو امام کی حضرت میں حاضر ہونا ہو اس کے ذریعے سے حاضر ہو سکے۔ باب کے تحت اور تین حدود یعنے داعی، ماذون اور مکاسر مقرر کئے تاکہ داعی لوگوں کو امام کی طرف بلائے۔ ماذون ان سے عہد و میثاق لے اور مکاسر ان کے باطل مذہبوں کو رد کر کے مذہب حق انھیں بتائے۔ ان ستائیس حدود کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) لیلی حجتیں	۔ ۱۱	۱۲
باب	۔ ۱	
(۲) نہاری حجتیں	۱۲	
(۳) داعی	۔ ۱	
(۴) ماذون	۔ ۱	
(۵) مکاسر	۔ ۱	
جملہ حدود	۔ ۲۷	

تبصرہ

راحۃ العقل کی شان

ابتدا میں عالم روحانی کے وجود کی بیان کی ہوئی کیفیت "راحۃ العقل" سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب توحید اور دوسرے مذہبی مسائل میں

(۱) لیکن سیدنا حمید الدین اپنے ایک سالے میں فرماتے ہیں کہ نہار سے مراد باطن ہے کیونکہ اس میں ہر شئے صاف نظر آتی ہے اور لیل سے مراد ظاہر ہے کیونکہ اس میں تاریکی کے سوا کوئی اور چیز نہیں (الرسالۃ الحاویہ فی اللیل والنہار من ثلاث عشرۃ رسالۃ)۔ ایک مثال ہے "تاویلوں میں اختلاف" کی بہرحال ہمارے ذہن میں جو بات آئی ہم نے اسے قلمبند کر دیا اور اپنا مطلب نکال لیا

بہت ہی اہم اور مفید سمجھی جاتی ہے۔ اس سے بڑھ کر ہماری دعوت کے خزانے میں کوئی کتاب نہیں۔ اس کی تعریف میں خود اس کے مصنف سیدنا حمید الدین کرمانی نے جو مولانا حاکم کے باب الابواب اور حجت⁽۱⁾ تھے کئی صفحے لکھے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں ہم نے جو معارف بیان کئے ہیں ان سے عقل کو قدسانی راحت حاصل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے اس کا نام "راحۃ العقل" رکھا ہے۔ یہ ہمارے اموال کی زکوٰۃ ہے جس کو ہم نے امام الزمان کی برکات سے حاصل کیا ہے تاکہ ہمارے بھائیوں کو ہدایت نصیب ہو⁽۲⁾۔ ہماری کتاب ایسے معلومات پر حاوی ہے جن سے علمی عبادت کے حقیقی تصورات منکشف ہوتے ہیں اور جن سے انسان کا نفس روحانی مدارج طے کرتے کرتے کمالِ ثانی کی معراج تک پہنچ جاتا ہے اور جنت میں جو دائمی نعمت کا محل ہے داخل ہوجاتا ہے⁽۳⁾۔ اس میں ہم نے ان رموز و اشارات کو کھول دیا ہے جو ہمارے اگلے داعیوں کی تصنیفوں میں پائے جاتے ہیں⁽۴⁾۔ میری کتاب کی شان اس وقت ظاہر ہوگی جب صبح کا تارا نکلیگا جس سے اندھیرا دور ہو کر امام کا مرتبہ ظاہر ہوگا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کتاب کا قاری جب اس حد تک پہنچے گا تو اس عظیم رفیع علم کی طرف متوجہ ہوگا جس سے مقصود و مخصوص انفس طاہرہ ہیں⁽۵⁾۔

---

(۱) الداعی حمید الدین احمد بن عبد اللہ الکرمانی حجۃ الامام الحاکم بامر اللہ (عیون الاخبار ۵/۲۳۴) (۲) وھو زکوۃ اموالنا التی اقتنیناھا من برکات ولی اللہ اخرجناھا بالشکر لتکون معونۃ لاخواننا (آخر المشرع الثانی من السور الاول) (۳) راحۃ العقل (المشرع الرابع والمشرع الخامس من السور الاول) (۴) وسمیتہ کتاب راحۃ العقل لکونہ بما یحویہ مما لم یذکر فی الکتب ولا اودع بطون الصحف الا بالایماء والرمز جامعاً لما یدرک بہ العقل راحۃ (فی ابتداء الکتاب)۔ (۵) وسیکون لکتابی ھذا شان من الشان عند طلوع کوکب الصبح الذی یجلی الظلام .... الانفس الطاہرۃ (راحۃ العقل المشرع السابع من السور الخامس)۔

ائمۂ معصومین کے مراتب

راحۃ العقل میں جو کچھ سیدنا حمید الدین کرمانی نے بیان کیا ہے وہ امام الزمان (یعنی مولانا حاکم یا مولانا عزیز) کے افادات کی برکت ہے۔ ائمہ کی تعریف میں مولانا احمد اپنے رسائل اخوان الصفا[1] میں فرماتے ہیں کہ "ہم اہل عدل اور ابنائے حمد ہیں ہم علم خدا کے خزانچی اور علم نبوت کے وارث ہیں۔ ہمارا جوہر سماوی اور ہمارا عالم علوی ہے۔ ہمارے نفوس پر افلاک کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کا تعلق اس عالم سے ہے جو خارج از افلاک ہے۔ ہم میں اور دوسرے انسانوں میں وہی فرق ہے جو حیوان ناطق اور غیر حیوان ناطق میں ہے۔ ہم دنیا میں ائمہ برحق ہیں۔ ہماری پیروی سے دنیا نجات پائے گی۔ ہمارا ہر فرد خدا کی وہ حجت ہے جو دنیا سے کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ ہمارا نسب کبھی منقطع نہ ہوگا۔ ہمارے مذہب میں دوسرے تمام مذاہب مستغرق یعنی ڈوبے ہوئے ہیں[2]۔

راحۃ العقل کی بنا یونانی علوم پر ہے جن کے بعض نظریے غلط ثابت ہوئے

مذکورۂ بالا امور پر غور کرنے کے بعد راحۃ العقل کے تمام معارف صحیح اور ثابت ہونے چاہئیں اور ان کی بناء صداقت پر ہونی چاہئے مصنف نے جو دلیلیں عالم روحانی کے افراد کی تعداد پر قائم کی ہیں وہ افلاک اور ہیولیٰ و صورت کی تعداد پر مبنی ہیں۔ یہ کہا ہے کہ جس طرح اجسام عالیہ یعنی فلک محیط، فلک کواکب ثابتہ، سات سیاروں کے سات افلاک اور ہیولیٰ و صورت سب ملا کر دس ہیں۔ اسی طرح

---

(۱) رسائل اخوان الصفاء کے مصنفین کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو (تاریخ فاطمیین مصر فصل ۳۴ صفحہ ۵۱۴ تا ۵۳۷) (۲) حوالہ جات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (تاریخ فاطمیین مصر فصل ۳۴ صفحہ ۵۲۴ تا ۵۲۵) فصل (۱۲) کے تبصرے میں عنوان "مولانا آمر کے بعد آنحضرت کا سا حاکم کون ہوا" ملاحظہ فرمائیے۔

عالم روحانی میں دس عقول ہیں[۱]۔ لیکن اس زمانے میں جدید آلات سائنس کے ذریعے سے مزید تین سیاروں کا پتہ چلا ہے[۲]۔ اور ممکن ہے کہ اور زیادہ سیاروں کا پتہ چلے۔ یہ انکشاف مشاہدہ پر مبنی ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے عالم روحانی کے افراد کی تعداد میں فرق پڑ جاتا ہے۔ حالانکہ دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ عالم روحانی، عالم جسمانی اور عالم دین کے حدود میں فرق نہیں ہوگا۔ ہمیشہ یہی نظام باقی رہے گا۔ عالم دین کو ایک "میزان الدیانۃ" تصور کیا گیا ہے جس کے مطابق عالم طبیعت کا ہونا ضروری ہے۔ غرض کہ آفاق یعنی عالم اجسام، انفس یعنی عالم دین اور عالم روحانی یہ تین عالم ایسے ہیں جن کی آپس میں مطابقت ضروری ہے۔ ایک کو دوسرے کی تصدیق کرنی چاہیئے[۳]۔ مصنف نے ہر مشرع (فصل) کے آخر میں "میزان الدیانۃ" قائم کی ہے جس کی بنا اسی اصول پر ہے۔ اور جا بجا کلام مجید کی یہ آیت پیش کی ہے: "سنریھم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم حتی یتبین لھم انہ الحق[۴]"۔

ترجمہ:- عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں (دنیا کے) اطراف میں (بھی) دکھائیں گے۔ اور ان کے اپنے درمیان میں (بھی) یہاں تک کہ یہ (قرآن) برحق ہے۔

---

(۱) (ا) راحۃ العقل (المشرع الخامس من السور الرابع) ملاحظہ ہو وہ تختہ جو اس فصل کی ابتدا میں دیا گیا ہے۔ (ب) سات افلاک کی مثال سات ائمہ کی ہے فلک الکواکب اور فلک محیط کی مثال ناطق اور اساس کی ہے۔ ان دو افلاک کے اس طرف عالم روحانی ہے (کتاب الفترات والقرانات لسیدنا جعفر بن منصور الیمن۔

(۲) Uranus. Neptune & Pluto

(۳) صار الخلق الذی ھو اکبر شھادۃ شاھدۃ للصنعۃ النبویۃ بالحق والصنعۃ النبویۃ شاھدۃ للخلق بصحۃ الکون (راحۃ العقل المشرع الخامس من السور الخامس)۔

(۴) القرآن ۴۱/۵۳ -

اس کے علاوہ اعداد سے جو دلیل عقول کے دس ہونے پر قائم کی گئی ہے اس کا معقول ہونا شرح طلب ہے۔ ایک اور مقام پر کہا گیا ہے کہ "میزان الدیانتہ" شہادت دیتی ہے کہ نفس بشر کا عالم دین کے حدود کے لئے مرکز ہونا جن کی طرف ان کی توجہ مبذول ہے اس امر کا موجب ہے کہ زمین مرکز ہو عالم اجسام کے موثرات کی جس کی طرف ان کے انوار متوجہ ہیں۔ ایسی بہت سی دیانت کی میزانیں قائم کی گئی ہیں جن میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ عالم طبیعت اور عالم دین کا ایک دوسرے سے مطابق ہونا ضروری ہے۔ لیکن عالم طبیعت کے مسائل جو بیان کئے گئے ہیں وہ یونانی علوم سے تعلق رکھتے ہیں جس کے بعض نظریئے غلط ثابت ہوئے مثلاً:۔

(۱) وہ بطلیموسی نظام میں جس میں زمین مرکز اور ساکن قرار دی گئی ہے بڑا انقلاب پیدا ہو گیا ہے اب ہم "فوکالٹ پنڈیولم" کے ذریعے سے زمین کی حرکت کے اثر کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اس کے علاوہ اور بھی کئی دلیلیں ہیں جن سے اب زمین کے گھومنے کا مسئلہ ایک واقعہ بن گیا ہے جس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں (۱)

(۱) (۱) فوکالٹ کا رقاص۔ فوکالٹ پہلا سائنس داں ہے جس نے ۱۸۵۱ء میں شہر پیارس (فرانس) کے پان تھیان میں ایک رقاص کے ذریعے زمین کی حرکت کا تجربہ کیا یہ تجربہ ہر روز لندن کے سائنس میوزیم واقع ساؤتھ کنسنگٹن میں کیا جاتا ہے جسے ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

A Practical application of the Earth's rotation is seen in the Gyro—compass which would not work at all, if the Earth did not rotate on its axis(The Marvels and Mysteries of Science by Hawks p.98).

The Pythogorean Philolaus who lived about a century later than his master, interduced the idea of the motion of the earth. Aristarchus of Samos, who lived in the first half of the 3rd century B.C. held that theEarth not only rotated on its axis but also revolved. (Ashort history of Astronomy by Berry p. 25 & 26.)

اس بارے میں ہمارے نویں امام مولانا احمد بن عبداللہ المہدی کی تائید بھی جنھیں ہم رسائل اخوان الصفاء کا مصنف مانتے ہیں درست نہ نکلی۔ آپ فرماتے ہیں کہ صحیح ترین قول جس پر انسان بھروسہ کر سکتا ہے اور جس سے ہمارے بھائی متفق ہیں یہ ہے کہ زمین ہوا میں اپنے موزوں مقام پر واقف (یعنے ساکن) ہے (۱)۔

(۲) دوسری مثال چاند اور کواکب سیارہ کی روشنی سے تعلق ہے۔ اخوان الصفاء کہتے ہیں کہ کواکب سیارہ میں صرف چاند تاریک ہے اور دوسرے

---

(۱) (ا) جغرافیہ کلمۃ معربۃ وھی الجہرافی یعنی الدوائب والفصل منہا صورۃ الارض وما علیہا .... وذکرنا ما قالت الحکماء واھل العلم من حال وقوفہا فی وسط الھواء بجمیع ما علیہا وکیفیۃ مکانہا ومستقرھا فکانت اقاویل مختلفۃ والذی اتفق علیہا اھل العلم ووافق رأی اخواننا ھو قول الذی قال انہا واقفۃ فی الھواء فی الموضع اللائق بہا ...... فھذا القول اصح ما یعتمد علیہ الانسان من ھذا الباب فانہا اعنی الارض حیۃ متحرکۃ بما علیہا تشبہ بجملتہا صورۃ حیوان واحد تام الخلقۃ عابدۃ للہ بجمیع اعضائہا وظاھرھا وباطنہا (الرسالۃ الجامعۃ ۱/۵۱)

(ب) مثال ذلک تحریک ھذہ القوی لرکن النار لتسخین العالم بمعاونۃ قوۃ الشمس لہا دائماً وتسکینہا الرکن الارض بمعاونۃ قوۃ زحل لہا دائماً (الرسالۃ الاولی من النفسانیات العقلیات من رسائل اخوان الصفاء ۳/۱۹۲ مطبوعہ)

(ج) واما حرکات الارض فھی علی ثلاثۃ انواع الزلازل ومنہا الخسوف ومنہا الارجفان (الرسالۃ الثامنۃ من النفسانیات والعقلیات من رسائل اخوان الصفاء ۳/۳۰۹) امام مولانا احمد کا قول کہ جغرافیہ معرب ہے جہرافی کا قابل غور ہے۔ حقیقت میں جغرافیہ geo کا معرب ہے جس کے معنی زمین ہیں اور graphos کا جس کے معنی مکتوب یا کاتب ہیں۔

کواکب روشن ہیں (۱) لیکن دوربین کی ایجاد نے اس نظریے کو غلط ثابت کر دیا۔ عطارد زہرہ وغیرہ کے اجرام بھی چاند کی طرح تاریک دکھائی دیتے ہیں اور چاند کی طرح ان کی ہیئتیں بھی بدلتی رہتی ہیں (۲)۔ سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں کہ جس طرح چاند بہ نسبت دوسرے کواکب کے سورج کی روشنی زیادہ قبول کرتا ہے اسی طرح اساس (وصی) بہ نسبت دوسرے حدود دعوت کے ناطق کی برکتیں زیادہ قبول کرتا ہے (۳)۔ لیکن یہ دیانت کی میزان بھی کس طرح درست ہو سکتی ہے جب کہ زہرہ وغیرہ ان کے جرم کے بڑے ہونے کی نسبت سے شمس کی روشنی بہ نسبت قمر کے زیادہ قبول کرتے ہیں۔

(۳) تیسری مثال اجسام عالیہ یعنی افلاک کے محکم اور غیر مستحیل ہونے کی ہے یعنے وہ ایک ہی حالت پر قائم رہتے ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے (۴) لیکن افلاک کے مجسم ہونے پر تو کجا بلکہ ان کے وجود پر بھی اب تک کسی نے کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ بخلاف اس کے علم ہیئت کی جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شمس اور سیاروں کی حالتوں میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔

(۴) چوتھی مثال ہماری غلطیوں کی سورج کو کواکب سیارہ میں شمار کرنا ہے

---

(۱) رسائل اخوان الصفاء ۲/۳ (الرسالۃ الثانیہ من الجسمانیات الطبیعیات فصل فی بیان الظلمتین الموجودتین فی العالم - یہ پوری فصل غور کے قابل ہے)

(۲) The discovery of the phases of Venus by Galilo (1564—1642) was one of the first fruits of the invention of the telescope (Astronomy by Howe).

(۳) کما ان قبول القمر من ضوء الشمس اکثر من غیرہ من الکواکب فکذ قبول الاساس من الناطق ضوء برکات توحید اللہ اکثر من غیرہ من القابلین (الرسالۃ اللازمۃ فی الصوم من ثلاث عشرۃ رسالۃ لسیدنا حمید الدین)

(۴) اجسام الافلاک وخصوصا الفلک الاعلی ابسط اجسام دار الطبیعۃ واشدہا لا تنفسد ولا تستحیل عما ہی علیہا (راحۃ العقل مشرع ۶ سور ۲)

ہمارے امام مولانا معز فرماتے ہیں کہ سورج سات کواکب سیارہ میں زیادہ قوی ہے اور اس مسئلہ کو ایک مذہبی نظریے کی دلیل قرار دیتے ہیں(۱)۔ حالانکہ اب یہ نظام بدل گیا ہے اور سیاروں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے۔

ایسے ہی اور مسائل بھی ہیں جو طوالت کے خوف سے چھوڑ دیے گئے ہیں اب عالم دین کی صداقت کس طرح باقی رہ سکتی ہے۔ حالانکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ عالم طبیعت، عالم دین اور عالم روحانی آپس میں متفق ہیں۔ ایک دوسرے کی شہادت دیتا ہے جیسا کہ ہم ابھی اس بارے میں مصنف "راحۃ العقل" کا قول نقل کر چکے ہیں۔

راحۃ العقل کے بعض میزانوں کا غیر موزوں ہونا۔

بعض دیانت کی میزانوں کے مقابلے موزوں نہیں پائے جاتے مثلاً یہ کہا گیا ہے کہ کتاب اللہ (تنزیل) جامع ہے شریعت کی جو جامع ہے گیارہ امور کی۔ یہ حقیقت اس امر کی موجب ہے کہ فلک اعلیٰ جامع ہو فلک ثانی کا جو جامع ہو سات افلاک اور چار طبائع کا۔ اس کی تفہیم کے لئے ذیل کا شجرہ دیا گیا ہے:۔

(شجرہ بہ صفحہ آئندہ)

(۱) وقد قال اللہ عز و جل وليظهره على الدين كله بربع اسبوع من اسابيع ائمة محمد وهو المهدي بالله وقد يكون رابع الائمة السبعة اقوى لانه الوسط بين ثلاثة وثلاثة كالشمس التي هي اقوى السبعة السيارة من الكواكب (تاويل الشريعة مركلام الامام مولانا المعز صفحہ ۸۲)۔

عالم الطبیعة

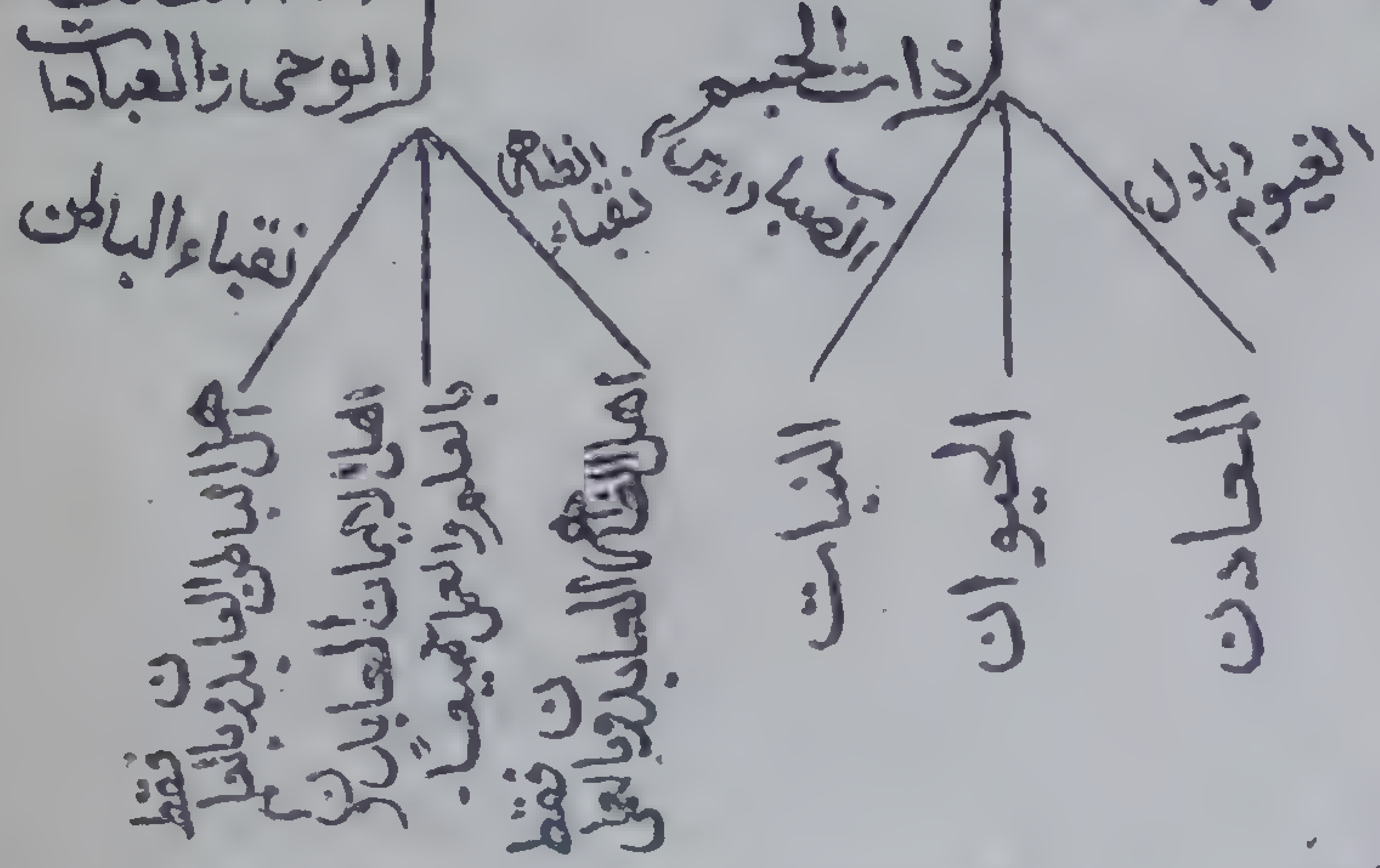
الاول هو الفلك الاعلى الحاوى لكل ما فى عالم الجسم الثانى هو الفلك الجامع للكواكب على صور الموجودات۔

(۱) الثالث فلك زحل
(۲) الرابع فلك المشترى
(۳) الخامس فلك مريخ
(۴) السادس فلك الشمس
(۵) السابع فلك الزهرة
(۶) الثامن فلك عطارد
(۷) التاسع فلك القمر
(۸) العاشر كرة النار
(۹) الحادى عشر كرة الهواء
(۱۰) الثانى عشر كرة الماء
(۱۱) الثالث عشر كرة الارض

عالم الدين

الاول هو التنزيل (الكتاب) الجامع لكل ما فى عالم الدين الثانى هو الشريعة الجامعة لكل ما يعبد الله به۔

(۱) الثالث الشهادة
(۲) الرابع الطهارة
(۳) الخامس الصلوة
(۴) السادس الزكوة
(۵) السابع الصوم
(۶) الثامن الحج
(۷) التاسع الجهاد
(۸) العاشر الطاعة
(۹) الحادى عشر الحلال
(۱۰) الثانى عشر الحرام
(۱۱) الثالث عشر الاحكام(۱)



(۱) وكون الكتاب جامعاً للشريعة الجامعة الامور احد عشر التى هى الشهادة والطهارة ...... موجباً ان يكون الفلك الاعلى جامعاً للفلك الثانى الذى هو جامع للافلاك السبعة والطبائع الاربعة (المشرع الاول من السير الخامس والمشرع الخامس من السور الخامس)

مذکورہ بالا شجرے میں صوم و صلوٰۃ وغیرہ کے بعد پھر طاعت کو شامل کرنا ایک بھرتی ہے۔ جو صرف گیارھویں یا تیرھویں عدد کے مقابلے کے لئے شامل کی گئی ہے۔ یہی حال حلال و حرام کا ہے۔ ان کے الگ کرنے کے کیا معنیٰ جب کہ احکام میں حلال و حرام خود بخود شامل ہو جاتے ہیں؟ صرف باول اور اوس کی تخصیص کی کیا وجہ؟ ان کے ساتھ کہر وغیرہ کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا جب کہ وہ بھی جسم رکھتے ہیں۔ یہ ایک مثال ان سینکڑوں مثالوں میں سے ہے جو ہماری اسماعیلی دعوت کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ دعوت کے حدود کی تعداد کو پورا کرنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جس میں کوئی معقولیت نظر نہیں آتی جیسا کہ تاویل کی فصل میں بتایا جائے گا۔ "مجالس مستنصریہ" مصنفہ ثقۃ الامام علم الاسلام قاضی قضاۃ المسلمین وہادی دعاۃ المومنین سیدنا بدر الجمالی جو حال ہی میں چھپ گئی ہے ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ ہر مجلس میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر رکن عبادت مثلاً طہارت، صلوٰۃ وغیرہ میں سات فریضے اور بارہ سنتیں ہیں ان دو عددوں کا مجموعہ انیس ہوتا ہے۔ جہنم کے زبانیہ (فرشتے) بھی انیس ہیں۔ یہ عدد اشارہ ہے مولانا مستنصر کی طرف جو انیسویں امام ہیں[۱] حالانکہ مولانا مستنصر اسماعیلی دعوت کے نظام میں اٹھارہویں امام ہیں[۲]۔

شجرے میں ایک اور بات نہایت غور کے قابل ہے۔ باوجودیکہ سیدنا حمید الدین نے اپنی کئی تصنیفوں میں اسماعیلیت کی حقیقت کو ظاہر کرنے میں بہت احتیاط کی ہے اور اس بارے میں قلم کو بہت روکا ہے لیکن پھر بھی آپ ہی کے قلم سے اسماعیلیت کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اور آپ نے بے تحاشا فرما دیا کہ اہلِ ظاہر صرف علمی عبادت کرتے ہیں۔ اہلِ ایمان علمی اور عملی دونوں

---

(۱) المجلس الثالث (المجالس المستنصریہ۔ صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ ۱۹۴۷)۔

(۲) ہمارے پاس امامت کا سلسلہ مولانا حسنؑ سے شروع ہوتا ہے نہ کہ مولانا علیؑ سے جیسا کہ مجالس مستنصریہ کے مصنف نے کہا ہے۔ اسی لئے مولانا محمد بن اسماعیل سابع الائمہ کہے جاتے ہیں البتہ ہمارے اثنا عشری بھائیوں کے پاس امامت کا سلسلہ مولانا علیؑ سے شروع ہوتا ہے۔

عبادتیں کرتے ہیں۔ اور اہل باطن صرف علمی عبادت کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل باطن ظاہری شریعت کے پابند نہیں۔ اور اس پر عمل نہیں کرتے شجرے میں لفظ "فقط" اسی راز کو روز روشن کی طرح نمایاں کر دیتا ہے۔ کیونکہ آپ نے صاف صاف کہدیا ہے کہ "اهل الباطن هم العابدون بالعلم فقط یعنے اہل باطن صرف علمی عبادت کرتے ہیں اس سے بڑھ کر "عقیدۂ تعطیل ظاہر شریعت محمدی" کا جس کی تفصیل آئندہ آئے گی اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ یہ ایک الزام ہے منجملہ اور الزاموں کے جو اہل ظاہر ہم پر عائد کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں طبائع اربعہ کا مقابلہ بھی توجہ کے قابل ہے:-

حار یابس = المعلمون للعبادة الظاهرة۔

حار رطب = المعلمون للعبادة الباطنة۔

بارد رطب = المتعلمون۔

بارد یابس = النافرون (۱)

راحة العقل کے علاوہ اکثر کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اہل باطن کی عبادت اہل ظاہر کی عبادت سے علیحدہ ہے۔ مثلاً مولانا معز جو نہایت عظیم الشان امام گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ ائمہ کا غسل محدودین کی تسلیم ہے تاکہ وہ پاک ہوں۔ اور دعوت اور اہل دعوت کا غسل بذریعۂ قرابین عمل طاعت حدود اور تجدید عہود و مواثیق ہے (۲)۔

(۱) راحة العقل۔ میزان الدیانة (۲) (ا) تاویل الشریعة لمولانا الامام المعز لدین الله (صفحہ ۱۸) (ب) اس سلسلے میں سیدنا قاضی نعمان کا قول بھی غور کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:- "الناطق فی عصر الرسالة هو الرسول والصامت اساس الشریعة وصاحب تاویله فالرسول ینطق بالظاهر والاساس صامت عنه مود للباطن" یعنے رسول ظاہر کی تعلیم دیتا ہے اور اساس اس کے متعلق خاموشی اختیار کرتا ہے۔ باطن بتاتا ہے۔ (اساس التاویل ذکر آدم) کیا خاموشی اختیار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اساس ظاہر کا ذکر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳

حاصلِ کلام

حاصلِ کلام یہ ہے کہ ہم نے قدیم علمِ ہیئت، علمِ طبیعیات اور علمِ الٰہیات وغیرہ کے تمام نظریوں کو صحیح سمجھ کر ان کے ذریعے اپنی اسماعیلی دعوت اور اس کے نظام اور حدود کو ثابت کرنے کی کوشش کی اور یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے جو کچھ مسائل بیان کیے ہیں وہ "حقائق" ہیں۔ جن کا ماخذ علمِ خدا کا خزانہ اور علمِ نبوت کی میراث ہے۔ ان کا تعلق اس "علمِ مکنون" سے ہے جسے "اللہ اور راسخون فی العلم"(۱) کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ اسی لئے وہ بغیر اجازت کے نہیں بتائے جا سکتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ علومِ قدیمہ کے بعض اہم نظریے غلط ثابت ہوئے اور ہم کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

راحۃ العقل اور کنز الولد کے بیانوں میں اختلاف

"راحۃ العقل" اور "کنز الولد" کے بیانوں میں کئی وجوہ سے اختلاف پایا جاتا ہے سیدنا حمید الدین کہتے ہیں کہ عقلِ اول میں دو نسبتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک نسبت اشرف اور دوسری نسبتِ ادون لیکن سیدنا ابراہیم کا یہ ارشاد ہے کہ "دناءت" کی نسبت عقلِ اول کی طرف نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ایک معظم اور اشرف موجود ہے نسبتِ ادون سے مراد عُجب و افتخار کا وہم ہے جو عقلِ اول کو پیدا ہوا یعنے اس نے یہ خیال کیا کہ میں دیگر عقول سے شرف و فضیلت میں بڑھ کر ہوں۔ حالانکہ سیدنا حمید الدین نے عقلِ اول کو "موجود اکمل" ثابت کیا ہے جو باری تعالیٰ کی تمام صفتوں کی حامل ہے اور جس میں کسی قسم کا نقص نہیں پایا جاتا۔ "بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا"۔ ادون اور دناوت کے فرق پر بھی غور فرمائیے ہر ایک کا مادہ علیحدہ ہے۔

نہیں کرتا۔ صرف باطن کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ سیدنا موصوف نے تاویل الدعائم کی مجلسوں میں پہلے ظاہر بتایا ہے اور پھر اس کا باطن۔ اور بغیر ظاہر بتانے کے باطن کس طرح بتایا جا سکتا ہے۔ (۱) لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ (القرآن ۳/۵)۔

دوسری بات یہ ہے کہ سیدنا حمید الدین نے فلسفۂ یونان کے اصول کہا ہے۔ کہ باری تعم سے عقلِ اول ہی کا صدور ہوا۔(۱) سیدنا ابراہیم اور دوسرے داعی علم حقیقت کی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ باری تعم نے ابتدا میں بےشمار صورتیں پیدا کیں جو علم، حیات اور قدرت میں برابر تھیں۔ گویا کمالِ اول میں تمام صورتیں ان صفات سے موصوف تھیں۔ پھر ایک صورت نے سوچا اور توحید کی جس کی وجہ سے اس نے کمالِ ثانی حاصل کیا یعنی "علم ما کان ف ماسیکون" پر واقف ہوئی(۲)۔ علیٰ ہذا القیاس سیدنا ابراہیم نے انبعاث کی تیسری قسم نکالی ہے(۳) حالانکہ سیدنا حمید الدین نے انبعاث کی صرف دو قسمیں بتائی ہیں۔ سہو اور خطا کا تصور راحتہ العقل میں نہیں پایا جاتا۔ کنز الولد میں لکھا ہے کہ منبعث ثانی نے پہلے ذات باری تعم میں علی السبیل الغلو سہو اور غفلت کی۔ پھر منبعث اول کی سابقت کا اقرار کیا(۴)۔

"عقل ہیولیٰ" وغیرہ یونانی فلسفے کی اصطلاحیں ہیں(۵)۔ قرآن مجید میں یہ الفاظ نہیں پائے جاتے نہ اِن کا کوئی حوالہ ملتا ہے کہ عقول کی تعداد دس ہے۔ حالانکہ یہ عالم ابداع کے حدود عالیہ ہیں جو باری تعم کی تمام مخلوقات سے افضل و اشرف ہیں ان کا ذکر قرآن مجید میں نہ پایا جانا بڑے اچنبھے کی بات ہے صحیفۂ علویہ اور صحیفۂ کاملہ میں جو مولانا علیؑ اور مولانا علی زین العابدینؑ کی دعائیں ہیں ان میں بھی اصطلاحات مذکور

(۱) راحتہ العقل المشرع الاول من السور الثالث) قالت الحکماء الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد (۲) کنز الولد (صفحہ ۸۰-۸۴) الانوار اللطیفہ- المبدأ والمعاد (۳) کنز الولد (صفحہ ۱۰۸-۱۸۳) (۴) کنز الولد (۱۸۳)

(5) The First Intelligence; the Logos of the Alexandarian Philosophers. The "Eternal World" called Sphota which is the true cause of the world is in fact Brahman (Maxmullar, The Six systems of Indian Philosophy).

کا کوئی ذکر نہیں۔ تقریباً تیسری صدی کی ابتداء سے ان کا ذکر شروع ہوتا ہے جیسا کہ مولانا معز کی دعاؤں سے ظاہر ہے۔[1] اس سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ یہ اصطلاحیں یونانیوں کی ہیں جو خلیفہ عباسی مامون کے عہد سے اسلام میں داخل ہوئیں اس خلیفہ نے ایک عظیم الشان دار الترجمہ قائم کیا تھا جس کے ذریعہ یونانی علوم و فنون کی ہزاروں کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں۔ ہمارا یہ کہنا کہ یہ حدود الدین ہیں کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ سیدنا ناصر موید کا فرمانا کہ عقل اول اور عقل ثانی کے نام شریعت کی زبان میں لوح و قلم ہیں جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، غور کے قابل ہے پھر بھی ایک سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ سات عقول اور عاشر مدبر کے نام شریعت کی زبان میں کیا ہیں؟

اہلِ ظاہر کی کتابوں کے مطالعے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ہم اسماعیلیوں سے پہلے معتزلہ بھی اس قسم کے مسائل پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ چنانچہ مشہور معتزلی ابراہیم بن سیار النظام (متوفی ۲۳۱ھ) یہی کہتا ہے کہ باری تعالیٰ نے تمام چیزیں وقتِ واحد میں پیدا کیں جن کی صورتیں پوشیدہ تھیں۔ یہ صورتیں آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے ظہور میں آئیں۔ ہم نے ان کے معارف میں کچھ رد و بدل کر کے انھیں اپنی دعوت کے سانچے میں ڈھال دیا۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ اسماعیلیوں کی اکثر معلومات معتزلہ اور فلاسفہ سے ماخوذ ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ہم سے بہت پہلے گزر چکے ہیں۔ ہمارے اکثر بھائی چونکہ اہل ظاہر کی کتابوں سے زیادہ واقف نہیں ہوتے یہ کہتے ہیں ہمارے پاس جو حقائق ہیں ان کا علم کسی کو نہیں۔ یہ امتیاز ہمیں کو حاصل ہے۔ حالانکہ جزا و سزا کے اکثر مسائل ہندی فلسفے سے ماخوذ ہیں جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

عقل اول یا عقل عاشر یا امام الزمان کا خدا کے اوصاف سے موصوف ہونا

ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہیں کہ باری تعالیٰ کے تمام اوصاف و نعوت سے حقیقت میں عقل اول یا عقل عاشر یا امام الزمان موصوف ہیں۔ یہاں تک کہ

(۱) فصل (۶)

آیات کریمہ " الٓمّٓ۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔ ھو اللہ الخالق الباری المصور" میں اللہ سے مراد عقل اول یا امام الزماں ہیں (۱)۔ مولانا معز فرماتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کی تفسیر لا امام الا امام الزماں ہے (۲)۔

"شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو" میں اللہ سے اشارہ عقل اول کی طرف ہے۔ "سبح للہ ما فی السمٰوات والارض وھو العزیز الحکیم۔ لہ ملک السمٰوات والارض یحی ویمیت وھو علی کل شیئ قدیر۔ ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم۔ ھو الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا وما ینزل من السماء وما یعرج فیھا وھو معکم اینما کنتم۔ واللہ بما تعملون بصیر۔ لہ ملک السمٰوات والارض والی اللہ ترجع الامور"۔ یہ آیتیں عقل اول ہی سے مخصوص ہیں (۳)۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں اللہ مقدم اور "الرحمٰن" موخر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سابق (آگے بڑھنے والے) کو تالی (پیچھے ہٹنے والے) پر تقدم حاصل ہے۔ ان کی معرفت کے بغیر توحید پوری نہیں ہوتی (۴)۔

"یا ایھا الانسان ما غرک بربک الکریم" میں "انسان" سے مراد آنحضرت صلعم کا ایک صحابی ہے اور "رب" سے مراد خود آپ ہیں۔ اسی طرح "واذ قال ربک للملائکۃ" سے رب سے مقصود امام مستقر ہے عام طور پر تمام تاویلوں کی کتابوں میں جہاں کہیں قرآن میں "رب" کا ذکر ہے اس سے مراد امام مستقر ہے جو امام مستودع کا رب ہے (۵)۔

مولانا علیؑ کا کلام | مولانا علیؑ کی طرف یہ کلام منسوب کیا جاتا ہے :-

(۱) فصل (۱) عنوان "باری تعالیٰ کے اوصاف" (۲) تاویل الشریعۃ من کلام الامام مولانا المعز صفحہ ۱۷ (۴)۔ (۳) کنز الولد صفحہ ۱۰۲ (۴) الفترات والقرانات لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۹۲-۹۳۔ (۵) سیدنا قاضی نعمان بن محمد وغیرہ کی اکثر تصنیفیں قصہ حضرت آدم کی تاویل ملاحظہ فرمایئے (فصل نمبر ۱۹)

"انا وجہ اللہ وانا ید اللہ الباسطة علی الارض۔ انا جنب اللہ الذی یقول فیہ القائلون ولحسرتا علی ما فرطت فی جنب اللہ انا الاول والآخر وانا الظاہر والباطن وانا بکل شیء علیم۔ وانا الذی رفعت سماءھا وانا الذی دحوت ارضھا وانا الذی انبت اشجارھا وانا الذی اجریت انہارھا"[۱] قال مولانا علی نا نقلت لادم ونوح وموسیٰ وعیسیٰ وانا نبأت النبیین وانا ارسلت المرسلین[۲]۔

مولانا عبدالمطلب کے اشعار

کہا جاتا ہے کہ مولانا عبدالمطلب نے یہ شعر کہے ہیں :۔

ایھا الداعی لقد اسمعتنی — منہج الحق وما بی من صمم
نحن آل اللہ فی بلدتہ — لم نزل ذالک علی عہد ابرھم
ان للبیت لربا مانعا — من یردہ بفساد یصطلم
نحن سکان السموات العلیٰ — نقسم الانوار فیھا والظلم
ولنا الابحر نطوی موجھا — ولنا التوراة والکتب القدم
نحن ارسلنا نبیا صادقا — عربی القول یوفی بالذمم
ولنا فی کل دور سطوة — نقسم الارزاق فیھا والعدم[۳]
واذا ما بلغ الدور الیٰ — منتھی الوقت اتی الطیر قدم
بکتاب فصلت آیاتہ — فیہ تبیان احادیث الامم

عالم الغیب والشہادہ سے مراد قائم القیامہ ہیں

"عالم الغیب والشہادہ" سے مراد قائم القیامہ ہیں جو قیامت کے روز سب سے حساب لینے والے[۴]

(۱) (ا) معاصم الہدیٰ لسیدنا احمد حمید الدین الکرمانی (ب) المجالس المستنصریہ (۲) الانوار اللطیفہ لسیدنا محمد بن طاہر بن محمد بن ابراہیم قس (سر دفتر ۳- باب ۲) (۳) (ا) المجالس المویدیہ $\frac{۲}{۳۵}$ (ب) زہر المعانی (صفحہ ۳۶۵) اس نظم کے بعض اشعار مجالس مویدیہ میں نہیں ہیں۔ (۴) (ا) تاویل الزکوة لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۶۴) (ب) کتاب الافتخار لسیدنا ابی یعقوب السجستانی (صفحہ ۱۲۴)

اور اہلِ جنت کو جنت میں اور اہلِ نار کو نار میں بھیجیں گے۔ اسی طرح "واللہ بکل شیئٍ علیم"۔ میں علیم سے مقصود قائم القیامہ ہیں (۱)۔ وقولہ ان اللہ کان علیماً خبیراً" اشارۃ الی لقائم الذی ہو المقیم عن اللہ ثم ابتدا فقال "واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً اشارۃ الی الامام علیہ السلام لانہ ہو اللہ الباری البرایا تبارک اللہ عن ان یکون لہ شبیہ وشریک لکنہ ہو القائم عن اللہ وداعی الخلق الی عبادتہ (۲)۔" یعنے تم خدا کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یہ اشارہ ہے امام علیہ السلام کی طرف کیونکہ وہی اللہ ہیں اور مخلوقات کے پیدا کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ منزہ ہے اس بات سے کہ اس کا کوئی شبیہ یا شریک ہو۔ لیکن امام ہی قائم ہیں اللہ کی طرف سے اور وہ مخلوقات کو اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

مولانا معز کا رسالہ حسن بن احمد قرمطی کے نام۔

مولانا معز نے جو ایک طویل رسالہ حسن بن احمد قرمطی کے نام لکھا ہے اس کی عبارت تقریباً دس صفحوں پر مشتمل ہے (۳)۔ ہم یہاں چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ جو بتاتے ہیں کہ مولانا معز نے اپنے آپ کو اوصافِ الٰہیہ سے

(۱) راحۃ العقل (فی آخر المشرع الرابع عشر من السور السابع (۲) تاویل سورۃ النساء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۴۷) (۳) یہ پورا رسالہ مقریزی نے "اتعاظ الحنفاء فی اخبار الفاطمیین الخلفاء" میں نقل کیا ہے۔ (۱۳۳-۱۴۲) لیکن سیدنا ادریس کی کتاب زہر المعانی میں صرف "وجعلنا اشباحاً" سے لیکر "فقد نقر فی الناقور" تک کی عبارت ملتی ہے۔ ابوسعید جنابی اور ابوطاہر کے واقعات حذف کئے جانے کا سبب خود ہمارے بھائی آسانی سے معلوم کرسکتے ہیں (ایسی دوسری مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۹) تبصرہ (۳) عنوان "ہماری تاریخی کتابوں میں سے اہم واقعات کا حذف کردیا جانا") اس رسالے کے بعض اقتباسات سیدنا حاتم بن ابراہیم نے بھی اپنی مہتم بالشان کتاب "الشموس الظاہرہ" میں نقل کئے ہیں۔ (صفحہ ۱۰۰-۱۰۶)۔

موصوف کیا ہے[1]۔ آپ فرماتے ہیں :۔

من عبد الله ووليه وخيرته وصفيه معد ابى تميم المعز لدين الله امير المومنين وسلالة خير النبيين ونجل على افضل الوصيين الى الحسن بن احمد (القرمطى)۔ بسم الله الرحمن الرحيم رسوم النطقا و مذاهب الائمة والانبياء .... كان من قضائه (اي قضاء الله) ان خلقنا اشباحا وابرزنا ارواحا بالقدرة مالكين وبالقوة قادرين حين لاسماء مبنية ولا ارض ملحوة ولاشمس تضي ولاقمر يسرى .... كل ما تررون من فلك دوار و كوكب سيار وما فى الاقطار من الآثار .... كل ذلك لنا ثم انه جل وعلا ابرزنا من مكنون العلم آدم وحواء .... فتولد الاولاد ونحن ننتقل فى الاصلاب الزكية والارحام الطاهرة الزكية كلما ضمنا صلب اظهر منا قدرة وعلماً وهلم جرا الى آخر الجد اول والاب الافضل سيد المرسلين وخاتم النبيين احمد و محمد صلوة الله عليه وآله .... كل ذلك دلالات علينا ومقدمات بين ايدينا واسباب لاظهار امرنا هدايات و آيات شاهدات .... فما من ناطق بعث ولا وصى ظهر الا وقد اشار الينا ولوح بنا ودل علينا فى كتابه وخطابه[2] .... وقال تعالى سنريهم اياتنا فى الافاق وفى انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق .... فان اعتبر معتبر وقام وتدبر ما فى الارض وما فى

---

(۱) واما قوله وانا الكما قال الله تعالى ما يكون من نجوى ثلاثة الا هو رابعهم .... فاعلم ان هذه الاوصاف واقعة على كل امام لانه عالم بما كان وما يكون لقول مولانا الصادق جعفر بن محمد لبعض شيعته استحيوا منا فى مغائبنا كما تستحيون منا فى محضرنا فانا لنعلم سركم ونجواكم والله ما يدخل الداخل منكم علينا الا ونعرفه اهو مومن صادق ام منافق كاذب (الشموس الظاهرة لسيدنا حاتم بن ابراهيم صفحہ ۱)

(۲) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (فصل ۵ عنوان مولانا علی غافر خطیئة الرسول نفس الله اور معبود ملائکہ ہیں)

الاقطار والآثار وبالشهد به حروف المعجم وما جمعته الفرائض والسنن ...... وما جمعته كلمة الاخلاص فى تقاطيعها وحروفها وفصولها .... المدبرات السبعة والايام السبعة النطقاء[1] .... انا كلمات الله الازليات واسماءه التامات ......
لا يخرج منا امر ولا يخلو منا عصر وانا لكما قال الله تعالى ما يكون من نجوى ثلثة الا هو رابعهم ولا خمسة الا هو سادسهم ولا ادنى من ذلك ولا اكثر الا هو معهم اينما كانوا ثم ينبئهم بما عملوا يوم القيامة ان الله بكل شيء عليم[2] فاستشعر والنظر فقد نقر فى الناقور .... وكتابنا هذا من فسطاط مصر فلا نرفع قدما ولا نضع قدما الا بعلم موضوع وحكم مجموع .... وانا النار الله الموقدة التى تطلع على الافئدة .... وامرت بالنداء واذنت بالامان لكل باد وحاضر ومنافق فلم اغفل امرك ولا يخفى عنى خبرك وانك منى بمنظر ومسمع كما قال الله تعالى انني معكما اسمع وارى[3] ما كان ابوك امرء سوء وما كانت امك بغياً ....
اما كان لك بجدك ابى سعيد اسوة وبعمك ابى طاهر قدوة اما نظرت فى كتبهم واخبارهم ولا قرأت وصاياهم واشعارهم أكنت غائبا عن ديارهم وما كان من آثارهم الم تعلم انهم كانوا عباداً لنا اولى بأس شديد[4] وعزم شديد وامر رشيد وفعل

---

(۱) فصل ۱۵ - شرایع انبیا کی تاویلیں (۲) الم تر ان الله يعلم ما فى السموات والارض ما يكون من نجوى (القرآن ۵۸/۷) (۳) اذهبا الى فرعون انه طغى .... قال ربنا اننا نخاف .... قال لا تخافا انني معكما اسمع وارى (القرآن ۲۰/۴۳-۴۵) (۴) فاذا جاء وعد اولهما بعثنا عليكم عبادا لنا اولى بأس شديد (القرآن ۱۷/۵)

حميد يفيض اليهم موادنا وينشر عليهم بركاتنا حتى ظهروا على الاعمال ودان لهم كل امير ووال ولقبوا بالسادة فسادوا ومنحنا منا واسما من اسمائنا فحلت اسماءهم واستعملت هممهم واشتد عزمهم فصارت اليهم وفود الآفاق وخضعت لهيبتهم الاعناق وخيف منهم الفساد والعناد وان يكونوا وهم بنی العباس اضداد........ فلم يلقهم الجيش الاكرة ولا رئيس الا اسره ولا عسكر الا كسره والحاناتر مقهم ونصرنا يلحقهم كما قال الله تعالى " انا لننصر رسلنا والذين آمنوا فى الحيوة الدنيا"[1] " ان جندنا لهم الغلبون"[2]

فلم يزل ذلك دابهم وعين الله ترمقهم الى ان اختار لهم ما اختاره من نقلهم من دار الفناء الى دار البقاء ومن نعيم الى نعيم لا يزول فعاشوا محمودين وانتقلوا مفقودين الى روح وريحان وجنات النعيم فطوبى لهم وحسن مآب ومع هذا فما من جزيرة فى الارض ولا اقليم الا ولنا فيه حجج ودعاة يدعون الينا .... ويذكرون رجعتنا وينذرون بأسنا ويبشرون بايا تنا بتصاريف اللغات واختلاف الالسن وفى كل جزيرة رجال منهم يأخذون وهو قول الله "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه"[3] فيا ايها الناكث مالذي ردك وصدك أشيئ شككت فيه امر كنت خاليا من الحكمة .... لقد كان اعلى لجدك والارفع لقدرك الكشف عن احوال سلفك وان حفيت عليك لتجري على سننهم وتدخل فى زمرهم وتسلك فى مذهبهم اخذ ابامورهم فى وقتهم نيكون خلفا اقفا خلفا بجد وعزم وامر غير مختلف لكن غلب الران على قلبك والصدأ على لبك........ اما رأيت كتاب السفر وما فيه من نص وخبر فاين تذهبون........ وازفت الآزفة وطلعت الشمس من مغربها

(۱) القرآن $\frac{۲۴}{۵۱}$ (۲) القرآن $\frac{۳۷}{۱۷۳}$ (۳) القرآن $\frac{۱۴}{۴}$ ۔

وجئی بالملائکة والنبیین وخسر ھنالك المبطلون........ سرت تاصدا الی دمشق.......... حان لك الاجل....... فقد بلغ الکتاب اجله وقد رفع اللہ قبضتہ عن افواہ حکمته ونطق من کان بالامر صامتاً ونحن اشباح فوق الامر والنفس دون العقل وارواح فی القدس نسبة ذاتیة وآیات لدنیة نسمع ونری "ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا"(۱) وتراھم ینظرون الیك وھم لا یبصرون(۲)........ ونحن معرضون ثلاث خصال......... فان ابیت الا الفعل اللعین فاخرج منھا فانك رجیم.......... کلا لا وزر -

ترجمہ:۔ خدا کے بندے اور اس کے بہترین اور برگزیدہ ولی معد ابو تمیم معز لدین اللہ امیر المومنین اور خیر النبیین کے فرزند اور افضل الوصیین کے بیٹے کی طرف سے حسن بن احمد (القرمطی) کی طرف ....

اللہ نے اپنے حکم سے ہم کو ایسے اشباح اور ارواح بنا کر نکالا جو قدرت کے ساتھ مالک اور قوت کے ساتھ قادر ہیں (ہم اس وقت موجود تھے) جب کہ نہ کوئی آسمان بنا ہوا تھا نہ کوئی زمین بچھی ہوئی تھی۔ نہ کوئی آفتاب روشن تھا اور نہ کوئی چاند گردش کرتا تھا.......... جو فلک دوّار یا کوکب سیّار اور وہ آثار جو تم (زمین و آسمان) اقطار میں دیکھتے ہو وہ سب ہمارے لئے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پوشیدہ علم سے آدم و حوا کو پیدا کیا......... ان سے اولاد ہوئی۔ ہم اچھے صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں۔ جب کبھی ہم کسی صلب میں تھے تو اس نے (یعنے اللہ نے) ہمارے ذریعے قدرت اور علم ظاہر کیا یہاں تک کہ جد افضل سید المرسلین اور امام النبیین احمد و محمد کا زمانہ آیا۔ خدا کی رحمت ان پر اور ان کی آل پر۔ یہ سب ہمارے لئے وہ دلائل اور مقدمات

(۱) القرآن ۴۲/۵۲ (۲) القرآن ۷/۱۹۷

ہیں جو ہم سے پہلے گزرے اور وہ اسباب ہیں جو ہمارے امر کے اظہار کے لئے ہدایتیں اور گواہی دینے والی نشانیاں ہیں .... کوئی ناطق مبعوث نہ ہوا اور نہ کوئی وصی ظاہر ہوا لیکن ہماری طرف اشارہ کیا اور اپنی کتاب اور اپنے خطاب میں ہم پر دلالت کی .... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- عنقریب ہم دکھائیں گے ہم اپنی نشانیاں آفاق اور ان کے انفس میں یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ وہی حق ہے .... اگر کوئی عبرت لینے والا عبرت حاصل کرے اور غور کرنے والا غور کرے ان اشیاء پر جو زمین اور اقطاع و آثار میں پائی جاتی ہیں اور اس گواہی پر جو "حروفِ معجم" دیتے ہیں اور ان پایوں پر جو (شریعت کے) فرائض اور سنن میں جمع ہیں اور کلمۂ اخلاص کے ٹکڑوں اور اس کے حروف وفصول پر اور سات مدبرات (یعنی سیاروں) اور سات دنوں پر جو سات نطقاء ہیں .... تو معلوم ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ازلی کلمات اور اسمائے تام ہیں .... ہم سے کوئی امر خارج نہیں ہے اور نہ ہم سے کوئی زمانہ خالی ہے ۔ اور ہم ایسے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - (اے پیغمبر! کیا تم نے اسبات پر نظر نہیں کی کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ تعالیٰ سب کے حال سے واقف ہے)۔

جب تین آدمیوں کا صلاح و مشورہ ہوتا ہے تو ضرور ان کا چوتھا وہ ہوتا ہے اور پانچ کا صلاح و مشورہ ہوتا ہے تو ضرور ان کا چھٹا وہ ہوتا ہے - اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور کہیں بھی ہوں وہ ضرور ان کے ساتھ ہوتا ہے - پھر جیسے جیسے عمل یہ دنیا میں کرتے رہے ہیں قیامت کے دن وہ ان کو جتا دیگا - کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے تم خوب غور کرو - صور پھونکا جا چکا ہے .... اور ہمارا خط فسطاط مصر سے بھیجا جا رہا ہے ہم کوئی قدم نہیں اٹھاتے اور نہ کوئی قدم رکھتے مگر "علم موضوع" اور "علم مجموع" سے .... اور ہم اللہ تعالیٰ کی وہ بھڑکائی ہوئی آگ ہیں جو زیادہ دلوں سے لگ کر دلوں تک کی جا خبر لے گی - میں نے ندا کا حکم دیدیا ہے اور آمان کا اعلان کیا ہے جو ہر شہری اور دیہاتی اور منافق کے لئے ہے ہیں تیرے

معاملے سے غافل نہیں ہوں اور نہ مجھ سے تیری خبر پوشیدہ ہے اور تو بے شک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور میں تیری باتیں سن رہا ہوں جس طرح خدا کہتا ہے: ـ میں دونوں کے ساتھ ہوں، سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں فاحشہ تھی"...... کیا تو اپنے دادا ابو سعید کی پیروی نہیں کرتا۔ کیا تو ابو طاہر کے عمل کی اقتدا نہیں کرتا۔ کیا تو نے ان کی کتابیں اور خبریں نہیں پڑھیں۔ کیا تو نے ان کی وصیتوں اور اشعار پر غور نہیں کیا کیا تو ان کے مسلک اور آثار سے غائب تھا کیا تو نہیں جانتا کہ وہ ہمارے ایسے بندے تھے جن کی طاقت بڑی، جن کا عزم پختہ، جن کا امر رشید، اور جن کا فعل حمیدہ تھا۔ ہماری مدد ان کی طرف جاری تھی اور برکتیں ان پر پھیلی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے شہروں پر غلبہ پالیا۔ اور ان کے سامنے ہر امیر اور ہر دانی سرنگوں ہو گیا ان کو سادات کا لقب مل گیا۔ وہ ہماری بخشش سے سردار بن گئے۔ ہمارا اسا نام انھوں نے پیدا کر لیا۔ ان کی شہرت بلند ہو گئی۔ ان کی ہمتیں کام میں لائی گئیں۔ ان کا عزم پکا ہو گیا۔ ان کی طرف دوسرے شہروں سے ایلچی آنے لگے ان کے رُعب سے لوگوں کی گردنیں جھک گئیں ان کے فساد و عناد سے لوگ خوفزدہ ہو گئے اور وہ لوگ خود ہی عباس کے اضداد ثابت ہو گئے...... کسی لشکر نے ان کا مقابلہ نہیں کیا۔ مگر انھوں نے اُسے شکست دی۔ کوئی ایسا رئیس نہ تھا جس نے ان کا سامنا کیا ہو اور انھوں نے اس کو قید نہ کر لیا ہو۔ اور کوئی لشکر ایسا نہ رہا جس کو انھوں نے زیر نہ کیا۔ ہماری (عنایت کی) نظریں ان کی طرف لگی ہوئی تھیں اور ہماری مدد انھیں پہنچتی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ـ "ہم بے شک اپنے رسولوں اور مومنوں کی دنیا میں مدد کریں گے اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب ہو گا۔

ہمیشہ سے انکی یہ عادت تھی اور اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت ان کی طرف تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وہ چیز پسند کی جس کو انھوں نے پسند کیا۔ اللہ نے اُنھیں دار فنا سے دار بقا اور فانی نعمت سے دائمی نعمت

کی طرف منتقل کیا۔ ان کی زندگی پسندیدہ طور پر بسر ہوئی۔ اور ان کے انتقال کے بعد لوگ انھیں ڈھونڈھتے رہے۔ ان کو راحت، ایمان اور جنت ملی۔ اُن کے لئے "طوبیٰ" ہے۔ اور ان کا انجام اچھا ہے۔ باوجود اس کے روئے زمین پر نہ کوئی جزیرہ ایسا ہے اور نہ کوئی ایسی اقلیم ہے جہاں ہماری حجتیں اور داعی نہ ہوں .... یہ لوگ ہماری رجعت کا ذکر کرتے ہیں اور (بندوں کو) ہمارے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ اور انھیں ہمارے "ایام" کی مختلف لغتوں اور زبانوں کے ذریعے خوشخبری دیتے ہیں۔ ہر جزیرے میں لوگ ان سے تعلیم حاصل کرتے ہیں یہی معنی ہیں اللہ تعٰ کے اس ارشاد کے کہ "ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس قوم کی زبان کے ساتھ"

اے عہد کے توڑنے والے کس چیز نے تجھے ہلاک کیا اور کس چیز نے تجھے روکا۔ کیا کسی بات میں تو نے شک کیا۔ یا تو حکمت سے خالی ہے... .... تیری خوش قسمتی کے لئے زیادہ اچھی اور تیری شان کے لئے زیادہ شایاں یہ بات تھی کہ تو اپنے آبا و اجداد کے حالات جاننا۔ اگر تو انھیں جانتا تو ان کی سنت پر چلتا اور ان کے زمرے میں شریک ہوتا اور ان کا مذہب اختیار کرتا۔ تاکہ تو ان کا ساصاحب عزم خلف ہوتا اور ان کی مخالفت نہ کرتا لیکن تیرے دل پر ہوس غالب ہے اور تیری عقل پر زنگ آگیا ہے .... کیا تو نے "کتاب السفر" نہیں دیکھی جس میں بیان واضح ہے۔ "تم کہاں بھٹکتے ہو........ قیامت قریب آچکی ہے۔ اور آفتاب مغرب سے طلوع ہو چکا ہے۔ اور فرشتے اور انبیا لائے جا چکے ہیں۔ اور اہلِ باطل گھاٹے میں آگئے ہیں........ تو نے بلادِ شام کا قصد کیا...... ...... تیری موت قریب ہے...... "کتاب" اپنی مدت کو پہنچ چکی ہے اللہ تعٰ نے اپنی حکمت کے منہ کھول دیئے ہیں اور کل جو شخص خاموش تھا آج وہ گفتگو کر رہا ہے۔

ہم ایسے اشباح ہیں جن کا درجہ "امر" کے اوپر ہے اور نفس کا مقام عقل کے نیچے ہے۔ ہم (عالم) قدس کی وہ ارواح ہیں جن کو نسبت ذاتی

حامل ہے۔ اور ہم لدنی آیتیں ہیں۔ ہم سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ تو نہیں جانتا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اُسے نور بنایا جس کے ذریعے ہم ہدایت دیتے ہیں اپنے بندوں کو جنھیں ہم چاہتے ہیں۔ اور (اے محمد!) دیکھتے ہو تم ان کو کہ وہ تمھیں دیکھتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ تمھیں نہیں دیکھتے۔ ہم تین باتیں پیش کرتے ہیں.........
اگر تو ملعون ہی کی طرح عمل کرنا چاہتا ہے تو جنت سے نکل بے شک تو مردود ہے........ ہرگز تمہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے"۔

دیگر ائمۂ معصومین کے ارشادات

(۱) (ا) عن سلمان الفارسی انه قال سمعت رسول الله صلعم یقول لعلی ع یا علی فیك مثل من "قل هو الله احد" من قرأها مرة کان اجر من قرا القرآن[1]۔

ترجمہ:۔ سلمان الفارسی سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلعم کو مولانا علی ع سے یہ فرماتے سُنا کہ اے علی تم "قل ہو اللہ احد کے ممثول ہو جو کبھی اسے ایک دفعہ پڑھے گا اسے پورا قرآن پڑھنے والے کا اجر ملے گا۔

(ا - ب) سئل الصادق ع عن صفة الرب فقال خمس کلمات - الله احد - محمد الصمد - فاطمه - لم تلد الحسن ولم یولد الحسین - ولم یکن لامیر المومنین علی بن ابی طالب کفوا احد وقول الصادق هذا اشارة الى لواهیتهم فاما النواسیت فهو مولود[2]۔

ترجمہ:۔ مولانا صادق سے کسی نے پوچھا اللہ کی کیا صفت ہے۔ آپ نے فرمایا پانچ کلمے ہیں اللہ ایک ہے۔ محمد بے نیاز ہیں۔ فاطمہ سے حسن پیدا نہیں ہوئے اور نہ حسین کسی سے پیدا ہوئے اور نہ کوئی امیر المومنین علی بن ابی طالب کی برابری کا ہے۔ یہ اشارہ ان کی لواہیت کی طرف ہے۔ رہے نواسیت وہ تو پیدا ہوئے ہیں۔

(۱) شرح الاخبار ۷/۱۲ (۲) الشموس الزاهرة لسیدنا حاتم۔

(اج) فکما ان اللہ واحد فرد صمد لاشریک لہ فی ملکہ ولا صاحب لہ ولا ولد لہ کذالک علیؑ واحد فی فضیلتہ احد فرد صمد لاشریک لہ فیہ ولیس لہ کفوا احد۔

ترجمہ:۔ پس جس طرح اللہ ایک ہے فرد ہے اور بے نیاز ہے کہ اس کے ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی ساتھی ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ اسی طرح مولانا علیؑ اپنی فضیلت میں ایک ہیں۔ فرد ہیں بے نیاز ہیں۔ آپ کا کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی آپ کی برابری کا ہے۔

(۲) رسول اللہ صلعم جاء بکلمۃ الاخلاص وامیر المومنین جاء بمعناہ فلا وصول الی الاول والآخر الا بھما فلاجل ذلک قال علیؑ "انا الاول والآخر"[1]۔

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلعم کلمۂ اخلاص لائے اور امیر المومنین علیؑ نے اس کے معنی بیان کئے۔ اول و آخر کی طرف ہم نہیں پہنچ سکتے مگر ان دونوں ہی کے ذریعے سے۔ اسی لئے مولانا علی نے فرمایا "انا الاول والآخر"۔

(۳) وعن جعفر بن محمدؑ انہ قال ماجری لاولنا فھو جار لآخرنا والتمام واحد وان کان لکثیف مختلفا والمقامات کالانسان تکون لہ ثیاب ولباس بغیرہ وھو ذلک الانسان بعینہ وقال الباقر محمد بن علیؑ ماقیل فی اللہ فھو فینا وماقیل فینا فھو فی البلغاء من شیعتنا[2]

ترجمہ:۔ مولانا جعفر صادق سے روایت ہے کہ جو (رسم) ہمارے اول کے لئے جاری ہوئی وہی ہمارے آخر کے لئے بھی جاری ہونے والی ہے (ہم) سب ایک ہی ہیں۔ ہمارا کثیف مختلف ہے۔ مقامات انسانوں کے مانند ہیں کہ ہر انسان کا ایک الگ لباس ہوتا ہے جو انسان سے متاثر ہے۔ انسان ایک ہی ہے۔ مولانا باقر نے فرمایا ہے کہ جو بات اللہ تعر

---

(۱) المجالس المؤیدیہ (۲ $\frac{1}{۳۲-۳۲}$) (۲) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۴۰)۔

کے متعلق کہی گئی ہے وہ ہم پر صادق آتی ہے اور جو بات ہمارے متعلق کہی گئی ہے وہ ہمارے بلیغ شیعوں پر صادق آتی ہے۔

(۴) قال الصادق جعفر بن محمد اکتموا علینا واطیعوا امرنا نجعلکم الصفوة والخلفاء کما اصطفینا من کان قبلکم فی الامم السالفة لما ادوا امانتنا وکتموا اسرارنا وعملوا بامرنا فجعلناهم انبیاء ورسلا وجعلنا منهم ملائکة مقربین ولقد کانوا یمشون فی الاسواق کما تمشون ویاکلون الطعام کما تاکلون فاخلصناهم لنا وجعلناهم رسلنا الی الانبیاء فقیل له ومن هؤلاء امیر المؤمنین فقال المسمی بجبرئیل والمسمی باسرافیل فمن کتم سر اولیائه واخفاه ولم یجهر به ولا ابداه وستر الحکمة عما سواه کان صفوهم ومخلصیهم ونال منزلة الملائکة المسمی بتملیکهم الدین۔ (۱)

ترجمہ:۔ مولانا جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ (اے لوگو) تم ہم کو چھپاؤ اور ہمارا حکم بجالاؤ ہم تمھیں مصطفیٰ اور خلفاء بنادیں گے۔ جیساکہ ہم نے ان لوگوں کو جو اگلی امتوں میں تھے مصطفیٰ بنا دیا جب کہ انھوں نے ہماری امانت ادا کی، ہمارے بھید چھپائے اور ہمارے احکام کی تعمیل کی۔ پس ہم نے ان کو انبیاء اور رسل بنا دیا۔ اور ان میں سے (بعض کو) ملائکۂ مقربین بنایا۔ وہ لوگ اسی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے تھے جس طرح تم چلتے پھرتے ہو۔ اور ایسے ہی کھانا کھاتے تھے جیسے تم کھانا کھاتے ہو۔ ہم نے ان کو اپنے لئے مخصوص کرلیا اور ان کو انبیاء کی طرف اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ آپ سے پوچھا گیا۔ اے امیر المومنین یہ کون لوگ ہیں۔

(۱) تاویل الزکوٰة لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۴۲) ایسے ہی اقوال کے متعلق شہرستانی نے یہ لکھا ہے:۔ وبعض الغلاة یزعمون ان علیاً بعث محمداً وسمی نفسه الالٰها وبعضهم یزعمون انهما الالٰها ولبعضهم یتقلدون بالالٰهیة خمسة اشباح (الملل والنحل۔ صفحہ ۸۲)

آپ نے فرمایا ان کا نام جبرئیل اور اسرافیل ہے پس جو بھی اپنے اولیاء کا بھید چھپائے اور اسے ظاہر نہ کرے اور حکمت کو دوسروں سے پوشیدہ رکھے وہ ان کے اہل صفا و اخلاص میں داخل ہوگا۔ اور ملائکہ کا درجہ حاصل کرے گا۔ جن کو تملیک دین کی وجہ سے ملائکہ کہتے ہیں۔

(۵) وانما یظهر الله نفسه فی سبعین هیكلا وهو معنیٰ قوله تع "هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام و الملائکة" واجل هیاكله یعنی البیوت الرسل والائمه والامام اجل هیاكلهم والرسل والائمة هم الحجب لله یحتجب بهم واول حجاب احتجب به البارئ تع هو آخرها یظهر لاولیائه وهو معنی قوله هو الاول والاخر وظهر الصادق ع فی صورة كالقمر وظهر فی صورة فاطمة ع وفی صورة محمد ثم التفت عن یمینه فی صورة الحسن وعن یساره فی صورة الحسین ورجع الی صورته وقال هذا كله واحد بلسان واحد بفطن ویتصور كیف یشاء بقدرة رب العالمین. وظهر ع فی صورة الانزعینة ورجع الی صورته لجابر بن عبد الله الانصاری قال یا جابر ایحتمل عقلك هذا۔ هذه قمیصی وملابسی فی كل وقت وزمان(۱)۔

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تع اپنے آپ کو ستر ہیکلوں (یعنی شکلوں) میں ظاہر کرتا کرتا ہے۔ یہی تفسیر ہے اللہ تع کے قول کی کہ کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ تع بادلوں کا چھتر لگائے فرشتوں کو ساتھ لئے ان کے سامنے آموجود ہو۔ سب سے بڑی ہیکلیں یعنے "بیوت" انبیاء مرسلین اور ائمہ ہیں۔ ان میں سب سے بڑی ہیکل امام ہے۔ ائمہ اور رسل اللہ تع کے حجاب یعنے پردے ہیں جن میں وہ محتجب یعنے پوشیدہ ہوتا ہے پہلا

(۱) زهر المعانی (صفحہ ۴۵-۵۴)

وہ پردہ جس میں اللہ تعالیٰ چھپا دیا وہ پردہ ہے جو آخرت میں اس کے اولیاء کے لئے ظاہر ہوگا۔ یہی ہیں معنی اس کے قول "ھو الاول والآخر" کے مولانا جعفر صادق ایک صورت میں جو چاند کی سی تھی ظاہر ہوئے اور آپ مولاتنا فاطمہ کی صورت میں اور محمد کی صورت میں (بھی) ظاہر ہوئے۔ پھر آپ اپنے دائیں جانب حسن کی صورت میں اور بائیں جانب حسین کی صورت میں پھرے۔ پھر آپ نے اپنی اصلی صورت اختیار کی۔ اور فرمایا یہ سب ایک ہی (چیز) ہے۔ جو ایک ہی زبان سے بولتی ہے۔ اور رب العالمین کی قدرت سے جس طرح چاہتی ہے صورت اختیار کرتی ہے۔ پھر آپ "صورت انزعیہ" یعنے مولانا علی کی صورت) میں ظاہر ہوئے۔ اور جابر بن عبداللہ انصاری کے لئے پھر اپنی صورت کی طرف لوٹ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر کیا تیری سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے۔ یہ ہر وقت اور ہر زمانے میں میری قمیصیں اور لباس ہیں۔

(٦) جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ میں نے مولانا علی زین العابدین کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے:۔ انا عبد اللہ حقا و علی امیر المومنین صدقا و اعلی الاسماء الحسنی .... و انا الحفیظ العلیم .... نحن وجوہ الرحمن و بیوت الدیان .... انا کل الکل و غایۃ الغایا انا البہای من المثل الاعلی من الشکل و انا بکل شیء محیط" پھر جابر کہتے ہیں کہ آپ کا پہلا کلام مربوب کا تھا اور یہ کلام رب کا ہے۔ بے شک یہ ایک عجیب بات ہے (۱)

(۷) مولانا علیؑ فرماتے ہیں:۔ "انا عین اللہ الناظرہ علی عبادہ"(۲) یعنے میں خدا کی آنکھ ہوں جو بندوں کو دیکھتی ہے۔

(۸) مولانا علیؑ کی طرف یہ شعر منسوب کئے جاتے ہیں:۔(۳)

نحن منکم لکم و فی النور نور   غر من یستمد منہ و جلا

(۱) زہر المعانی (صفحہ ۵۱۹) (۲) الادعیۃ السبعۃ لمولانا الامام المعز (دعاء یوم الاحد) (۳) کنز الولد لسیدنا ابراھیم بن الحسین (صفحہ ۲۸۰)

نحن ادنى البيوت منكم وفينا | من علينا من الغيوب تدلى
نحن نى الله لاحلول ولكن | مثل ما فى الضياء ينظر ظلا
نحن اجزاء مطالع النور لما | طلع النور بالمغيب كلا
نحن لا فى الورى لأ لا خفى | وبذاك الخفى يشرق الا[1]

تبصرہ

ہمارے ائمہ کی طرف مذکورۂ بالا جو اقوال اور روایات منسوب کی گئی ہیں۔ ان کو صحیح اور مستند ماننے کے بعد کون یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم حلول اور تناسخ کے قائل نہیں ہیں۔ یہی پہلا الزام ہے جو ہم پر لگایا گیا ہے۔ مولانا عبد المطلب کا یہ کہنا کہ ہم بلند آسمانوں کے رہنے والے ہیں جن میں ہم " انوار وظلمات " تقسیم کرتے ہیں، ہم ہر دور میں لوگوں کی قسمت تقسیم کرتے آئے ہیں اور ہم نے نبی صادق کو بھیجا ہے جس کا قول عربی ہے، مولانا علی کا یہ فرمانا کہ میں ہی اول ہوں اور میں ہی آخر ہوں میں ہی وہ ہوں جس نے آسمانوں کو بلند کیا، میں ہی وہ ہوں جس نے زمین کو بچھایا وغیرہ وغیرہ، مولانا معز کا وہ رسالہ جس میں آپ نے اپنی ذات کو صفات الٰہیہ سے موصوف کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ ہم ہر زمانے میں تھے اور حضرت آدم سے منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں، آخر میں مولانا جعفر صادق کا ائمہ کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا اور یہ کہنا کہ ہر وقت اور ہر زمانے میں یہ میری قمیصیں اور ملابس ہیں ہمارے حلول وتناسخ کے عقیدے کو روز روشن کی طرح جمکا دیتا ہے۔ کیونکہ حلول وتناسخ کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعم کسی بشر کی صورت میں ظاہر ہو۔ صوفیوں کا ایک فرقہ بھی یہی کہتا ہے کہ اللہ تعم ہر چیز میں حلول کئے ہوئے ہے اسی وجہ سے ان کے ہاں ہر چیز پر بربنائے " ہمہ اوست " اللہ کے لفظ کا اطلاق کرنا جائز ہے۔ تناسخ ایک مسئلہ

(۱) الشموس الزاہرہ لسیدنا حاتم بن ابراھیم (صفحہ ۸۰)

ہے جس کو غلو کرنے والے شیعوں نے مجوس، مزدکیہ، ہندو برہمیہ، فلاسفہ، صابیہ وغیرہ سے لیا ہے ان کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بشر کی ہیئت میں ظاہر ہوتا ہے اور حلول سے یہی مراد ہے[1]

بہرحال آسمانوں کا اونچا کرنا، زمین کا بچھانا، رسولوں کا بھیجنا وغیرہ ایسے افعال ہیں جو باری تعالیٰ ہی کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے کبھی ان کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔ آپ ہمیشہ یہ فرماتے تھے۔ "انما انا بشر یوحی الی انما الھکم الٰہ واحد" اور اسلام کی یہی تعلیم ہے جس کے باعث اسے شرک سے امتیاز حاصل ہے۔ مولانا عبدالمطلب کے اشعار میں جو بات بہت غور کے قابل ہے یہ ہے کہ آپ کے انتقال کے وقت آنحضرت صلعم کی عمر آٹھ سال سے زائد نہ تھی پھر آپ کے اس قول "نحن ارسلنا نبیاً صادقاً" کے کیا معنی ہوں گے؟ مولانا علیؑ نے منبر پر "انا الاول وانا الآخر" فرمایا جیسا کہ مولانا موید کی روایت سے ظاہر ہے[2]۔ اس وقت کئی اصحاب مسجد میں موجود ہوں گے۔ اگر آپ کا قول تاویل پر بھی محمول کیا جائے تو اہل ظاہر کس طرح سمجھے ہوں گے۔

جب ہم نے دیکھا کہ اہل ظاہر ہم پر حلول اور تناسخ کا الزام لگاتے ہیں[3] تو ہم نے ایسے اقوال کی تاویل کرنا شروع کی یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے یہ اندازہ ہوگا کہ ایسی تاویلیں کہاں تک درست ہو سکتی ہیں۔ خود سیدنا موید فرماتے ہیں کہ وہ روایت جس میں مولانا علیؑ کا قول مذکور وارد ہوا ہے۔ سننے میں ہولناک ہے۔ اس کے سمجھنے میں تین گروہ ہو گئے۔ پہلا گروہ وہ ہے جو اسے جھٹلاتا ہے اور آپ کو ایسے غلو آمیز کلام سے منزہ سمجھتا ہے۔ یہ اہل تقصیر ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو اس کے ظاہری معنی کو سمجھ کر اسے قبول کرتا ہے۔ یہ اہل تفریط ہیں۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو اس کے معنی کو ائمہ کے ذریعے سمجھتا ہے۔ اس کے بعد آپ اس طرح قول مذکور کی تاویل کرتے ہیں آنحضرت صلعم اور مولانا علی موجود اول (یعنی عقل اول) کی طرف جس سے مخلوقات قائم ہیں اور موجود آخر (یعنی قائم القیامہ) کی طرف پہنچنے کے ذریعے ہیں۔ اسی وجہ سے مولانا

(۱) شہرستانی (صفحہ ۸۲) (۲) المجالس المویدیہ ۱/۳۲ (۳) شہرستانی (صفحہ ۸۲)

علی نے فرمایا" انا الاول و انا الآخر" دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں زمان اول میں تھے اور زمان آخر میں آئے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ عقل اول اور قائمؑ دونوں کی باگ مولانا علی کے ہاتھ میں ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ مولانا علیؑ "اول الفکرۃ و آخر العمل" ہیں۔ ان وجوہ سے آپ نے فرمایا" انا الاول وانا الآخر"۔

مولانا علیؑ آخرت میں معروف اور ظاہر ہیں یعنے اہل حق اپنی عقول کے ذریعے آپ کو پہچانتے ہیں۔ دنیا میں آپ مجہول اور باطن ہیں یعنے جاہل آپ کو نہیں پہچانتے اس لئے آپ نے فرمایا" انا الظاہر والباطن"۔

باری تعا کو ہم علیم نہیں کہہ سکتے۔ مولانا علیؑ توحید کے عالم ہیں اس لئے آپنے فرمایا" وانا بکل شیئ علیم"۔

آنحضرتؐ اور امیر المومنینؑ دونوں نفس کلیہ کے مولود ہیں امیر المومنین کا یہ ارشاد کہ میں نے آسمانوں کو بلند کیا وغیرہ اشارہ ہے اسی نفس کلیہ کی طرف جو آپ کا اور آنحضرت صلعم کا عنصر ہے یعنی نفس کلیہ اور یہ دونوں عنصر کی حیثیت سے ایک ہیں۔ یہ قضیہ تو عقل کے لحاظ سے ہے۔ شرع کے لحاظ سے نبی قلم ہے اور وصی لوح ہے۔ اور لوح میں ہر چیز کی صورت ہے[1]۔

مولانا علیؑ ایک روز کوفہ میں خطبہ پڑھ رہے تھے اتنے میں کسی نے آپ سے پوچھا آپ کو اس امت سے کیا کیا تکلیفیں پہنچی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم جو اذیتیں مجھے اگلی امتوں سے پہنچی ہیں وہ ان مصیبتوں سے زیادہ ہیں جو مجھے اس امت سے پہنچی ہیں اس لحاظ سے یہ بات واجب ہوتی ہے کہ آپ" الاول والآخر" ہیں۔ ہر زمانے میں خدا کی ایک حجت کا وجود ضروری ہے جس نے کسی نبی کے وصی سے دشمنی کی اس نے مولانا علیؑ سے بھی دشمنی کی۔" امر اللہ" ایک ہی ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس شرح میں کافی بیان و شفا ہے[2]۔

سیدنا محمد بن طاہر کہتے ہیں کہ مولانا علیؑ کے ارشاد" انا الاول وانا

(۱) المجالس المویدیہ $\frac{۱}{۳۳۲-۳۳۳}$ (۲) کتاب الکشف لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۵-۱۷)

الآخر وانا الظاہر وانا الباطن" سے اکثر شیعوں نے آپ کو خدا سمجھ لیا۔ لیکن اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ گذشتہ اَدوار کی صورتوں کے جو آپ میں جمع ہیں اول و آخر ہیں۔ انا الباطن سے یہ مراد ہے کہ آپ علم باطن کے حامل ہیں۔ اور انا الظاہر سے یہ مطلب ہے کہ آپ معجزات الاہیہ کے ذریعے ہماری آنکھوں کے لئے ظاہر ہوئے۔ اعمال ظاہرہ اور علوم تاویلیہ باطنہ مومنین کی صورتوں کو قائم رکھتے ہیں۔ مولانا علیؑ کے اس قول کی کہ میں ہی وہ ہوں جو آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کے لئے نقل کیا گیا۔ میں ہی وہ ہوں جس نے انبیاء بنائے (یعنی بھیجے) اور میں ہی وہ ہوں جس نے مرسلین بھیجے، یہ بھی شرح کی جاتی ہے کہ آپ نے یہ کلام ان صورتوں کی زبان سے فرمایا جو آپ کے ضمن میں دورِ فترت سے لے کر آپ کے زمانہ تک موجود تھیں (۱)۔

اقوال مذکورہ کی یہ بھی تاویل کی جاتی ہے کہ "انا الاول والآخر وانا الظاہر والباطن" جیسے کلمات ائمہ نے عقل عاشر یا عقل اول کی زبان سے کہے ہیں لیکن یہ تاویل حلول کو اور زیادہ ثابت کرتی ہے گویا باری تعالیٰ "عقول عشرہ" میں حلول کرتا ہوا ائمہ تک پہنچا۔

ان تاویلوں کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ ہر عقلمند کر سکتا ہے۔ ان میں اس قدر اختلاف ہے کہ مولانا علی کا اصل مقصد ظاہر نہیں ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس تاویل کرنے والے کے خیال میں جو تاویل آگئی اس نے اُسے قلمبند کر دیا اور یہ نہیں سوچا کہ اس میں اور اصل کلام میں کوئی رُبط بھی ہے یا نہیں (۲)؟ ان کے مان لینے کے باوجود اصل سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ مولانا علی یا کسی اور امام نے اپنے آپ کو کیوں ایسے اوصاف سے موصوف کیا ہوگا جو باری تعالیٰ کی ذات سے مخصوص ہیں جیسا کہ قرآن میں وہ فرماتا ہے:۔ "سبح للہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم۔ لہ ملک السموات والارض یحی ویمیت و ھو علی کل شیئٍ قدیر۔ ھو الاول والاخر والظاہر والباطن

(۱) الانوار اللطیفہ (سرادق ۳ باب ۲-۴) (۲) فصل تاویل (۱۴) عنوان تاویل میں اختلاف اور اس کے اسباب = ذیلی نوٹ۔

وھو بکل شیئٍ علیم"۔ آپ کے طرزِ عمل سے دو بڑے گروہ گمراہ ہو گئے۔ اور صرف ایک گروہ نے جس کی گنتی تھوڑی سی ہے اس کا مطلب سمجھا جیسا کہ خود سیدنا مؤید نے فرمایا ہے۔ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ مولانا علی ایسا ارشاد فرماتے "لا وصول الی الاول والآخر الا بی وبرسول اللہ وانا اول الفکرۃ والآخر العمل وانا الظاہر لعیان العقول عند المحققین والباطن عند الجہلاء" تاکہ دوسرے دو بڑے گروہ حق کے راستے سے نہ بھٹکتے۔ خاصکر آپ جیسے مرشدانِ دین کا ہر جملہ بلکہ ہر جملے کا ایک ایک لفظ سنجیدہ ہونا چاہیئے تاکہ وہ ہدایت کا ذریعہ ثابت ہو۔ خاص کر توحید کے بارے میں جو اسلام کا اصل مقصد ہے۔ ان پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہر صاحبِ عقل و فہم اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ایسا کلام مولانا علی نے ہرگز نہ فرمایا ہوگا۔ یہ صرف آپ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ اس کی تائید سیدنا ابو حاتم الرازی کے قول سے ہوتی ہے۔ آپ اپنی تالیف "کتاب الزینۃ" میں فرماتے ہیں:۔ "وقوم قالوا فی الغلو بھم وادعوا انھم الھۃ وزعموا ان الائمۃ حجب ومقامات وان الالہ یحل فی الاجسام وینتقل من جسم الی جسم وقالوا بالتناسخ (وھم) العلیائیہ والعینیہ والمیمیہ والمخمسۃ واما المخمسہ فھم الذین زعموا ان محمدا وعلیا وفاطمہ والحسن والحسین صلعم خمستھم شیئٌ واحد والروح حالۃ فیھم بالسویۃ لا فضل لواحد علی آخر"[۱]۔ سیدنا کے قول سے ظاہر ہے کہ جو لوگ ائمہ کو حجب اور مقامات اور پنجتن پاک کو ایک ہی سمجھتے ہیں وہ اہلِ تناسخ و حلول ہیں۔ اب اگر ہم مولانا جعفر صادق کے قول نمبر (۴) کو صحیح تسلیم کر لیں تو ہم بھی یقیناً اہلِ تناسخ و حلول میں شمار کئے جائیں گے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا موصوف جیسے بزرگ امام نے کس طرح اپنے پیروؤں کو ایسی گمراہ کن تعلیم دی ہوگی جو اسلام کی تعلیم سے بالکل الگ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے کبھی ایسا ارشاد نہیں فرمایا ہوگا[۲] اور آپ کے والد بزرگ مولانا باقرؑ کے عہد

---

(۱) کتاب الزینۃ $\frac{۲}{۱۴۱-۱۴۲}$ (۲) مقدمہ عنوان "ہم اسماعیلیوں پر اہلِ ظاہر کے الزامات"

کے غلو کرنے والے بڑے بڑے داعیوں مثلاً مغیرہ بن سعید اور ابو الخطاب نے ایسی غلط روایتوں کو آپ کی طرف منسوب کر کے خود سردار بننے کی کوشش کی۔(۱) اِن کے بعد اُن کے شاگرد دمیمون القداح اور ان کے بیٹے عبداللہ نے تو ایک ایسی دعوت (انجمن) قائم کی جس کے تفصیلی واقعات آئندہ آئیں گے۔ اس دعوت کا اصل اصول یہ قرار دیا کہ مولانا محمد بن اسماعیل ساتویں ناطق یعنے ساتویں رسول ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدیؐ کے ظاہر کو معطل کر دیا۔ اسماعیلی تاویل یعنے علمِ باطن کے اصول بھی جس میں احکامِ شریعت "امثال" سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ ایسے ہی داعیوں کی ایجاد ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ یہ چند اہم واقعات ہیں جن کا یاد رکھنا اس تالیف کے پڑھنے والوں کے لئے ضروری ہے کیونکہ اسماعیلی مذہب کا دارومدار انہی پر ہے۔

یہاں اس امر پر بھی توجہ دلانا ضروری ہے کہ ہم بجائے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنے اور اسی سے مدد مانگنے اور اسی پر بھروسہ کرنے کے اس کے بندوں کو پکارنے لگے اور ان سے مدد مانگنے لگے اور ان پر بھروسہ کرنے لگے جیسا کہ ہماری دعاؤں سے واضح ہے:۔ یا محمداہ یا محمداہ۔ یا محمداہ انی استجیر بك فاجرنی وانی استعین بك فاعنی وانی اتوکل علیك فلا تخذلنی و انی اتوسل بك الی عاشر العقول وبك وبه الی جمیع العقول الابداعیۃ وبك وبهم الی من جلت قدرته وعظمت مشیته ان یصلی علیك وعلیهم اجمعین(۲)

ترجمہ:۔ اے محمد! اے محمد! بے شک میں تجھ سے پناہ کا خواستگار ہوں تو مجھے پناہ دے۔ اور بے شک میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ تو مجھے مدد دے۔ اور بے شک میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں تو مجھے تنہا بے پناہ نہ چھوڑ۔ میں تیرے وسیلے سے عقل عاشر کی طرف متوجہ

(۱) دعائم الاسلام (ذکر منازل الائمہ) (۲) صحیفۃ الصلوٰۃ بادنیسے کی دعا (صفحہ ۱۰۴) یہ دعا سیدنا محمد بن طاہر (متوفی ۵۸۴ھ) کی ہے جو سیدنا ابراہیم کے ہمکاسر تھے۔

ہوتا ہوں جس کی قدرت اور مشیت بڑی ہے (اور دعا کرتا ہوں) کہ وہ
تجھ پر اور ان سب پر درود بھیجے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے:۔ "وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا(۱)۔ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء(۲)۔ واذ قال لقمٰن لابنہ وھو یعظہ یا بنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم(۳)۔ ایاک نعبد وایاک نستعین(۴)۔

ترجمہ:۔ اور مسجدیں تو خدا ہی (کی عبادت) کے لئے ہیں تو (لوگو!) ان میں خدا کے ساتھ کسی (اور) کو نہ پکارو......... اور ان کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے ایک رُخے ہو کر اس کی عبادت کرو اور ایک وقت (وہ بھی تھا کہ) لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے وقت اس سے کہا کہ بیٹا! کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھیرانا۔ اس میں شک نہیں کہ شرک بڑے ظلم کی بات ہے۔
(اے خدا) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

اسی طرح "یا علیاہ، یا فاطمتاہ، یا حسناہ، یا حسیناہ اور یا امام الزمان یا طیباہ کہہ کر ہم دعائے مذکور پڑھتے ہیں۔

اس سلسلے میں عقیقہ کی دعا بھی قابل غور ہے۔ جو بکری ذبح کرتے وقت پڑھی جاتی ہے:۔ "بسم اللہ وبسم رسول اللہ وبسم امیر المومنین علی بن مولانا ابی طالب وبسم مولاتنا فاطمۃ الزہراء وبسم مولانا الحسن......... وبسم الطیب ابی القاسم امیر المومنین صلوٰت اللہ علیھم اجمعین(۵)۔"

قربانی اللہ تعالیٰ کے ہی لئے ہوتی ہے اور اس پر اسی کا نام لیا جاتا ہے لیکن ہم نے اس کے نام کے ساتھ، آنحضرت، مولانا علی، مولاتنا فاطمہ اور اکیس اماموں

---

(۱) القرآن ۷۲/۱۸ (۲) القرآن ۹۸/۵ (۳) القرآن ۳۱/۱۱-۱۲ (۴) القرآن ۱/۴ (۵) صحیفۃ الصلوٰۃ۔ عقیقہ کی دعا (صفحہ ۹۷)۔

کے نام بھی شریک کر دیئے ہے۔ جاہلیت میں بھی بت پرست اپنی قربانیوں پر بتوں کے نام لیتے تھے۔

ہماری توحید کے متعلق ایک مستشرق نے کیا خوب کہا ہے کہ اسماعیلی اپنے امام کو اس قدر بڑھا دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعا اور اس کے بندوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اللہ کو گرہن لگ جاتا ہے۔

توحید کی بحث کے اختتام پر اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ بے شک باری تعا پر اوصاف ونعوت کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا وہ ان سے منزہ ومبرا ہے لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ عقل اول یا عقل عاشر یا امام ان تمام اوصاف ونعوت سے موصوف ہے۔ جو کچھ بھی ہم باری تعا کے متعلق کہتے ہیں وہ مجبوری کی حیثیت ہے جیسا کہ خود سیدنا حمید الدین کرمانی فرماتے ہیں: "و الوجود اذا قلنا علی اللہ فانما نقولہ للاضطرار الی العبارۃ وامتناع الامر فیھا علی النفس الا بالامور المحدثۃ المستفادۃ معرفتھا من قبل الحس"(۱) اہل ظاہر بھی یہی کہتے ہیں۔ اب ہم اور وہ دونوں برابر ہو گئے پھر یہ کہنے کے کیا معنیٰ کہ ہم ہی توحید کے مسئلے کو حقیقی طور پر سمجھتے ہیں اور اہل ظاہر توحید کرنا نہیں جانتے اس لئے وہ مشرک ہیں جیسا کہ آئندہ فصل سے معلوم ہوگا۔

(۱) راحۃ العقل (سور ۲۶ - مشرع ۷)

فصل (۲)

شرک

شرک کی حقیقت ہماری دعوت کی کتابوں میں اکثر مقامات پر یہ کہا گیا گیا ہے کہ "الشرك فی الحدود ولا فی المعبود" یعنے شرک حدودِ (دین) میں ہوسکتا ہے معبود میں نہیں ہوسکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ منصوص کو ماننے کی بجائے غیر منصوص کو ماننا شرک ہے۔ مولانا جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ آیۂ کریمہ: "ویل للمشرکین الذین لایوتون الزکوۃ" میں مشرکین وہ افراد ہیں جنھوں نے مولانا علیؑ کی ولایت میں شرک کیا۔(۱) یعنے آپ کو خدا کا ولی ماننے کے بجائے دوسرے کو خدا کا ولی مانا۔

سیدنا موید اپنی ایک مجلس میں فرماتے ہیں کہ یہود شرک سے بری ہیں کیونکہ باری تعالیٰ کے متعلق ان کا اور مسلمانوں کا عقیدہ ایک ہی ہے۔ نصاریٰ مشرک نہیں کہے جاسکتے۔ اگرچہ وہ تین کو ملا کر ایک کہتے ہیں۔ ثنویہ بھی مشرکین میں شامل نہیں کیونکہ وہ ضد کے قائل ہیں اور ضد غیر شریک ہے اب صرف عبدۃ الاصنام

(۱) تفصیل کے لئے اسی بحث کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیے کتاب الکشف (صفحہ ۱۴۱)

یعنے بتوں کی پوجا کرنے والے باقی رہ گئے۔ یہ لوگ عقلاء مکلفین ہی میں داخل نہیں ہیں کہ ان پر مشرکین کا لفظ صادق آسکے۔ کلام مجید میں مشرکین کا ذکر تو ہے۔ ان کا وجود ہونا چاہیئے۔ اس لئے مشرک وہ ہے جو رسول ہونے کا دعویٰ کرے۔ اور وہ رسول نہ ہو یا جو وصی ہونے کا دعویٰ کرے اور وہ وصی نہ ہو۔[1] اور یہی شرک صحیح ہے ذہنی والمکذبین سے وہ افراد مراد ہیں جنہوں نے مولانا علیؑ کی ولایت کو جھٹلایا۔[2] ایک دوسری مجلس میں سیدنا موصوف فرماتے ہیں کہ ثنویہ اور نصاریٰ کا شرک "شرک جلی" ہے اور اولیاء اللہ اور ان کے حدود میں شرک کرنا "شرک خفی" ہے۔ خلاصہ ان تمام بیانوں کا یہ ہے کہ حقیقی مشرکین وہ ہیں جنھوں نے مولانا علی کی ولایت میں شرک کیا۔ "لئن اشرکت لیحبطن عملک" کی تفسیر یہ ہے کہ اے رسول! اگر تم نے علی کو چھوڑ کر کسی اور پر نص کی اور اس کو اپنا خلیفہ بنایا تو تمھارا عمل ضرور گر جائے گا یعنے تمھاری رسالت ضرور بے کار ثابت ہوگی۔

تبصرہ

مولانا جعفر صادق کی طرف جو روایتِ مذکورہ منسوب کی گئی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے والد (یعنے مولانا باقر) نے ایک روز جابر سے پوچھا اے جابر! کیا اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر زکوٰۃ فرض کی ہے؟ جابر نے کہا نہیں۔ صرف مومنین پر زکوٰۃ فرض ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمھیں اللہ تعالیٰ کا یہ قول یاد نہیں ہے؟ "وویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون"[3] جابر نے یہ کہا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں نے یہ آیت کبھی نہیں پڑھی حالانکہ وہ خدا کی کتاب میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے علی کی ولایت میں شرک کیا۔ دعائم الاسلام کے "ذکر الایمان" میں سیدنا قاضی نعمان نے یہ تفصیل کی ہے۔

(۱) المجالس المویدیہ $\frac{۴}{۵۱-۵۲}$ (۲) شرح الاخبار $\frac{۲}{۶۶}$ (۳) القرآن $\frac{۴۱}{۵-۸}$

لیکن خود آپ نے اپنی دوسری تصنیف "کتاب الہمہ فی آداب اتباع الائمۃ" میں یہ بحث کی ہے کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی اور وہ مسلمان نہیں ہو سکتا جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے :۔ "واذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم۔"(۱) مولانا جعفر صادق فرماتے ہیں کہ مشرک کے سوا کوئی شخص زکوٰۃ میں خیانت نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ"، یہی نہیں بلکہ روایت مذکورہ کے قبل اس سے متصل ہی خود سیدنا نے ایسی بحث کی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ امت اسی بات پر متفق ہے کہ جو شخص کسی فریضے کو منکراً چھوڑ دے وہ کافر اور حلال الدم ہے اگرچہ کہ وہ اپنی زبان سے خدا کا اقرار اور رسول کی تصدیق کرتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ"(۲) اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان سے خارج کر دیا کیونکہ انھوں نے زکوٰۃ نہیں دی۔ اسی وجہ سے تمام لوگوں نے آنحضرت صلعم کے بعد بنو حنیفہ سے جنگ کرنا اور ان کے بال بچوں کو قید کرنا حلال سمجھ لیا اس لئے کہ انھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا(۳) سیدنا حمید الدین کرمانی بھی یہی کہتے ہیں کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دے وہ مسلم نہیں ہے مولانا علی یہ فرماتے ہیں کہ "مانع الزکوٰۃ مشرک"، اللہ تعالیٰ ایسا فرماتا ہے :۔ فاذا انسلخ .... سبیلھم وان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین"۔ اللہ تعالیٰ نے نہ کسی تائب کی توبہ اور نہ کسی مشرک کا اسلام قبول کیا یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھی اور زکوٰۃ دی (۴)

سیدنا جعفر بن منصور الیمن اپنی کتاب تاویل الزکوٰۃ میں فرماتے ہیں "وکوی اللہ بھا مانعیھم جباھھم .... وجعلھم مشرکین فقال مانع

---

(۱) القرآن $\frac{9}{5}$ (۲) کتاب الہمہ (صفحہ ۶۶) (۳) دعائم الاسلام (ذکر الایمان (۴) تنبیہ الھادی والمستھدی (صفحہ ۹۶)۔

الزکوٰۃ مشرک کما قال تعالیٰ وویل للمشرکین الذین لایوتون الزکوٰۃ ومن لایودی الزکوٰۃ لاصلوٰۃ لہ (۱)۔

ان بیانات کے بعد وہ روایت جس میں مولانا جعفر صادق نے جابر سے زکات مشرکین کے متعلق دریافت فرمایا ہے کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ اگر اس کی شانِ نزول میں مولانا علی کی ولایت میں شرک کرنے والوں کی طرف اشارہ ہوتا تو سیدنا حمید الدین کرمانی اور سیدنا جعفر بن منصور الیمن بھی اپنی کتابوں میں اس کا ضرور ذکر کرتے جس طرح سیدنا قاضی نعمان نے کیا ہے۔ اس لئے کہ ولایت کا مسئلہ تمام شیعی فرقوں کے اعتقاد کے مطابق بہت اہم ہے اور اسی پر تمام اعمال کی بنیاد ہے۔ اگر ولایت نہ ہو تو سارے اعمال بیکار ثابت ہوتے ہیں۔ بخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں جلیل القدر باب الابواب نے آیۂ مذکورہ کی وہی تفسیر کی ہے جو اہلِ ظاہر کرتے ہیں (۲) ولایت میں شرک کرنے والوں کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ دعائم الاسلام علمِ ظاہر کی کتاب ہے اور تنبیہ الہادی والمستہدی اور تاویل الزکات کا شمار علمِ باطن یعنی تاویل کی کتابوں میں ہوتا ہے دعائم الاسلام کی روایت یہ کہتی ہے کہ یہ آیت انہی لوگوں کی شان میں اتری جو "شرک فی الولایۃ" کرتے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ یہ آیت ان آیتوں میں شامل ہے جن کا ظاہر ہمارے قول کے مطابق مستقیم نہیں ہوتا (۳)۔ ورنہ مولانا باقر کے سوال کے کیا معنی؟

شرک کے متعلق سیدنا موید کا یہ فرمانا کہ "عبدۃ الاصنام" عقلاء مکلفین ہی نہیں ہیں کہ وہ مشرکین کہے جا سکیں نہایت حیرت انگیز ہے۔ مشرکین کے وجود کا کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے۔ اسلام اسی شرک کو مٹانے کے لئے تو آیا ہے۔ ملحوظ خاطر

(۱) تاویل الزکوٰۃ (صفحہ ۳) (۲) ان الامتناع من الزکوٰۃ یوجب الکفر (الرازی ۳۵۱/۷) وما ارتدت بنو حنیفہ الا بمنع الزکوٰۃ (مدارک التنزیل ۳/۱۸۵) (۳) ایسی روایتوں کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۲۰)

رہے کہ سیدنا کے اوپر کے دو بیانوں میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ بیان اول میں آپ فرماتے ہیں کہ نہ نصاریٰ مشرک ہیں اور نہ یہود اور نہ ثنویہ لیکن بیان ثانی میں فرماتے ہیں کہ ثنویہ اور نصاریٰ کا شرک، شرک جلی ہے اور اولیاء اللہ اور ان کے حدود میں شرک کرنا شرک خفی ہے۔

فصل (۳)

ادوارِ ثلاثہ :- یعنی دورِ کشف، دورِ فترت اور دورِ ستر

دورِ کشف، دورِ فترت اور دورِ ستر ہم نے پہلی فصل میں بیان کیا ہے کہ صاحب جثۂ ابداعیہ نے ستائیس مددگاروں کے ذریعے خدا کے دین کی طرف دعوت شروع کی۔ اور عقلِ عاشر کی غلطی کی وجہ سے جو عالمِ جسمانی پیدا ہوا اس کو راہِ راست پر لانے کا کام شروع کیا۔ لوگوں کو مستجیب یعنی مومن بنایا۔ ان کا دور دورِ کشف کہلاتا ہے جو پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے۔ اس دور میں خیر غالب اور شر مغلوب رہتا ہے۔ اولیاءُ اللہ کے دشمنوں کا تسلط بہت کم ہو جاتا ہے۔ ایمانداروں اور مخلصوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ شیطان کی قوت بالکل گھٹ جاتی ہے۔ امامت کا آفتاب ہمیشہ چمکتا رہتا ہے۔ اس طویل دور میں صرف مستقر اماموں کا وجود کافی ہوتا ہے۔ ناطق (رسول) یعنی صاحب ظاہر اور اساس (وصی) یعنی صاحب باطن اور دوسرے حدود کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ اس میں شریعت کے ظاہری احکام نہیں ہوتے تاکہ ان کی تاویل کی ضرورت ہو۔ ظاہری شریعت بالکل مرتفع ہو جاتی ہے یعنی اس کی قید اور

پابندی اٹھ جاتی ہے۔(۱) باطن یعنی اسرارِ الاہیہ جنبروں پر علانیہ بیان کئے جاتے ہیں صاحب جثہ ابداعیہ کی وفات کے بعد جو اس دور کے پہلے مستقر امام ہوتے ہیں۔ آپ کا بیٹا آپ کا جانشین ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ ہی کی نسل میں یعنی باپ کے بعد بیٹے میں امامت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پچاس ہزار سال کے بعد دین میں فترت (فتور) پیدا ہو جاتی ہے۔ امام الزمان کی حکومت میں ضعف نمایاں ہونے لگتا ہے۔ مومنین کی دینداری میں فرق پڑ جاتا ہے۔ باطل حق پر آہستہ آہستہ غالب ہوتا جاتا ہے۔ یہ حالت تین ہزار سال تک رہتی ہے۔ اسی لئے اس دور کو "دورِ فترت" کہتے ہیں۔ اس کے آخر میں جب امام الزمان یہ دیکھتے ہیں کہ اب بغیر شریعت کے ظاہری احکام کے لوگ خدا کے دین کو نہیں سمجھیں گے تو وہ خود چھپ جاتے ہیں۔ اور اپنی جگہ ایک مستودع کو قائم کرتے ہیں جو "دورِ ستر" کا پہلا رسول ہوتا ہے۔ اسے مستقر امام ہدایت کرتے ہیں کہ وہ ایک ظاہری شریعت وضع کرے۔ اور اس کے باطن کو سمجھانے کے لئے اپنا ایک مددگار قائم کرے یہ مددگار وصی کہا جاتا ہے۔ اس دور میں مستقر اماموں کا سلسلہ جاری تو رہتا ہی لیکن چھپا ہوا۔ داعیوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ امام الزمان کس شہر میں ہیں(۲) مستقرین

(۱) کہا جاتا ہے کہ ہمارے اسماعیلی مذہب کا ایک عام عقیدہ یہ ہے کہ جب امام ظاہر ہوتا ہے تو شریعت مخفی ہو جاتی ہے۔ اور جب شریعت ظاہر ہوتی ہے تو امام مخفی ہو جاتا ہے (شہرستانی)۔ اس کی شرح کے لئے اس کے بعد کا بیان غور سے پڑھئے جس کی ابتداء "صاحب جثہ ابداعیہ کی وفات" سے ہے (۲) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو فصل ۲ مولانا عبداللہ کا چھپ جانا) اس کا مقابلہ اخوان الصفاء کے بیان سے کیجئے:۔ وربما کانوا (ای الخلفاء) ظاہرین بالعیان موجودین فی المکان فی دور الکشف وبالضد من ذلک فی دور الستر غیر انھم فی دور الستر لا یکونون مفقودی الوجود جملة من اعدائھم فاما اولیاءھم فیعرفون مواضعھم ومن اراد قصدھم تمکن منه ولو کان غیر ذلک کان منه خلو الزمان من الامام الذی ھو حجة اللہ علی خلقه وھو تعالیٰ لا یرفع حجته ولا یقطع الحبل الممدود بینه وبین عبادہ فھم اوتاد الارض وھم الخلفا فی الحقیقة فی الدورین جمیعا (رسائل اخوان الصفا ۳ ۔ ۶)

کی جگہ مستودعین کام کرتے ہیں جن کو ان کی تائید پہنچتی ہے اس دور کی مدت سات ہزار سال ہے(۱)۔ جب لوگوں میں یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دین کے باطنی اسرار کو بغیر ظاہری شریعت کی مدد کے سمجھیں تو اس دور کے آخر میں قائم القیامہ ظاہر ہوتے ہیں جو دورِ کشف کے پہلے امام ہوتے ہیں۔ یہ امام شریعت ظاہری کو معطل کر کے شریعت باطنی کے اظہار کا آغاز کرتے ہیں۔ اور علانیہ اسرار الاہیہ سے لوگوں کو واقف کراتے ہیں اب حجت کا عہدہ جو باطنی دعوت کا صدر ہوتا ہے مرتفع ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ قائم القیامہ کے حجت قائم سے پہلے ظہور فرمائیں گے اور لوگوں کو جبراً و قہراً یعنی زبردستی خدا کے دین پر لائیں گے۔ آپ کے بعد قائم القیامہ ظہور فرما کے دورِ کشف کی ابتدا کریں گے۔ جس کی مدت پچاس ہزار سال ہوگی۔
اسی طرح دورِ کشف، دورِ فترت اور دورِ ستر یکے بعد دیگرے جاری رہیں گے یہاں تک کہ عالم جسمانی کی صورتیں نجات حاصل کر کے عقل عاشر کے ضمن میں پہنچ جائیں۔ دورِ کشف اور دورِ ستر کی مدتوں کی دلیل کلام مجید سے لی گئی ہے سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے قول "ن ۗ والقلم" سے اسی راز کی طرف اشارہ ہے۔ کلمۂ نون میں تین حروف ہیں پہلا حرف "ن" ہے جو دورِ کشف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ابجد کے حساب سے "ن" کے عدد پچاس ہیں۔ اس کے بعد "و" ہے جس کے عدد چھ ہیں پھر اس کے بعد "ن" ہے جس کے عدد پچاس ہیں۔ یعنی دورِ کشف کے بعد جس کی عمر پچاس ہزار سال ہوگی دورِ ستر آوے گا جس کی مدت چھ ہزار سال ہے(۲)۔ ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ دورِ ستر کی مدت

(۱) بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کی تاویل سات ناطقوں کی مدت ہے کیونکہ "الف" ناطق پر مشتمل ہے۔ یہاں سال کے معنی ظاہری سال کے نہیں ہیں۔ آنحضرت صلعم کی طرف یہ حدیث منسوب کی جاتی ہے "عمر الدنیا سبعة آلاف سنة بعثت فی آخر الف منها" لیکن یہ تاویل بھی اصلاح طلب معلوم ہوتی ہے کیونکہ آپ چھٹے ناطق ہیں نہ کہ ساتویں۔ (۲) حرف "ن" وہ حرف ہے جسے سیدنا حمید الدین نے "رموز کبارہ" میں شامل کیا ہے (تیرہ رسائل الرسالة الحاویة) اس کی شرح مولانا محمد بن طاہر نے کی ہے (الانوار اللطیفہ۔ سرادق ۲۔ باب ۳۔ فصل ۴)

سات ہزار سال ہے اور اس کی تاویل بھی کر چکے ہیں۔ یہ اختلاف قابلِ غور ہے۔

حضرت آدم اور ان کی حقیقت

ہمارے دورِ ستر کے پہلے ناطق (رسول) یا مستودع تیخوم بن نجلاح ہیں جن کا نام عبد اللہ ہے[1] لیکن یہ عام طور پر آدم سے مشہور ہیں۔ ان کو دورِ کشف کے آخری مستقر امام ہنید نے قائم کیا۔ اسی وجہ سے یہ آدم کے مقیم کہے جاتے ہیں۔ جب انھوں نے دیکھا کہ دین میں فترت واقع ہو گئی ہے اور لوگ ان کی طاعت سے پھرتے جاتے ہیں اور ان میں یہ صلاحیت باقی نہیں رہی کہ انھیں عام طور پر کھلم کھلا علمِ باطن کی تعلیم دی جائے تو انھوں نے دورِ ستر کی تمہید شروع کی۔ خود بھی چھپ گئے۔ اور علمِ باطن کو بھی عام لوگوں سے چھپا دیا۔ اور اپنی دعوت کے حدود یعنی ارکان میں سے جن کی تمثیل مٹی سے دی گئی ہے ایک حد کو اپنا نائب مقرر کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ ظاہری شریعت کی طرف تمام لوگوں کو دعوت دے لیکن علومِ باطن یا تاویل چند خاص لوگوں کے سوا جو اس کے مستحق ہوں کسی کو نہ بتائے۔ آدم کی پیدائش کی یہی تفسیر ہے۔ آیۂ کریمہ "واذ قال ربك للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس" میں رب سے

(۱) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۲۹ تا ۶۴) حضرت آدم کے قصے کی تاویل بھی ملاحظہ فرمایئے۔ (فصل ۴۰) وان آدم كان رأس هذا الكور وكان قبله اكوار لا يمكن لامثالنا الوقوف عليها اذهى روحانية (سرائر النطقا۔ صفحہ ۱۱) ایسے ہی اقوال کی وجہ سے ہمارے مخالفین نے ہم پر ابطالِ شریعت اور قدمِ عالم کا الزام لگایا ہے۔ چنانچہ ہارونی کہتا ہے:۔ وغرض هولاء الملاحدة فی ما ادعوه من الباطن هو التوصل الى ابطال الشرائع والقول بقدم العالم وهو قولهم ان آدم لم يكن اول البشر كان آدم قبل آدم الى حيث لا يمكن عدّه ثم ليتوصلوا به الى نفى الملائكة ونفى البعثة (الرسالة الكافية فى الرد على الهارونى (ثلاثة عشر رسالة لسيدنا احمد الدين)

امام مستقر مراد ہے جنہوں نے ملائکہ یعنے اپنے حدود سے کہا کہ میں آدم کو تمہارا صدر مقرر کرنے والا ہوں تم ان کی اطاعت کرو۔ حضرت آدم کا بڑا دشمن شیطان جو باطنی دعوت میں شریک تھا۔ اس نے انکیں علم ظاہر کے ساتھ علم باطن بھی لوگوں کو بتانے اور قائمُ القیامہ کے رتبے پر کچھ روشنی ڈالنے کی رغبت دلائی۔ ان سے یہ کہا کہ اگر وہ ایسا کریں تو ان کا مشن ترقی کرے گا۔ اور ان کی دعوت میں لوگ کثرت سے داخل ہوں گے۔ یعنے اس درخت کے پھل کھانے کی رغبت دلائی جس کے استعمال کی امام مستقر نے ممانعت کی تھی۔ حضرت آدم اِس دھوکے میں آگئے اور علمِ باطن کے چند نکتے عوام پر ظاہر کر دئے۔ اس جرم کے سرزد ہوتے ہی وہ اپنی جنت یعنے باطنی دعوت سے نکال دئے گئے اور ظاہری دعوت کے صدر مقرر کئے گئے۔ اس زمانے سے علم باطن بالکل چھپا دیا گیا۔ سوائے مخصوص لوگوں کے اور کسی کو نہیں بتایا جاتا۔ علمِ باطن کی تعلیم کے لئے آدم نے اپنے وصی ہابیل کو مقرر کیا۔ دورِ ستر میں ظاہری شریعت کا معلم ناطق (یعنے رسول) ہوتا ہے اور باطنی شریعت کا معلم اساس (یعنی وصی) ہوتا ہے۔ دورِ کشف میں اس تقسیم کار کی ضرورت نہیں پڑتی جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کیونکہ اس وقت ظاہری شریعت یعنے اعمال مرتفع ہوجاتے ہیں۔ محض باطنی شریعت یعنے علمِ باطن باقی رہ جاتا ہے

حضرت آدم کے بعد چھ ناطقوں کا قیام حضرت آدم کے بعد آپ کے قائم مقام آپ کے وصی مولانا ہابیل ہوئے۔ مولانا ہابیل نے دعوتِ باطن کے لئے اپنا ایک مددگار مقرر کیا جسے حجت کہتے ہیں اور جو آپ کے بعد آپ کے جانشین ہوئے۔ اسی طرح آپ کے دور میں یکے بعد دیگرے ائمہ ہوتے رہے(۱) یہاں تک کہ ناطقِ ثانی یعنے حضرت نوح کا دور آیا جن کو آپ کے زمانے کے مستقر امام مولانا ہود نے قائم کیا۔ آپ کے وصی مولانا سام تھے آپ کے دور کے بعد ناطقِ ثالث یعنے حضرت ابراہیم ع

(۱) اساس التاویل لسیدنا القاضی نعمان (ابتدائے قصۂ آدم)

کا دور شروع ہوا۔ آپ اپنے دور کے مستقر امام بھی تھے۔ گویا اب مستقر امام ظاہر ہو گئے۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم چاروں مراتب نبوت، رسالت، وصایت اور امامت کے مالک تھے۔ آپ نے حضرت اسحٰق کو ظاہری شریعت کے لئے اور حضرت اسماعیل کو باطنی شریعت کے لئے قائم کیا وفدیناہ بذبح عظیم کی یہی تاویل ہے۔ گو اس میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ تبصرہ سے معلوم ہوگا۔ آپ کے دور کے بعد ناطق رابع یعنے حضرت موسیٰ کا دور شروع ہوا۔ جو امام مستقر نہ تھے۔ آپ کے مقیم مولانا "اد" اور آپ کے وصی مولانا ہارون تھے۔ آپ کے دور کے بعد ناطق خامس یعنے حضرت عیسیٰؑ کا دور شروع ہوا جن کے مقیم مولانا خزیمہ اور وصی شمعون صفا تھے آپ کے دور کے بعد ناطق سادس یعنے آنحضرت صلعم کا دور شروع ہوا۔ آپ کے مقیم مولانا ابوطالب اور وصی مولانا علیؑ تھے۔ آپ کے دور کے بعد ناطق سابع (یعنی ساتویں رسول) مولانا محمد بن اسماعیل کا دور شروع ہوا جو دور روحانی اور قائم کا دور کہا جاتا ہے۔ یہ سب انبیاء اس وجہ سے نطقاء کہے جاتے ہیں کہ ان میں سے ہر نبی نے اپنے پیش رو نبی کی شریعت کو معطل یعنے منسوخ کر کے ایک جدید شریعت وضع کی(۱)۔ چنانچہ مولانا محمد بن اسماعیل نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کر کے باطنی شریعت جاری کی جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

تبصرہ

ادوار ثلاثہ کے تصور کا ماخذ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے "حقائق" کے معارف ہماری دعوت ہی کے افادات ہیں۔ یہ ایسے رموز و اسرار ہیں کہ اہل ظاہر ان

---

(۱) النطقاء هم الذين ينطقون بالتنزيل والشرائع فهم آدم ونوح وابراهيم وموسىٰ وعيسىٰ ومحمد وهو احمد ومحمد المهدى الناطق السابع فهم بيوت وحى الله (كتاب الكشف۔ صفحه ۱۵۲)۔

ان سے واقف نہیں لیکن ان کی کتابوں کے مطالعے کے بعد ہمارا یہ دعویٰ ثابت نہیں رہتا۔ چنانچہ ادوارِ ثلاثہ یعنے دورِ کشف، دورِ فترت اور دورِ ستر کا مقابلہ ہندی فلسفے کے چار یوگوں (۱) "کریتا یوگا" (۲) "تریتا یوگا" (۳) "دواپرا یوگا" اور (۴) "کالی یوگا" سے کیا جا سکتا ہے۔ پہلے یوگا میں محض خیر ہی ہوتا ہے۔ گھٹتے گھٹتے کالی یوگا میں خیر کا صرف چوتھا حصہ رہ جاتا ہے۔ یعنے شر خیر پر غالب ہو جاتا ہے۔ پھر کریتا یوگا شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم کا نظام جاری رہتا ہے۔ اس سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ "حقائق" کے اکثر مسائل خاص کر جو جزا اور سزا سے تعلق رکھتے ہیں ہندی فلسفے سے لئے گئے ہیں جو ہم سے کئی صدی پہلے مدون ہو چکا ہے۔

"ف" سے اشارہ دورِ ستر کی طرف ہے۔ گویا کشف کے دو دوروں کے درمیان ایک دورِ ستر ہوگا جس کی مدت چھ ہزار سال ہوگی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے دورِ ستر کو ختم ہونے کو ابھی تقریباً چھ سو سال باقی ہیں۔ آدم سے لے کر مولانا قائمؑ کے ظہور تک چھ ہزار سے بھی زیادہ سال ہو جاتے ہیں[1]۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب باتیں قیاسی ہیں۔ حالانکہ ہمیں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ہم مذہبی امور میں قیاس نہ کریں۔ کیونکہ قیاس ایک گمراہ کن راستہ ہے۔ "اول من قاس ابلیس" کی حدیث آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

شجرہ ممنوعہ اور ذبح عظیم کی تاویلوں میں اختلاف

آدم جس درخت کے قریب ہونے سے منع کئے گئے تھے اس کی تاویل خود توراة میں موجود ہے:۔

"واما شجرة معرفة الخير والشر فلا تاکل منها لانك يوم تاکل منها موتا تموت"[2] یعنے اے آدم تم خیر و شر کی

(۱) اسی وجہ سے ہم کو یہ تاویل کرنا پڑی کہ چھ ہزار سال سے چھ ناطقوں کی مدت مراد ہے کیونکہ "الف" ناطق پر مشتمل ہے۔ اس پر ابھی ہم بحث کر چکے ہیں۔ (۲) الکتاب المقدس (صفحہ ۲۵)۔

معرفت کے درخت کا پھل نہ کھانا ورنہ فوراً مر جاؤ گے ہم نے اس کی بجائے یہ تاویل کی ہے کہ "اے آدم تم قائمہ القیامہ کی حد (رتبہ) کے قریب نہ جانا ورنہ باطنی دعوت سے نکال دئے جاؤ گے"، جس طرح اکثر کتابوں میں لکھا ہے:- "الشجرۃ حد قائم الزمان الآخر"[1]، لیکن سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے اس تاویل کی تردید کی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ شجرۃ سے مراد نہ قائم کا مرتبہ ہے نہ آپ کی حد کیونکہ (یہ اچھی چیز ہے اور) اللہ تعالیٰ صرف "فحشاء و منکر" یعنی بری چیزوں ہی سے روکتا ہے۔ اس لئے "شجر" سے مراد ظالم اول اور ظالم ثانی کا رتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو منع کیا کہ وہ ان دونوں کو علم باطن نہ بتائیں اور نہ ہی ان کی کوئی باطل بات سنیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:- الشجرۃ لا شجرۃ البر ولا مرتبۃ القائم ولا حدہ لان اللہ لا ینھی الا عن الفحشاء والمنکر وانما ھی مرتبۃ اول الظلمۃ وثانیھم وحدھما من زخارف القول وتحریف الکلام۔ نھی اللہ ان یفاتح بعلم الباطن الظالمین وان یسمعھم منہ شیئاً وان یصغی الی مافی ایدیھم من الباطل[2]۔ باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تاویل کے مقابلے میں دوسرے داعیوں کی تاویل ہرگز درست نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آپ عصمت کے حامل ہیں اور امام اصغر کہے جاتے ہیں۔ تاویل جیسے روحانی علم میں اتنا تضاد و تناقض کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیا مولانا علیؑ نے جو اس علم کے سرچشمہ ہیں ایسی تاویلیں بتائی ہوں گی؟ ہرگز نہیں۔ یہ تاویلیں تو ہم نے اپنی سیاسی تحریک کو قوی بنانے کے لئے ایجاد کی ہیں تا کہ ظالم اول اور ظالم ثانی کو بری سے بُری شکل میں پیش کر سکیں

اسی طرح ذبح عظیم کی تاویل میں سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور سیدنا قاضی نعمان کے درمیان اختلاف ہے۔ مقدم الذکر سیدنا فرماتے ہیں:- "لما تواضع اسحاق لاخیہ اسماعیل جاء ملک یقول ان اللہ

---

(۱) اساس التاویل لسیدنا القاضی نعمان بن محمد وغیرہ (۲) تاویل الزکوٰۃ (صفحہ ۱۹۵-۱۹۶)

قد اخلص اسحاق .... لا حاجة لك باخذ العهد عليه فانه لفى بالعهد وضمن الملك عنه الوفاء فلم يأخذ ابراهيم على اسحاق العهد .... فالملك هو الذبح العظيم"[1] بخلاف اس کے سیدنا قاضی نعمان کا یہ قول ہے:- "قال ابراهيم لاسماعيل يا بنى انى آخذ عليك ميثاق الامامة فاقيمك اماماً قال اسماعيل يا ابت افعل ما تؤمر صابر على حمل الاثقال للدعوة لما خضع اسماعيل فديناه بذبح عظيم اي اسرى ابراهيم اسماعيل الى حد التائد والستر واسكته عن المفاتحة والبيان والمناظرة بالظاهر ونصب لذلك اسحاق دونه كان اسماعيل فى حد الاساسية و اسحاق دونه فى حد الامامة اى فدينا اسماعيل باسحق واسحاق ذبح عظيم"[2] ان دونوں تاویلوں میں جو اختلاف ہے وہ محتاج بیان نہیں سیدی امین جی بن جلال ان دو تاویلوں کا خلاصہ اس طرح بیان کرتے ہیں "والباطن المعنى كان اسماعيل للوصاية والاساسية واراد ابراهيم ان يعطيه الامامة وهو دونها فصبر اسماعيل على ذلك الاخذ وما اعترض عليه فجزاه الله على صبره"[3] لیکن اصل اختلاف ویسا ہی باقی رہتا ہے۔ ذبح عظیم فرشتہ ہے یا حضرت اسحاق؟

حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت موسیٰ، اور حضرت عیسیٰ کو مستودعین میں شامل کیا گیا ہے۔ ان کے درمیان حضرت ابراہیم کا مستقر امام کی حیثیت سے ظاہر ہونا تعجب سے خالی نہیں۔ یہ شاید اس وجہ سے کہ آنحضرت صلعم اور مولانا علی، حضرت ابراہیم کی نسل سے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ مستودع اور مستقر کی تفریق ہم نے اپنے اسماعیلی مذہب کے نظام کو برقرار رکھنے کے لئے کی ہے مستقرین اور مستودعین کا تختہ ملاحظہ ہو۔

(۱) کتاب الشواہد والبیان (صفحہ ۱۱۷ - ۱۱۸) (۲) اساس التاویل (قصۂ ابراہیم) (۳) التعلیقات علی اساس التاویل لسیدی امین جی بن جلال

مستقر (مقیم یعنے قائم کرنے والے)	مستودع	وصی)
(۱) حضرت ہنید	حضرت آدم	حضرت ہابیل
(۲) حضرت ہود	حضرت نوح	حضرت سام
(۳) حضرت صالح	حضرت ابراہیم (مستقر)	حضرت اسماعیل
(۴) حضرت انہ	حضرت موسیٰ	حضرت ہارون
(۵) حضرت خزیمہ	حضرت عیسیٰ	حضرت شمعون *
(۶) حضرت ابوطالب	حضرت محمدؐ	حضرت علیؑ (مستقر)

فصل (۴)

مولانا عبدالمطلب، مولانا عبداللہ اور مولانا ابوطالب

اس فصل میں ہم آنحضرت صلعم کے قیام کی مفصل کیفیت بیان کریں گے۔ جس سے آپ کے دادا مولانا عبدالمطلب آپ کے والد مولانا عبداللہ اور آپ کے چچا مولانا ابوطالب کے مراتب پر روشنی پڑے گی۔ اس میں بھی ہماری کتابوں میں بڑا اختلاف ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

آنحضرت صلعم کے دادا مولانا عبدالمطلب حضرت ابراہیم کی ذریت سے ہیں۔ آپ بھی حضرت ابراہیم کی طرح حضرت عیسیٰ کے دور میں مستقر امام تھے یعنے آپ میں نبوت، رسالت، وصایت اور امامت چاروں مراتب جمع تھے۔ آپنے اپنے دو فرزندوں مولانا عبداللہ اور مولانا ابوطالب کو خدا کے امر و وحی سے الگ الگ رتبے دیے۔ پہلے کو نبوت و رسالت کے رتبے دے کر ظاہری دعوت کا صدر بنایا اور دوسرے کو وصایت و امامت کا درجہ دے کر باطنی دعوت کا رئیس مقرر کیا۔ مولانا عبداللہ کے انتقال کے وقت آنحضرت صلعم پیدا نہیں ہوئے

(۱) کنزالولد (صفحہ ۹۶) الانوار اللطیفہ (فصل ۵ - باب ۱ - سرادق ۳) * مستقرین اور مستودعین کا پورا سلسلہ کسی کتاب میں نہیں ملتا۔

تھے [۱]۔ اس لئے مولانا عبدالمطلب نے اپنے فرزند مولانا ابو طالب پر نص کر کے انھیں آنحضرت صلعم کا کفیل بنایا۔ یہی وجہ ہے مولانا ابو طالب "ذوالکفل" کہلاتے ہیں [۲]۔ تاکہ آپ اپنے انتقال کے وقت نبوت ورسالت کا رتبہ آنحضرت کے سپرد کریں۔ مولانا ابو طالب نے خدیجہ بنت خویلد، میسرہ، بحیرا اور مرقال کو حجت کے رتبے میں قائم کیا۔ آپ کے لئے بارہ نقیب نہ تھے۔ کیونکہ آپ صاحب ودیعت یعنی صاحب امانت تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے دور میں ہوا۔ موسیٰ نے یوشع بن نون کو اپنے فرزند ہارون کے لئے جو سن بلوغ کو اس وقت نہیں پہنچے تھے مستودع بنایا [۳]۔ مولانا ابو طالب نے نبوت ورسالت کا رتبہ آنحضرت صلعم کو اور وصایت وامامت کا درجہ مولانا علی کو دیا۔ مولانا عبداللہ کے قائم مقام آنحضرت صلعم اور مولانا ابو طالب کے جانشین مولانا علی ہوئے۔ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ مولانا عبداللہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے والد مولانا عبدالمطلب کو آنحضرت صلعم کا کفیل بنایا تاکہ وہ اپنے بعد نبوت ورسالت کا عہدہ آنحضرت کے سپرد کریں [۴]۔ مولانا ابو طالب کی شان عظمت وجلالت اس سے ظاہر ہے کہ آپ میں بھی مولانا عبدالمطلب کی طرح چاروں مراتب جمع ہو گئے تھے [۵]۔ آپ نے اپنی حجت حضرت خدیجہ کو آپ کی بعثت کے ایک روز بعد سہ شنبہ کو ظہر کے وقت اللہ تعالیٰ کے امر و وحی سے یہ حکم دیا کہ وہ آنحضرت صلعم

---

(۱) یہ مشہور روایت ہے لیکن سیدنا ابراہیم فرماتے ہیں کہ اس وقت آنحضرت صلعم مہد میں یعنی گہوارے میں تھے حضرت النقلۃ لعبد اللہ وولدہ محمد فی المہد (کنز الولد صفحہ ۲۹۷) (۲) "ذوالکفل" قرآن میں ایک نبی کا نام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "واسماعیل وادریس وذوالکفل کل من الصالحین" (القرآن ۲۱/۸۵) ان کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ (۳) سرائر النطقاء (صفحہ ۱۳۸-۱۴۲) (۴) کنز الولد (صفحہ ۲۹۶) (۵) الانوار اللطیفہ (فصل ۵- باب ۱ سرادق ۳)

اور مولانا علی کو اپنے پانچ حدود(۱) کے سامنے بلا کر آنحضرت صلعم کو رتبۂ وصایت و امامت کے متعلق مولانا علی کے کفیل اور مستودع بنائیں۔ چنانچہ حضرت خدیجہ نے آپ کے حکم کے متعلق عمل کیا اور شرح و بسط سے آنحضرت صلعم کے سامنے کہا کہ مولانا علی آپ کے وصی اور آپ کے علم کے وارث ہیں، اور آپ کی یعنی مولانا علی کی ذات وہ ہے جس میں چاروں مراتب نبوت، رسالت، وصایت اور امامت جمع ہیں(۲)۔

تبصرہ

اوپر کے بیانات سے واضح ہے کہ مولانا ابوطالب چار عظیم الشان مراتب یعنی نبوت، رسالت، وصایت اور امامت کے مالک تھے(۳)۔ آپ ہی زمانۂ ستر و تقیہ کے آخری امام تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلعم کو قائم کیا۔ گویا آپ ہمارے اصول کے مطابق آنحضرت کے "رب" تھے۔ لیکن سیدنا قاضی نعمان کی نقل کردہ روایتوں میں آپ کو گمراہ، غیر عاقل اور عبادتِ اسلام کے ایک بڑے رکن سجدہ کو حقارت کی نظر سے دیکھنے والا ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ روایتیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) مولانا علی فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب گزر گئے تو میں رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ اے رسول اللہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا۔

---

(۱) پانچ ارکانِ دعوت جو آنحضرت صلعم اور آپ کے رب یعنی مولانا ابوطالب کے درمیان معلموں کی حیثیت سے تھے ان کے نام یہ ہیں:- (۱) ابی بن کعب (۲) زید بن عمرو (۳) عمرو بن نفیل (۴) زید بن اسامہ (۵) بحیرا راہب۔ یہ پانچ ارکان ولایت، طہارت، صلوٰۃ، زکوٰۃ اور صوم کے مقابل ہیں گویا ہر ایک نے آنحضرت کو ایک رکن شریعت کی تعلیم دی آخر میں آپ نے حضرت خدیجہ سے تعلیم پائی (کنز الولد صفحہ ۴۹۷-۵۱۵) (۲) ان یستکفل محمدا لعلی علی رتبۃ الوصایۃ والامامہ ویستودع فیھماله (و مولانا علی) ھو الذی تجتمع الیه المراتب الاربع وھو مستقر الباطن (کنز الولد صفحہ ۵۱۵)۔

رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا جاؤ انھیں دفن کر دو۔ اور پھر میرے پاس آنے تک کوئی کام نہ کرنا۔ میں نے انھیں دفن کیا۔ پھر میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا اور مجھے ایسی دعائیں دیں جن کے مقابلہ میں ان تمام چیزوں کو جو زمین پر ہیں ہیچ سمجھتا ہوں۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا ان کی عقلیں اس بات کا حکم دیتی ہیں یا وہ ایک سرکش قوم ہیں"۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ لوگ اہلِ عقل ہیں اور اس لئے ان کے ایک سردار کی سمجھ کی تعریف کی جسے ولید بن مغیرہ کہتے ہیں۔ قریش نے اس بارے میں اس سے مشورہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلعم کے متعلق کیا کہیں۔ اس نے بہت غور کے بعد یہ کہا کہ تم رسول اللہ کو جادوگر کہو۔ اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ اس طرح بیان کرتا ہے (کیونکہ جب اس سے قرآن کی نسبت پوچھا گیا) تو اس نے سوچا اور اٹکل پچو جچا یا کہا۔ اس پر خدا کی مار۔ (دیکھو تو) کیسی اٹکل دوڑائی۔ پھر (دوبارہ) غور کیا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔ پھر پیٹھ پھیر کر چلتا بنا اور شیخی بگھارنے لگا کہ یہ (قرآن) تو بس (ایک قسم کا) جادو ہے۔ جو (اگلوں سے) چلا آتا ہے۔ یہ قرآن تو بشر ہی کا کہا ہوا ہے۔ عنقریب ہم اس کو دوزخ میں جھونک دیں گے[1]۔ دیکھو یہ وہ شخص ہے جو قریش کا سردار اور ان میں کا بڑا عقلمند ہے۔ اس کی عقل نے اسے جس نتیجے پر پہنچایا اسے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ہم دوزخ میں جھونک دیں گے۔ اور دیکھو یہ ابو طالب بن عبد المطلب جو قریش کے سردار اور ان کے اہلِ فضل میں شامل تھے رسول اللہ سے ان کو بڑی نسبت حاصل تھی۔ انہی کے ذریعے اللہ نے آپ کو ابتدائے اسلام میں قوت دی اور ان ہی کے سبب سے قریش آپ کے قتل سے رک گئے۔ وہ رسول اللہ کی فضیلت کو خوب جانتے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ جو پیام رسول اللہ نے پہنچایا وہ حق تھا۔ ان کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ کے معاملے پر غور و فکر کر کے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ محمد کا لایا ہوا پیام حق ہے لیکن میں اسے بہت ہی برا سمجھتا ہوں کہ سجود کے وقت میرے سر سے میرے سرین اونچے ہوں[2]۔ دیکھو یہ وہ نتیجہ ہے جسے ابو طالب کی نظر نے پیدا کیا۔ حالانکہ وہ اپنی

---

(۱) ترجمۂ قرآن ۲۹/۷۴، ۱۸-۲۶ (۲) شرح الاخبار ۲/۲۰ میں "ما تعلوا استی رأسی" کی جگہ "ما تعلونی استی" ہے

عقل و فہم کے لحاظ سے نہ تہمت زدہ تھے اور نہ ان میں کوئی نقصان پایا جاتا تھا غرض کہ کہاں ہیں عقل کی حجتیں بمقابلہ تصدیق مفروضہ اور قبول عن الرسول کے۔[1]

(۳) سیدنا حمید الدین کرمانی نے بھی قیاس و رائے کی تردید میں یہی حجت پیش کی ہے اور ولید بن مغیرہ اور مولانا ابو طالب کی عقلوں کی مذمت کی ہے۔ کیونکہ انھوں نے خدا کے حکم کو نظر انداز کر کے اس چیز کو اچھا سمجھا جسے ان کی عقلوں نے اچھا بتایا۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک اور واقعہ بیان کیا ہے کہ مولانا ابو طالب باوجود اپنی فضیلت اور عقل کے انتقال کے وقت جب ان سے ایمان لانے اور کلمۂ شہادت پڑھنے کے لئے کہا گیا تو انھوں نے کہا اگر لوگوں کے کہنے کا خوف نہ ہوتا تو میں موت سے ڈر گیا تو ضرور میں ایمان لاتا اور کلمۂ شہادت پڑھتا۔[2]

(۴) حضرت رسول خدا نے جس رات کو مولانا علی کو اپنے بچھونے پر سونے اور اپنی امانتوں کو ادا کرنے کا حکم دیا تھا یہ بھی آپ نے فرمایا تھا کہ تم اس کے بعد مجھ سے ملو۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جانے سے پہلے آپ اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد کے پاس گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ کی والدہ نے پوچھا "کون ہے" آپ نے جواب دیا "میں ہوں علی" آپ کی والدہ نے کہا "کیا لات وعزیٰ تم سے بری ہیں" آپ نے کہا۔ "آہستہ بولئے اور سونے والوں کو ہشیار نہ کیجئے اور اپنے مہمان کو جگہ دیجئے۔ لات وعزیٰ جیسا کہ آپ نے کہا ہے مجھ سے بری ہیں اور میں ان سے بری ہوں۔[3]

(۵) آنحضرت صلعم جب مولانا علی کی والدہ کو دفن کر چکے تو آپ ان کے سرہانے بیٹھ کر سننے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا "تیرا بیٹا تیرا بیٹا۔ نہیں نہیں علی علی" جب آپ واپس تشریف لے چلے تو آپ کے اصحاب نے کہا۔ اے رسول اللہ آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی جو کبھی نہیں سنی تھی۔ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب مرحومہ قبر میں دفن کی گئیں تو ان کے پاس دو فرشتے

---

(۱) اختلاف اصول المذاہب (صفحہ ۱۸۴-۱۸۶) (۲) تنبیہ الھادی والمستھدی۔ (صفحہ ۸۵-۹۴) (۳) شرح الاخبار ۱/۲ -

آئے اور ان سے پوچھا تمھارا رب کون ہے تو انھوں نے اس کا جواب دیا۔ پھر پوچھا تمھارے نبی کون ہیں؟ انھوں نے اس کا بھی جواب دیا۔ پھر پوچھا تمھارے امام کون ہیں۔ یہ سنتے ہی خاموش ہوگئیں۔ میں نے کہا۔ تمھارا بیٹا تمھارا بیٹا۔ یہ سن کر انھوں نے عقیل عقیل کہا۔ میں نے کہا۔ نہیں نہیں۔ علی علی۔[1]

(۶) مولانا ابوطالب کی طرف کئی شعر منسوب کئے جاتے ہیں جن میں یہ بھی ہیں:۔

فواللہ لولا ان اجیئ بسبة تجر علی اشاخنا فی المحافل
لکنا اطعناہ علی کل حالة من الدھر جدا غیر قول التھازل

حوالہ نمبر (۱) میں لفظ ضال کی ہم یہ تاویل کرتے ہیں کہ لوگ ابوطالب سے گمراہ تھے نہ کہ خود ابوطالب[2]۔ یہ تاویل عرف عام سے بالکل الگ ہے۔ کہنے والے مولانا علی اور سننے والے آنحضرت صلعم۔ اب "ضال" کہنے کی کیا ضرورت۔ کیا مولانا علی صرف اتنا کہتے کہ "اے رسول اللہ آپ کے چچا وفات پاگئے" تو کافی نہ تھا۔ مولانا ابوطالب جیسی بزرگ ہستی کی شان ہیں جو چار عالی شان مراتب یعنی نبوت، رسالت، وصایت و امامت کی جامع ہو۔ ایسے گمراہ کن الفاظ کا استعمال کس طرح روا رکھا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات نمبر (۲) اور (۳) میں مولانا ابوطالب کو ولید بن مغیرہ کے ساتھ شریک کرکے یہ کہنا کہ ان دونوں نے رسول اللہ کی تصدیق کو چھوڑ کر اپنی ناقص عقلوں سے کام لیا کہاں تک درست ہوسکتا ہے۔ ولید بن مغیرہ کے قیاس نے اُسے جہنم میں پہنچا دیا۔ کیا ہم یہی حکم مولانا ابوطالب پر بھی لگا سکتے ہیں؟ حوالہ جات مذکورہ "اختلاف اصول المذاھب" اور تنبیہ الھادی

(۱) المجالس المستنصریہ (اٹھارہویں مجلس) (۲) "ووجدك ضالا فھدی" کی بھی یہی تاویل کی گئی ہے۔ سیدنا قاضی نعمان بن محمد نے ایک مقام پر اس طرح بھی فرمایا ہے:۔ ووجدك ضالا فھدی ای ووجدك ضالا عن سبیل النبوة فھداك بالتائید الیھا (اساس التاویل فی قصة موسیٰ ع)

والمستھل ہی"۔ کے ہیں جو بہت مستند، معتبر اور خاص اہل دعوت کے لئے لکھی گئی ہیں۔ شرح الاخبار کی روایتیں بھی کچھ کم نہیں جیسا کہ اس کے مقدمے سے ظاہر ہے۔ اگر یہ روایتیں اہل ظاہر کی ہوتیں تو سیدنا قاضی نعمان ضرور تنبیہ کر دیتے کہ ان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اہل ظاہر چونکہ مولانا عبدالمطلب کا رتبہ نہیں جانتے تھے اس لئے انھوں نے ان کے متعلق اس طرح لکھا ہے۔ ان تمام روایتوں پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن اسماعیلی مذہب کی حقیقت سے واقف تھے۔ بخلاف سیدنا قاضی نعمان بن محمد اور سیدنا حمید الدین کرمانی کے جن کو مولانا ابوطالب کے جلیل القدر استقراری رتبے کی خبر تک نہ تھی ورنہ آپ کی شان میں ایسے مذموم الفاظ ان کی زبان سے نہ نکلتے۔ اسی وجہ سے سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے آیۂ" واذ قال ربک للملائکۃ" میں رب سے مراد امام مستقر کی بتائی ہے۔[1] اور سیدنا قاضی نے کہا ہے کہ رب سے مقصود اللہ تعالیٰ ہے۔[2] منجملہ اور مثالوں کے اسماعیلی اختلافِ تعلیم کی یہ بھی ایک مثال ہے۔ کتب مذکورہ جیسی ہدایت کی کتابوں میں تقیہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ورنہ تقیہ اور عدم تقیہ کے محل کا امتیاز بہت مشکل ہو جائے گا اور ہدایت کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

حوالہ نمبر (۴) میں مولانا علیؑ کی والدہ کا آپ سے یہ پوچھنا کہ کیا لات وعزیٰ تم سے بری ہیں نہایت غور کے قابل ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آنحضرت صلعم ہجرت کر چکے تھے۔ یعنے کئی سال مولانا علیؑ آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھ چکے تھے۔

حوالہ نمبر (۵) نہایت عجیب وغریب ہے کیا مولانا علیؑ کی والدۂ ماجدہ کو یہ خبر نہ تھی کہ مولانا علیؑ امام ہیں حالانکہ ابوطالب کی وصیت اسی فصل میں بیان کی جا چکی ہی۔

---

(۱) کان اسم امام العصر الذی قال انی جاعل فی الارض خلیفۃ هنیلا وکان اسم ضدہ وھو ابلیسہ الحارث بن مرۃ (سرائر النطقاء صفحہ ۳۴-۳۵)

(۲) اساس التاویل۔ قصۂ آدم (خاطبهم الله بما یعرفون)

فصل (۵)

آنحضرت صلعم اور مولانا علیؑ

(۱) آنحضرت کو مولانا ابوطالب نے قائم کیا یعنے آپ کو نبوت ورسالت کے رتبے سے سرفراز کر کے وصایت و امامت کے رتبے کے متعلق مولانا علی کا کفیل بنایا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ظاہری شریعت کی تبلیغ کی اور باطنی شریعت کے لئے مولانا علیؑ کو قائم کیا۔ آپ کے اور مولانا علیؑ کے مراتب میں ہمارے داعیوں میں بڑا اختلاف ہے۔

(۱) سیدنا جعفر بن منصور الیمن کہتے ہیں کہ تمام انبیاء کی حد تنزیل ہے ان کی شریعتوں میں اختلاف اور شبہ پایا جاتا ہے۔ ان سے گناہ صادر ہوئے کیونکہ انھوں نے ایسے مراتب طلب کئے جن کے وہ مستحق نہ تھے۔ وہ سب غیر معصوم تھے۔ ان میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں چنانچہ اللہ تعٰلی خود آپ کو خطاب کر کے فرماتا ہے "انا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر"(۱)۔ بخلاف اس کے آپ کے وصی مولانا علی اور آپ کی نسل سے جتنے ائمہ ہوئے ان کی حد تاویل ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

(۱) اس آیت کی تاویل میں بہت اختلاف ہے (ملاحظہ ہو فصل ۲۱)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت" انھوں نے ایسے مراتب طلب نہیں کئے جن کے وہ مستحق نہ تھے۔ یہ سب ملائکہ بالفعل اور معصوم ہیں اور چار درجے انبیاء مرسلین سے افضل ہیں۔ سیدنا موصوف نے اس مقام پر طویل بحث کی ہے۔ جو تقریباً چھ صفحوں پر مشتمل ہے ان کے بعض حصے بجنسہ یہاں درج کئے جاتے ہیں:۔

الملائکۃ المقربون هم الائمۃ المعصومون وهم افضل من الرسل المویدین............ لا یعصون اللہ ما امرهم ویفعلون ما یامرون...... والملائکۃ بالفعل هم المقربون فوق الرسل باربع درجات لان الانبیاء وقعت منهم الذنوب والمعاصی ثم نالتهم التوبۃ والرحمۃ اذ عصیا نهم متوجه الی الطاعۃ فکانوا غیر معصومین لطلبهم مراتب فوق مراتبهم لم یستحقوها وکان اسسهم معصومین لانهم لم یطلبوا فوق حدهم کآدم وما ذکره اللہ من عصیانه ویوسف وموسیٰ وداؤد وما حکی اللہ فی قصۃ نبینا محمد فی قوله لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر"(۱) ولیس بین الرسل والملائکۃ مساواۃ فی الحقیقۃ .... وکذالک ان المومنین المعصومین لا تجری علیهم الذنوب کما ان الذنوب لا تجری علی المویدین من الملائکۃ۔(۲)

مولانا علیؑ کی طرف ایک حدیث منسوب کی جاتی ہے جس میں آپ خود فرماتے ہیں کہ میری وہ منزلت ہے جو کسی بشر کے دل پر نہیں گزری اور میری وہ حد ہے جس کو کسی نے نہیں پہچانا۔ البتہ ربوبیت اور الاہیت بشر کے دل پر گزرتی ہے اور اہل حق اُسے پہچانتے ہیں(۳)۔ "انا الاول والآخر والظاهر والباطن و انا نبات النبیین وانا ارسلت المرسلین" جیسے اقوال بھی مولانا علیؑ کی

---

(۱) تاویل الزکوۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۴۹-۱۵۶)
(۲) ان کتابوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (فصل ۲۱) (۳) زهر المعانی لسیدنا ادریس (صفحہ ۲۳۰)۔

طرف منسوب کئے گئے ہیں[1]۔ اور آنحضرت صلعم کی طرف کوئی ایسی حدیث منسوب نہیں کی گئی جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ نے اپنے متعلق ایسا کہا ہو۔

ہماری حقائق کی اکثر کتابوں میں یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اسحاقی دور کے صرف مستجیبین کے مجمع تھے یعنے اس دور کے مستجیبین کی صورتیں آپ میں جمع تھیں اور مولانا علیؑ میں دور فترت کے تین ہزار سال، اور دور ستر کے مولانا ہاشم تک کے تمام مقامات یعنے حدود عالیہ اور ہیاکل نورانیہ جمع تھے۔ کسی نبی کی توبہ، کسی ولی کا انتخاب، کسی ولی کی امامت اور کسی عامل کا عمل اگرچہ کہ وہ عبادت میں فنا ہو جائے درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ مولانا علیؑ کی ولایت نہ ہو جس نبی نے آپ کی ولایت کا اقرار نہیں کیا اس کی نبوت ساقط ہو گئی بہرحال کسی عامل کا عمل آپ کی ولایت کے بغیر مقبول نہ ہو گا[2]۔ کیونکہ آپ اول ادوار سے لے کر اپنے قیام تک تمام انبیاء اوصیاء اور ائمہ کے مجمع ہیں اسی بناء پر داعی عبدان قدس اللہ روحہ کا قول ان الجمعة علی خدمة المولی لعبدہٗ، اس دور میں صحیح ہے۔ کیونکہ اولاد اسحٰق جو ظاہری دعوت کے حدود تھے داعی اور خادم تھے اولاد اسمٰعیل کے جو باطنی دعوت کے ارکان تھے جب آنحضرت صلعم کے ضمن میں اولاد اسحٰق اور مولانا علیؑ کے ضمن میں اولاد اسمٰعیل جمع ہوئی تو مولانا علیؑ نے مکافات کے طور پر آنحضرت صلعم کی خدمت کی۔ گویا مولانا علیؑ جو باوجودیکہ حقیقت میں "مولیٰ" تھے آنحضرت صلعم کی خدمت کی جو "عبد" تھے[3]

(۱) فصل (۱) تبصرہ بعنوان "مولانا علیؑ کا کلام" (۲) ان اللہ لا یقبل توبة نبی ولا اصطفاء ولی ولا امامة وصی ولا عمل طاعة من عامل ولو تنقطع فی العبادة والاجتهاد الا بولایة علی بن ابی طالب فمن اتی بغیر ولایة علی اسقطت نبوته ووصایته وصالح عمله ولا منہ کالہ عمل (سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۱۲۵) (۳) ان اللہ لا یقبل توبة .... لانه صلعم مجمع جمیع الانبیاء .... وھذا معنی خدمة المولی لعبدہ (الانوار اللطیفة لسیدنا محمد بن طاہر بن محمد بن ابراہیم (سروق ۳ - باب ۲ - فصل ۲)

آٹھویں داعی مطلق سیدنا حسین بن علی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم اور مولانا علیؑ دونوں کا مرتبہ اور درجہ ایک ہی ہے۔ ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں بلکہ دونوں مساوی ہیں جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ ایک دوسرے سے افضل ہے اس نے ایک میں غلو کیا اور دوسرے میں تقصیر کی۔ (اے مومن) تو یہی اعتقاد رکھ جس کا اعتقاد اس کے خلاف ہو اس پر خدا کی لعنت ہے[1]۔

دونوں میں مساوات بھی اتنی تھی کہ بقول سیدنا ادریس مولانا علیؑ آنحضرتؐ کی زندگی تک آپ کے ساتھ رسالت میں بھی شریک تھے اور آپ درجۂ نبوت پر بھی فائز تھے[2]۔

اسی اعتقاد کو ایک فاضل مرحوم نے بھی نظم کر دیا ہے۔

انی رسولاً ھو و ابن عمه　　وھو الذی فرج کل غمة
کاذا رسولین معاً فاعذرا　　وبشرا قومهما وانذرا
ان الرسول وابا السبطین　　کان مقامین الاھیین[3]

حدیث "علی منی بمنزلة ھارون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی" کی یہ شرح کی جاتی ہے کہ مولانا علی آنحضرت کے ساتھ آپ کی زندگی تک نبوت میں بھی شریک تھے[4]۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اذھبا الی فرعون....... فأتیاه فقولا انا رسولا ربك[5]" و مولانا علی ھو الذی تجتمع الیه المراتب الاربع وھو مستقر الباطن[6]۔

---

(۱) المبدأ والمعاد۔ صفحہ ۳۵۔ (۲) وقال رسول اللہ) فلما نلت کمال المراتب .... رفعت علیاً الی المنزلة التی رفعت وساویته فی الدرجة التی ملکت .... وقلت ھو منی بمنزلة ھارون من موسیٰ عند اکمال ھارون منزلة الرسالة وقلت ان علیا فی ذلك الوقت قد حاز درجة النبوة....... وھذا تاویل قولی "انه لانبی بعدی" (زھر المعانی صفحہ ۳۷۵)

(۳) لب اللباب لسیدی عبد علی عماد الدین المرحوم۔ (۴) زھر المعانی صفحہ ۳۷۵ ملاحظہ ہو وہ ذیلی نوٹ جو ابھی گزرا ہے (۵) القرآن ۲/ ۴۵-۴۹ (۶) یعنی مولانا علی میں چاروں مراتب یعنی نبوت، رسالت، وصایت اور امامت جمع ہوئے اور آپ باطن کے مستقر ہیں (کنز الولد صفحہ ۵۱۵-)

(۳) سیدنا قاضی نعمان کہتے ہیں کہ حدود میں نطقاء بڑھ کر ہیں جو سات ہیں: آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمدؐ اور ساتویں قائم الزماں۔ ان کے بعد فضیلت میں ان کے اساس (وصی) ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم مولانا علیؑ سے بڑھ کر ہیں(۱)۔ سیدنا مویدؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ آنحضرت اور مولانا علیؑ میں وہ فرق ہے جو آسمان اور زمین اور نر اور مادہ میں ہے۔ آنحضرت صلعم کا درجہ آدم کا اور مولانا علی کا مرتبہ حوا کا ہے(۲)۔

سیدنا حمید الدین نے بھی "راحۃ العقل" میں جو کچھ اس مسئلہ کے متعلق بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناطق وصی سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں کہ کل مراتب دس ہیں جن میں تین کلیہ اور سات تابعہ (یعنی جزئیہ) ہیں۔ کلی مراتب میں پہلے رسول کا اس کے بعد وصی کا اور اس کے بعد امام کا مرتبہ ہے(۳)۔ دیانت کی تمام میزانوں میں یہ امر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

سیدنا موصوف اپنی دوسری تصنیف "المصابیح" میں بھی اسی طرح فرماتے ہیں۔ ان علی بن ابی طالب کان جامعاً لجمیع ما کان فی النبی من الخصال الا الوحی الذی خص اللہ بہ نبیہ(۴)۔

تبصرہ

اوپر کے بیانوں سے یہ ظاہر ہے کہ رسالت، امامت کے اعتقاد کے متعلق ہم میں تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ مولانا علیؑ اور آپ کی نسل سے جتنے ائمہ ہوئے وہ سب انبیاء مرسلین سے جن میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں۔ چار درجے افضل ہیں۔ اس جماعت کو تقدم حاصل ہے۔ کیونکہ اس کے نمائندے سیدنا جعفر

(۱) ثم یلیھم فی الفضل الاسس (اساس التاویل۔ ابتداء قصۂ آدم) (۲) المجالس المویدیہ ½-۱ (۳) راحۃ العقل (المشرع السادس من السور الرابع) (۴) المصابیح (برہان ۷۔ مصباح ۵۔ مقالہ ۲)

بن منصور الیمن ہیں جو مولانا معز کے باب الابواب ہیں اور جنھوں نے اسماعیلی دعوت کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا۔ آپ کی اکثر کتابوں سے بھی یہی اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ "تاویل الزکوٰۃ" میں آپ کا ارشاد ابھی گزر چکا ہے۔

دوسرا گروہ متاخرین داعیوں کا یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم مولانا علی سے افضل ہیں۔ اس گروہ میں سیدنا قاضی نعمان اور سیدنا موید شیرازی شامل ہیں۔ گو سیدنا موید نے ایک مجلس میں ایسا کہا ہے لیکن آپ کی دوسری مجلسوں میں جس قدر وصایت پر زور دیا گیا ہے اس قدر نبوت پر زور نہیں دیا گیا۔ یہی حال سیدنا قاضی نعمان کی تصنیفوں کا ہے۔ کیونکہ ہماری اسماعیلی تعلیم کا لب لباب ہی یہ ہے کہ شریعت کا اصل مقصد تاویل ہی ہے جس کو روح سے تشبیہ دی گئی ہے تنزیل تو اس کا جسم ہے۔ وہی کو "خلق آخر" کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ثم انشأناہ خلقاً آخر"۔ روح ہی اصلی چیز ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد جسم بیکار ہو جاتا ہے۔

تیسرا گروہ ستر کے داعیوں کا یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم اور مولانا علی دونوں مساوی ہیں۔ ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ ایک کو دوسرے سے افضل سمجھنے والا ملعون ہے۔ اس گروہ میں سیدنا حسین بن علی شامل ہیں جو ستر کے آٹھویں داعی ہیں۔ مساوی اور کم سمجھنے والوں کے افراد بہت کم ملیں گے اکثر اسماعیلی داعیوں بلکہ اکثر شیعی فرقوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مولانا علی آنحضرت سے افضل ہیں۔ چنانچہ سیدنا محمد بن طاہر (مکاسر سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی مصنف الانوار اللطیفہ متوفی ۵۸۴ھ) نے جو تسبیحیں عقل اول کی دعاء کے بعد مقرر کی ہیں۔ ان میں مولانا علی کی دس اور آنحضرت صلعم کی تین تسبیحیں ہیں میں نے اکثر اسماعیلی اساتذہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ آنحضرت صلعم تو صرف مستودع آذر پیغمبر ولایت یعنی ولایت کا پیام پہنچانے والے تھے جو مولانا ابو طالب اور مولانا علی کے درمیان زمانے کی مصلحت سے آ گئے جیسا کہ آیہ کریمہ "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک" کی تاویل کی جاتی ہے۔ ورنہ مولانا ابو طالب کے بعد آپ کے فرزند مولانا علی امام مستقر یعنی امامت کے حقیقی مالک تھے۔

چنانچہ سیدی شیخ صادق علی صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

علی ابن ابی طالب نی جو سیرت یہ عبرت چھے ۔۔۔ ابو طالب امام الحق تھا تھنا پاک بدرت چھے
علی بن ابی طالب نی نص نی دیکھ شہرت چھے ۔۔۔ امامت باپ بھی ڈکرا ما تھا سے یہ ضرورت چھے
تہ عرصہ ما عنایت مصطفیٰ اوپر نبوت تھئی ۔۔۔ عیاں چھے کہ علی بھی سبق دعوت تھئی نے خدمت بھی!
عقلمند و نے باد یسانی تسبیح ما کفایت چھے ۔۔۔ نبی نی تن علی نی دس ذہنی پر یہ دلالت چھے“ (۱)

باب الابواب سیدنا حمید الدین اپنی مہتم بالشان کتاب ”راحۃ العقل“ میں فرماتے ہیں ”یا ایھا المدثر قم فانذر (۲)“ کی سورت اترتے ہی آنحضرت صلعم نے حضرت خدیجہؑ سے کہا کہ تم ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کہو۔ حضرت خدیجہ نے ایسا ہی کہا۔ یہ پیر کے دن کا واقعہ ہے۔ منگل کے دن آنحضرت صلعم نے مولانا علی کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ تم بھی ”لا الہ الا اللہ“ کہو۔ مولانا علی نے ایسا ہی کہا۔ پھر آپ نے فرمایا ”محمد رسول اللہ“ بھی کہو۔ مولانا علی نے فرمایا کہ اچھا مجھے مہلت دیجئے کہ میں اپنے والد سے مشورہ کرلوں۔ آنحضرت نے فرمایا اچھا میں مہلت دیتا ہوں لیکن یہ تمہارے پاس امانت ہے۔ مولانا علیؑ نے فرمایا اگر امانت ہے تو میں محمد رسول اللہ بھی کہتا ہوں (۳)

ہمارے اکثر اثنا عشری بھائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ مولانا علیؑ آنحضرتؐ سے افضل ہیں (۴)! میرے ایک اثنا عشری عزیز دوست کے قول پر غور کیجئے:۔

دستِ احمد نے کیا ہے اپنے بازو کو بلند ۔۔۔ جب تو اونچا ہے نبوت سے امامت کا وقار

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ اس بارے میں ہم اسماعیلیوں کا اصلی عقیدہ کیا ہے۔ بلا تأمل ہر انصاف پسند یہی کہے گا کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کا عقیدہ اصلی اسماعیلی تعلیم کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ آپ خود اور آپ کے والدِ ماجد یا جدِ امجد

(۱) مجموع النصائح لسیدی میاں صاحب صادق علی (۱ / ۷۳-۷۴)
(۲) القرآن ۷۴/۱ (۳) راحۃ العقل (المشرع الرابع عشر المسور السابع)
(۴) رسالہ بنام ”الشمس“ یہ رسالہ اس جلد میں پایا گیا جس میں اثبات النبوۃ والرسالۃ فی النبی والسلالۃ“ ہے اس کا حوالہ اسی تبصرہ میں عنقریب آئے گا۔

جو منصور الیمن کے لقب سے مشہور ہیں۔ اسماعیلی دعوت کے بانی ہیں۔ آپ کی تصنیفیں تمام تصنیفوں میں قدیم ترین ہیں۔ جن سے پہلے کوئی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔ مولانا معز سے آپ کو راست اتصال تھا کیونکہ آپ امام موصوف کے باب الابواب تھے آپ امام اصغر ہیں۔ آپ کو عصمت کا درجہ حاصل تھا۔ سیدنا قاضی نعمان آپ کے عبید میں شامل ہیں (۱)۔ آپ کی تصنیفوں میں غلطی کا خیال کرنا بھی موجب کفر ہے۔ آپ کے عقیدے پر اور بھی دلیلیں ہیں جو اس سے پہلے گزر چکی ہیں۔ اس میں سیاسی مصلحتوں اور تقیہ کی مجبوریوں کی وجہ سے جو ہمارا دین ہے تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ ہم کو مجبوراً ایسا عقیدہ اختیار کرنا پڑا جو اہلِ ظاہر کے عقیدے کے مطابق ہو جیسا کہ سیدنا قاضی نعمان بن محمد اور سیدنا مویدنے کیا۔ اور پھر ملک جب ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور ستر کا زمانہ شروع ہوا تو بعض داعیوں نے آنحضرت صلعم اور مولانا علی دونوں کو مساوی کر دیا۔ اور بعض داعی اصلی اعتقاد کی طرف لوٹے یعنے یہ تعلیم دی کہ مولانا علی اور آپ کی نسل میں جتنے ائمہ ہوئے وہ سب آنحضرت صلعم سے چار درجے افضل ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا معز کی دعا کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں کہ امام مولانا محمد بن اسماعیل حضرت آدمؑ سے ساتویں رسول ہیں۔ ہم اسماعیلیوں کے پاس ہر ساتویں کا پچھلے چھ سے افضل اور اعلیٰ ہونا ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ اسی قاعدے پر ہمارے اسماعیلی مذہب کی بنا ہے (۲)۔ اسی وجہ سے لوگوں نے ہمیں "فرقۂ سبعیہ" کہا ہے۔ مولانا حاکم کے ہم عصر داعی سیدنا احمد بن محمد نیشاپوری کا قول بھی غور کے قابل ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ جس طرح ہمارے نبی فضل اور قوت میں ادوار گزشتہ کے انبیاء سے افضل ہیں اسی طرح امیر المومنین مولانا حاکم گزشتہ ادوار کے انبیاء، ائمہ، اور حکماء سے افضل ہیں۔ بلکہ آپ نے ایسے کام کئے جو وہ نہ کر سکے۔ اگر آپ کا قیام نہ ہوتا تو ان کے قیام کی حکمت ناتمام رہ جاتی۔ تمام عوالم کا محصول خواہ وہ روحانی

(۱) مقدمہ (عنوان "اس تالیف کے حوالوں کی قدر و قیمت اور اہمیت") (۲) فصل ۶ (ادعیۃ الایام السبعۃ لمولانا الامام المعز)۔

ہوں یا جسمانی مولانا حاکم ہیں۔ آپ ہی ان کی خلقت کے باعث ہیں اور تمام آپ کے عمال اور دعاۃ تھے"(۱)۔ اس بیان سے ہمارا اصلی عقیدہ روز روشن کی طرح ظاہر ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ سے اہل ظاہر کے مورخین نے ہم پر غلو، حلول اور تناسخ کا الزام لگایا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ داعی موصوف نیشاپوری کے بیان کی تصدیق نہیں کرتی۔ مولانا حاکم کے افعال نو باب الابواب سیدنا حمیدالدین کے قول کے مطابق تاریک ہیں جو عقول کو پریشان کرتے ہیں۔ یہ افعال دعوت کے لئے عذاب اور امتحان عظیم ہیں۔ آپ کے عہد میں اس فترت کے بعد اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا اور یہ ظلمت دور ہوگی۔ اور حق بالکلیہ بیت النبوۃ کی طرف عود کرے گا۔ لیکن اس پیشین گوئی کے مطابق کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ آپ کے قتل کے لئے کئی دفعہ لشکر اور امیروں سے بیعت لی گئی(۲)۔ آپ کی کم سنی کی وجہ سے استاد برجوان اور حسن بن عمار آپس میں لڑے جس کا برا اثر مصر اور شام پر پڑا۔ آپ ہی کے عہد میں کثرت سے وزراء، امراء وغیرہ قتل کئے گئے۔ آپ ہی کے عہد میں فرقہ دروزیہ نکلا جس سے اسماعیلی دعوت کمزور ہوگئی۔ ان واقعات کی تفصیل ہماری تالیف "تاریخ فاطمین مصر" میں ملے گی۔ نہ معلوم آپ نے کون سے ایسے کام کئے جو گزشتہ ادوار کے انبیاء، ائمہ اور حکما نہ کرسکے۔ بڑا غضب تو یہ ہے کہ اسی داعی سیدنا احمد بن محمد نیشاپوری نے اپنی اسی تصنیف میں ایسا بھی لکھا ہے:۔ "امام حاکم کی سخا مومن اور کافر، بر اور فاجر میں فرق نہیں کرتی تھی۔ آپ کے افعال خدا کے افعال سے مشابہ ہیں۔ ان میں جو حکمت ہے وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی"(۳)۔

اب ہم اصل بحث کی طرف لوٹتے ہیں مولانا علیؑ کو آنحضرت صلعم کے ساتھ رسالت میں شریک کرنا اور یہ کہنا کہ آپ درجۂ نبوت پر بھی فائز تھے ایک ایسا غالیانہ عقیدہ ہے جو قرآن کی ہدایت کے منافی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

---

(۱) اثبات الامامۃ (صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۱) (۲) کتاب المصابیح فی اثبات الامامۃ (البرہان السادس من المصباح السابع من المقالۃ الثانیہ) (۳) اثبات الامامۃ (صفحہ ۱۳۸ و ۱۵۳)

"ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیئ علیما"، ہمارے ایک اثنا عشری بھائی نے بھی اس عقیدے کے اثبات میں ایک رسالہ بنام "اثبات النبوۃ والرسالۃ فی النبی وآلہ السلام" حیدر آباد میں شائع کیا ہے (۱)۔ اس کی تردید میں ایک دوسرے اثنا عشری صاحب سید فیض حسین نامی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "ابطال النبوۃ والرسالۃ فی النبوۃ والسلالہ ملقب بعین الیقین" ہے (۲)

ہماری دعوت کی کتاب "زہر المعانی" جس میں یہ عقیدہ درج ہے وہ نہایت ہی مستند اور صحیح سمجھی جاتی ہے اور انتہائی مدارج کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے مصنف سیدنا ادریس ہیں جو انیسویں داعی مطلق ہیں۔ آپ کے عہد کے امام نے آپ کو خاص طور پر ایک تعزیت کا خط لکھا ہے (۳)۔ یہ شرف کسی داعی مطلق کو حاصل نہیں ہوا۔

اس سلسلے میں سیدنا علی بن محمد الولید (پانچویں داعی مطلق متوفی ۶۱۲ھ) کا یہ ارشاد بھی غور کے قابل ہے۔

فذلک تبلیغ الانام شہادۃ	لہ فی علی ما لہا بمکاتم
لما کان اوصاہ ابوطالب الرضی	وقد ضم اخیار ابجض المواسم
فاشہدہم ان الامامۃ لابنہ	علی واوصاہم معاً بالتکاتم
فحاز علی بن ابی طالب الرضی	الامامۃ طفلا قبل خلع التمائم
وکان رسول اللہ مستودعالہ	فحاز امعا علی قداح المساہم

(۱) یہ رسالہ ماہ محرم ۱۳۳۲ھ میں بطور استفتاء شائع کیا گیا جس میں چالیس آدمی مستفتی ہیں جن کے صدر سید محمود علی خاں ولد حکیم باقر نواز جنگ مرحوم ہیں۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔

(۲) اس سلسلے میں ایک کتاب "الصراط المستقیم" معروف بہ "کتاب الاعتقاد" تالیف آقا محمد علی المتخلص بہ مداح مطبع فدائے دکن چھتہ بازار میں چھپ کر شائع ہوئی۔

(۳) رسالۃ الایضاح والتبیین لسیدنا ادریس المتوفی ۸۷۲ھ

ولم تدر ان اسم الامام ولفظه — يعم ملا من مستعار ولازم
ولكن يخص المستقر حقيقة — ويشركه كل الحدود والاكارم
وهم بامتثال الامر اهل ودائع — وممثول ابواب له وسلالم

سیدنا موصوف ان ابیات میں فرماتے ہیں کہ مولانا ابوطالب نے کسی موسم (حج) کے موقع پر چند بزرگوں کو جمع کرکے ان کے روبرو مولانا علی پر نص کی جب کہ آپ کے گلے سے تعویذ بھی نہیں اترا تھا۔ یعنے جب کہ آپ کی عمر بہت چھوٹی تھی اور ان کو اس راز کے چھپانے کی وصیت کی رسول اللہ صلعم آپ کے مستودع تھے۔ آپ اور رسول اللہ نے بڑے بڑے مراتب حاصل کئے اس کے بعد سیدنا فرماتے ہیں کہ امام کا نام حقیقۃً مستقر پر اور استعارۃً دوسرے حدود پر واقع ہوتا ہے جو مستودع ہوتے ہیں یہ لوگ امام کے ابواب اور سلالم یعنے سیڑھیاں ہیں (۱)۔

مولانا علی جبرئیل ہیں

سیدنا جعفر بن منصور الیمن آیۂ کریمہ "نزل به الروح الامین علی قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربی مبین" کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ مولانا علی تاویل کی بعض وجوہ سے جبرئیل ہیں (۲)۔

مولانا علی غافر خطیئۃ الرسول نفس اللہ اور معبود الملائکہ ہیں

اس بارے میں سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تین روایتیں بھی قابل غور ہیں۔

(۱) وقد روی عن رسول الله صلعم انه قال على رؤس الاشهاد وهو آخذ بيد علی بن ابی طالب وقد علا به المنبر معه والناس محدقون به فقال بعد حمد الله وثنائه معشر الناس هذا علی اخی

(۱) دیوان سیدنا علی بن محمد الولید (صفحہ ۹۲) (۲) فدل بهذا القول فی بعض وجوه التاويل ان جبرئيل الموصوف بتنزيل ما امر به على قلب الرسول امير المؤمنين وهو الاذن (تاویل الزکوٰۃ صفحہ ۱۶)

.... والخليفة من بعدی .... وابو عترتی وسائر عوانی ومفرج کربتی. وغافر خطیئتی[1]۔

(۲) وروی عن اسد الهجری انه قال سمعت امیرالمومنین علی بن ابی طالب یقول فی محضر من شیعته واصحابه ما آمن بالله ولا اقر بنبوة رسوله من لم یقر بولایتی وان سلیمان بن داؤد سأل الله ان یعطیه ملکا لا ینبغی لاحد من بعده فاجاب الله سواله .... فاعجب بملکه فعرضت علیه ولایتی فتوقف عن ولایتی فسلبه الله ملکه وابتلاه بالجسد علی کرسیه وسقطت نبوته اربعین یوما حتی امن بی واقر بولایتی فرد الله علیه ماسلبه وکشف عنه بلاءه وکذلک داؤد امر بالحکم بین الناس فحکم واعجب بما صار الیه فعرضت علیه ولایتی فتوقف فابتلاه الله بما ذکره من بلاء وکذلک یونس عرضت علیه ولایتی فتوقف فابتلاه الله بالحوت فابتلعه کما قال الله تعالیٰ فلولا انه کان من المسبحین للبث فی بطنه الی یوم یبعثون فلما اقر بولایتی وعرفنی خلصه الله مما ابتلاه فما من نبی الا وعرضت علیه ولایتی فمن سارع الی الاجابة بالولایة کان من المرسلین ومن ابطأ عن الاجابة بولایتی والاقرار بی کان غیر مرسل الا ان ولایتی ولایة الله وهو قوله هنالک الولایة لله الحق فهی ولایتی فمن اقر بها فقد اقر بالله واعترف بوحدانیته واقر لمحمد بالنبوة ومن انکرها فقد انکر الله وکفر به وانکر رسوله ولم یومن به و(۲) روی عن ابی ذر جندب انه قال سمعت امیرالمومنین علی بن ابی طالب صلعم وهو یقول انا دین الله حقا وانا توحید الله حقا وانا نفس الله حقا لا یقولها

(۱) سرائر النطقا لسیدنا جعفر بن منصور الیمن ۔ صفحہ ۱۲۵ تا ۲۰۹

(۲) قالت النصاریٰ المسیح هو الذی بعد غفران له آدم وهو الذی یحاسب الخلق (شہرستانی صفحہ ۱۰۲)

غیری ولا یلیھا غیری مدع الا کاذب۔

(۳) وروی عن رسول اللہ صلعم انه قال لما عرج بی الی السماء الرابعة رأیت علیا جالسا علی کرسی الکرامة والملائکة حافون به یعظمونه ویعبدونه ویسبحونه ویقدسونه فقلت لحبیبی جبرائیل سبقنی اخی علی الی ھذا المقام فقال لی یا محمد ان الملائکة شکت الی اللہ شدة شوقھا الی علی لعلمھا بعلوه ومنزلته وسألت النظر الیه فخلق اللہ ھذا الملک علی صورة علی والزمھم طاعته فکلما اشتاقوا الی علی نظروا الی ھذا فیعبدونه ویسبحونه ویقدسونه وذلک قوله عز وجل "ھو الذی فی السماء اله وفی الارض اله وھو الحکیم العلیم۔ وقد قال رسول اللہ صلعم النظر الی وجه علی عبادة[1]۔

ترجمہ نمبر (۱) آنحضرت صلعم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ایک روز منبر پر تشریف رکھتے تھے اور لوگ آپ کو گھیرے ہوئے تھے آپ نے "علی رؤس الاشہاد" مولانا علی کا ہاتھ پکڑ کر حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! یہ علی میرے بھائی ہیں اور میرے بعد میرے خلیفہ ہیں اور میری عترت کے باپ اور میری عورت کے پردہ پوش اور میری تکلیف کو دور کرنے والے اور میری خطا کو ڈھانکنے والے یعنی معاف کرنے والے ہیں۔

نمبر (۲) اسد بحری سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے مولانا علی کو اپنے شیعہ کی مجلس میں یہ فرماتے سنا کہ جو میری ولایت کا اقرار نہ کرے وہ مومن نہیں ہے اور نہ وہ آنحضرت صلعم کی رسالت کا مقر ہے بیشک حضرت سلیمان نے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا ملک مانگا جو کسی کو آپ کے بعد سزاوار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔

(۱) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن۔ (صفحہ ۲۱۲-۲۱۳۔ فی آخر الکتاب)

آپ ملک پر مغرور ہو گئے۔ آپ پر میری ولایت پیش کی گئی لیکن آپ نے اس کے ماننے سے توقف کیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ سے ملک چھین لیا اور آپ کی کرسی پر دھڑ لا ڈالنے سے آپ کو مبتلا کیا۔ اور آپ کی نبوت چالیس روز تک گر گئی۔ یہاں تک کہ آپ مجھ پر ایمان لائے اور میری ولایت کا اقرار کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ سے چھین لیا تھا اسے واپس کر دیا اور آپ کی بلا دور کی۔ اس طرح اللہ تعم نے حضرت داؤد کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔ آپ نے فیصلے کئے جس کی وجہ سے آپ مغرور ہو گئے پھر اللہ تعم نے آپ پر میری ولایت پیش کی۔ آپ نے بھی توقف کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو گرفتار بلا کیا۔ اسی طرح حضرت یونس پر میری ولایت پیش کی آپ نے بھی توقف کیا لہذا اللہ تعم نے مچھلی کے ذریعے آپ پر بلا نازل کی۔ مچھلی آپ کو نگل گئی۔ جیسا کہ اللہ تعم فرماتا ہے: "اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے"۔ جب آپ نے میری ولایت کا اقرار کیا تو اللہ تعم نے آپ کو مصیبت سے نجات دی۔ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس پر میری ولایت پیش نہ کی گئی ہو جس نے اسے جلد قبول کر لیا وہ "مرسلین" میں شمار کر لیا گیا۔ اور جس نے اس کے قبول کرنے میں دیر کی اور میرا اقرار نہ کیا وہ "غیر مرسل" ٹھیرا۔ ہوشیار! میری ولایت خدا کی ولایت ہے اور یہی ہے معنی اللہ تعم کے قول کے کہ "سب ولایت خدائے برحق ہی کو ہے"[1] جس نے اس کا اقرار کیا اس نے خدا کی وحدانیت اور رسول کی نبوت کا اقرار کیا۔ اور ان پر ایمان لایا۔ ابی ذر جندب سے

(۱) ولم تكن له فئة ينصرونه من الله وما كان منتصرا۔ هنالك الولاية لله الحق وما كان منتصرا"۔ (القرآن ۱۸/۴۴) اس آیۂ کریمہ میں ولایت کے حقیقی معنی "مدد کے اختیار کے" ہیں نہ کہ محبت کے جیسا کہ سیاق عبارت سے واضح ہے۔

روایت ہے کہ آپ نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں حقیقت میں خدا کا دین۔ خدا کی توحید اور خدا کا نفس ہوں۔ میرے سوا کوئی شخص ایسا نہیں سکتا اور نہ ایسا دعویٰ کر سکتا ہے۔ اگر دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

نمبر (۳) آنحضرت صلعم سے روایت کی گئی ہے کہ معراج میں جب میں چوتھے آسمان پر پہنچا تو دیکھتا کیا ہوں کہ علی کرسی کرامت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور فرشتے آپ کو گھیرے ہوئے ہیں اور وہ آپ کی عبادت، تسبیح اور تقدیس کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے دوست جبرئیل سے پوچھا کہ علی اس مقام پر مجھ سے پہلے پہنچ گئے۔ جبرئیل نے کہا فرشتوں نے علی کے بلند مرتبہ کی وجہ سے آپ کو دیکھنے کا بہت شوق ظاہر کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو آپ کی صورت پر پیدا کیا اور ان پر اس کی عبادت واجب کی۔ جب کبھی وہ آپ کو دیکھنے کے مشتاق ہوتے ہیں تو اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور اس کی عبادت، تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ یہی ہے معنیٰ اللہ تعالیٰ کے قول کے اور وہی معبود برحق ہے کہ آسمان میں بھی اس کی بندگی ہے اور زمین میں بھی اس کی بندگی ہے۔ اور وہ حکمت والا اور سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔ اور بڑی بابرکت ہے وہ ذات کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب جگہ اس کی بادشاہت ہے اور قیامت کی خبر بھی اسی کو ہے اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے[1]۔ اور فرمایا رسول اللہ نے کہ علی کا منہ دیکھنا عبادت ہے۔

---

(۱) هو الذی فی السماء اله وفی الارض اله وهو الحکیم العلیم وتبارك الله له ملك السموات والارض وما بینهما وعنده علم الساعة والیه ترجعون۔ (القرآن سورۂ زخرف ۸۳/۸۴-۸۳)۔

تبصرہ

منقولۂ بالا روایتوں کے معتبر اور مستند ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انھیں ہماری دعوت کے بانی اور امام مولانا معز کے باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے اپنی مہتم بالشان کتاب "سرائر النطقاء" میں تدوین فرمایا ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم اپنے بھائیوں کو متوجہ کر چکے ہیں کہ اسماعیلی دعوت کی حقیقت کا انکشاف جس طرح آپ کے ارشادات سے ہوتا ہے دوسرے داعیوں کے افادات سے نہیں ہوتا۔ آپ کا یہ فرمانا کہ مولانا علی رسول اللہ کی خطا معاف کرنے والے ہیں اور نفس اللہ ہیں اور چوتھے آسمان پر فرشتوں کے معبود ہیں جن کی وہ عبادت، تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں۔ یہ ایسی غلو آمیز باتیں ہیں جن کی وجہ سے مولانا علی رسول اللہ سے بڑھ کر تو کجا (۱) خود اللہ تعالیٰ کے ہم درجہ ہو جاتے ہیں۔ اور اہل ظاہر یعنی غیر اسماعیلیوں کا یہ الزام کہ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا اوتار سمجھنے میں خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ اب ہم میں اور نصاریٰ میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا جو اللہ تعالیٰ روح القدس اور حضرت عیسیٰ ان تین اقانیم کو ملا کر ایک کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ اسماعیلیوں کے عقائد نصاریٰ سے ماخوذ ہیں جیسا کہ ہم نے اپنے مقدمہ میں توجہ دلائی ہے۔ اس قسم کی تعلیم قرآن مجید کی تعلیم کے بالکل منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق۔ انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ فامنوا باللہ ورسلہ ولا تقولوا ثلاثۃ۔ انتھوا خیرا لکم انما اللہ الہ واحد سبحنہ

(۱) مولانا علی اور ائمہ معصومین سب انبیاء مرسلین سے جن میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں چار درجے افضل ہیں" اس قول کی شرح کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۵) تبصرہ۔

ان یکون له ولد۔ له ما فی السموات وما فی الارض وکفی باللّٰه وکیلا لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للّٰه ولا الملائکة المقربون ومن یستنکف عن عبادته ویستکبر فسیحشرهم الیه جمیعا[1]

یعنے اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد اعتدال سے تجاوز نہ کرو۔ اور خدا کی نسبت حق بات کے سوا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالو۔ حق بات تو اتنی ہی ہے کہ مریم کے بیٹے عیسی المسیح اللہ کے ایک رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی طرف القا کیا اور وہ ایک روح تھی جو خاص خدا کی طرف سے (دنیا میں آئی) تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (تین) خدا نہ کہو اس سے باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بس اللہ اکیلا معبود ہے وہ اس سے بری ہے کہ اس کے کچھ اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ سب کا کارساز بس ہے مسیح کو خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز کسی قسم کا عار نہیں اور نہ فرشتوں کو جو خدا کے مقرب ہیں اور جو خدا کا بندہ ہونے سے عار رکھے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھے تو عنقریب خدا ان سب کو اپنے پاس کھینچ بلائے گا۔ بہر حال عبادت سوائے خدا کے کسی کو سزاوار نہیں۔

فرماتا ہے اللہ تعالیٰ وما امروا الا لیعبدوا اللّٰه مخلصین له الدین حنفاء[2]۔ ہم بار بار اپنی نمازوں میں کہتے ہیں ایاک نعبد وایاک نستعین اس مقام پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مشرکین بھی ایک ہی خدا کو مانتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ دوسرے معبودوں کو بھی شریک کرتے تھے جیسا کہ متعدد آیتوں سے واضح ہوتا ہے مثلاً واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاه فلما نجاکم الی البر اعرضتم وکان الانسان کفورا[3]۔ یعنے جب سمندر میں تم کو تکلیف پہنچتی

---

(۱) القرآن $\frac{۵}{۱۷۱}$ (۲) القرآن $\frac{۹۸}{۴}$ (۳) القرآن $\frac{۱۷}{۶۹}$

ہے تو جن معبودوں کو تم پکارا کرتے تھے بھولے بسرے ہو جاتے ہیں مگر وہی ایک خدا باقی رہتا ہے پھر جب خدا تم کو سمندر سے خشکی کی طرف نکال لاتا ہے تو اسی سے تم پھر بیٹھتے ہو۔ اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔" "فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجاھم الی البر اذا ھم یشرکون۔"(۱) یعنے جب لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو بڑے خلوص سے خدا ہی کی بندگی کا اظہار کر کے اسی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب خدا ان کو دریا سے نجات دے کے خشکی کی طرف پہنچاتا ہے تو نجات پاتے ہی وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔" "ولئن سألتھم من خلق السموات والارض وسخر الشمس والقمر لیقولن اللہ۔ فانی یوفکون۔"(۲) یعنے اے پیغمبر اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ بھلا کس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور چاند اور سورج کو اپنے بس میں کر رکھا ہے تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ پھر باایں ہمہ یہ لوگ کدھر بہکے جا رہے ہیں!"

ان آیتوں پر غور کرنے کے بعد اگر ہم اپنی منقولہ بالا روایتوں کو صحیح مانیں تو ہم کبھی شرک کے الزام سے نہیں بچ سکتے۔ عبد اور معبود کو اپنی اپنی حدوں میں رکھنا ہی عین توحید ہے۔ اور ان کو خلط ملط کر کے ایک کے اوصاف کو دوسرے پر اطلاق کرنا شرک نہیں تو اور کیا ہے؟۔ الاہیت اور معبودیت جیسے صفات سے ذاتِ باری ہی مخصوص ہے۔ بندوں کو اس سے موصوف کرنا توحید میں خلل ڈالنا ہے۔ یہی اسلام کی اصل تعلیم ہے جس کے باعث وہ دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے۔

مولانا علیؑ کے خطبوں، مکتوبوں اور اکالیم حکمت میں کہیں اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ آپ نے نفس اللہ یا معبود ملائکہ ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ بخلاف اس کے آپ ہمیشہ اپنے مکاتیب میں "عبد اللہ امیر المومنین" لکھتے تھے۔ بھلا آپ کی زبانِ مبارک سے کیوں ایسے غلو آمیز الفاظ نکلتے جب کہ آپ خود توحید کے معلم حقیقی ہیں جنھوں نے ہم کو توحید کا طریقہ سکھایا۔ جیسا کہ "نہج البلاغۃ" سے واضح ہے جو فن توحید میں بہترین کتاب ہے۔ بہر حال آپ کا ارشاد حضرت

---

(۱) القرآن ۲۹/۶۵ (۲) القرآن ۲۹/۶۱

عیسیٰ کے ارشاد کی طرح ایسی گمراہ کن تعلیوں سے پاک ہے جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں ہے:-
"واذ قال عیسیٰ بن مریم أانت قلت الناس اتخذونی و امی الٰھین من دون اللہ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہٗ فقد علمتہ - تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک - انک انت علام الغیوب - ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیئٍ شھید (۱)"

ترجمہ:- اور اس دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ سے پوچھے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھ کو اور میری والدہ کو بھی دو خدا مانو - عیسیٰؑ عرض کریں گے کہ اے پروردگار تیری ذات پاک ہے - مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تیری شان میں ایسی بات کہوں جو ناحق ہو اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو میرا کہنا تجھ کو ضروری معلوم ہوگا - کیونکہ تو تو میرے دل تک کی بات جانتا ہے - تو نے جو مجھ کو حکم دیا تھا بس وہی میں نے لوگوں کو کہہ سنایا تھا کہ اللہ جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اسی کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا میں ان کا نگران حال رہا پھر جب تو نے مجھ کو دنیا سے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا - اور تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے"۔

بلکہ آپ نے یمن کے ایک باشندے عبداللہ بن سبا نامی کو جس نے آپ کو "انت انت"(۲) کہا تھا مدینہ منورہ سے شہر بدر کر کے مدائن بھجوا دیا چونکہ

(۱) القرآن ۵: ۱۱۶ - ۱۱۷ - (۲) (ا) یعنے تم خدا ہو - وانا ہ (علیاً) قوم فقالوا انت الٰھنا وخالقنا فامر بضرب اعناقھم واضرم لھم ناراً (دعائم الاسلام)
(ب) نصاریٰ نے بھی اسی طرح غلو کیا "قالت النصریٰ المسیح ھو الذی بہ عفر زلۃ آدم وھو الذی یحاسب الخلق ویحی تارۃ اخری للقضاء بین الاحیاء والاموات (کتاب الملل و النحل شہرستانی)

یہ یہودی تھا اس لئے حضرت موسیٰ کے وصی یوشع بن نون کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا تھا۔[1]

مولانا علیؑ کے فضائل

مولانا علی کے فضائل اظہر من الشمس ہیں۔ کون ان کا انکار کر سکتا ہے۔ علم و معرفت، فصاحت و بلاغت، ہمت و شجاعت اور عصمت و عفت میں آپ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ کوئی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ ایک فضیلت آپ کیلئے کیا کم ہے کہ آپ کا سر مبارک جاہلیت کے زمانے میں کسی بت کے سامنے نہ جھکا اسی لئے آپ کے نام اقدس کے بعد "کرم اللہ وجہہ" لکھا جاتا ہے۔ یہ امتیاز کسی دوسرے کو نہیں۔

توحید کے متعلق ہم گذشتہ فصل نمبر (۱) میں احادیث موضوعہ کی ایسی بہت سی مثالیں درج کر چکے ہیں۔[2] آنحضرت کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی شرح فصل نمبر (۲۱) آیۂ کریمہ انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر" کی تفسیر میں ملے گی۔

معراج کی روایت نمبر (۳) دیکھنے کے بعد ہمیں بڑا تعجب ہوتا ہے کہ گو ہم اپنے آپ کو اہل باطن کہتے ہیں اس لئے ہم معراج جسمانی کے قائل نہیں۔ لیکن پھر بھی سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں آنحضرت جب ساتویں آسمان پر پہنچے تو وہاں مولانا علی نظر آئے یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے ایک دوسری مثال اس قسم کی سیدنا قاضی نعمان کی وہ روایت ہے جس میں آپ نے معراج میں نمازوں کی تخفیف کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے پچاس نمازیں فرض کی تھیں۔ لیکن حضرت موسیٰ کے مشورے سے بار بار میں اللہ تعالیٰ کی طرف واپس گیا۔ اور ان میں تخفیف کراتا رہا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ نمازیں فرض کیں۔ اس کے بعد مجھے شرم آئی کہ میں ان میں بھی تخفیف کراؤں[3] حالانکہ ہم نے معراج کی تاویل کی ہے[4]

(۱) طبری ۱/۲۹۴۲ شہرستانی صفحہ ۸۱۔ (۲) فصل نمبر (۱) تبصرہ عنوان "عقل اول یا عقل عاشر یا امام الزمان کا خدا کے اوصاف سے موصوف ہونا"۔ (۳) دعائم الاسلام (نماز) فصل (۱۵) (شرائع انبیا کی تاویلیں نمبر ۵) "شب معراج اور آنحضرت کے مشقتوں" یعنی لیالی فاضلہ کی نمازوں کی تاویلیں

فصل (۶)

مولانا علی کے بعد سات امام

مولانا معز کی دعاؤں میں شریعت محمدی کے ظاہر کے معطل ہونے کی مفصل کیفیت

تیسری فصل میں ہم نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے شریعت کے باطن کی تعلیم کے لئے مولانا علی کو قائم کیا آپ کی وفات کے بعد مولانا علی آپ کے جانشین ہوئے۔ مولانا علی نے دعوت باطن کے لئے مولانا حسنؑ کو قائم کیا جو آپ کے حجت عظمیٰ ہیں اور آپ خود ظاہر کے فرائض ادا کرنے لگے اسی طرح مولانا حسن کے بعد مولانا حسینؑ مولانا علی زین العابدین، مولانا محمد باقر اور مولانا جعفر صادق یکے بعد دیگرے قائم ہوئے۔ مولانا جعفر صادق کے کئی فرزند تھے جن میں سے چار نے امامت کا دعویٰ کیا۔ آپ کا مولانا اسمٰعیل پر نص کرنا اور انھیں اپنا جانشین مقرر کرنا ہمارا عقیدہ ہے۔ یہاں سے ہم میں اور ہمارے بھائی اثنا عشریوں میں بڑا اختلاف ہوگیا۔ جس کی تفصیل تاریخ فاطمیین مصر میں ملے گی (۱)

(۱) فصل (۲) عنوان "فرقۂ اسماعیلیہ"۔

مولانا اسماعیل نے مولانا محمد پر نص کی۔ آپ چونکہ ساتویں امام تھے اس لئے آپ کی بہت بڑی شان بتائی گئی ہے۔ آپ کے متعلق مولانا معز اپنی دعاؤں میں یہ فرماتے ہیں :۔

اللهم صل على ابينا آدم الذى شرفته وكرمته ......

...... وصل على بابه ووصيه شيث بن آدم وعلى ائمة دوره وهم ستة محدود وكل ذى حدود وذلك ان لكل ناطق فى دوره ستة حدود والسابع كهو وهم (١) انوش بن شيث ...... اللهم صل على رسولك نوح ......

...... شرفته وعطلت به ظاهر شريعة آدم ......

...... وجعلته ثانى النطقاء كما قلت فقضاهن سبع سموات وصل على بابه ووصيه سام بن نوح وعلى ائمة دوره الستة وهم ارفخشد ...... اللهم صل على خليلك ابراهيم بن تارخ الذى شرفته وكرمته وعطلت به ظاهر شريعة نوح ...... وجعلته ثالث النطقا و على بابه ووصيه اسماعيل وعلى ائمة دوره الستة (١) اسحق ...... اللهم صل على نجيك موسى بن عمران الذى شرفته وكرمته وعطلت به ظاهر شريعة ابراهيم وصيرته رابع النطقا ...... وصل على بابه ووصيه يوشع بن نون وعلى ائمة دوره الستة (١) فنحاس ...... اللهم صل على روحك المسيح عيسى بن مريم الذى شرفته وكرمته وعطلت به ظاهر شريعة موسى وصيرته خامس النطقاء ...... وصل على بابه ووصيه شمعون وعلى ائمة دوره الستة (١) عبد بشاشى ...... واخصص اللهم محمد بن عبد الله من ولد اسماعيل الذى شرفته وكرمته وعطلت به ظاهر شريعة عيسى وصيرته سادس النطقاء فقلت تباركت وتعاليت خلقنا

السموات والارض وما بینهما فی ستة ایام وصل علی بابه ووصیه
علی بن ابی طالب وعلی ائمة ووراه الستة الحسن بن علی والحسین
بن علی وعلی بن الحسین ومحمد بن علی وجعفر بن محمد واسماعیل بن جعفر
اللهم فلا فنابتهم والقائم بالحق مسفر البیان ....
ودبر عالم الطبیعة بالنطقاء السبعة والاسس
السبعة والائمة السبعة وبالنجباء السبعة..........
اللهم صل علی الحدود الروحانیه السبعة وصل یارب علی
السبعة الجسمانیین .... وصل یارب علی اخی نبیك
سید الاوصیاء المنتجبین وعلی فاطمة الزهراء سیدة نساء
العالمین وعلی سبطیه الحسن والحسین وصل علی القائم بالحق
الناطق بالصدق التاسع من جده الرسول الثامن من ابیه
الکوثر النابع من آبائه الائمة سابع الرسل من آدم و
سابع الاوصیاء من شیث وسابع الائمة من البررة صلوات
الله علیهم اجمعین۔ کما قلت سبحانك خلقنا السموات
والارض فی ستة ایام سواء للسائلین ثم استوی الی السماء
وهو استواء امر النطقاء بالسابع القائم صلوات الله علیه
کما ذکرنا انفا الذی شرفته وکرمته وعظمته و
ختمت به عالم الطبائع وعطلت بقیامه ظاهر شریعة محمد
صلی الله علیه وعلی آله وتملا به الارض عدلا وقسطا کما ملئت
جورا وظلما کما اخبر عنه نبیك حین قال المهدی منا
اهل البیت رجل اشم الانف اقنی الکحل یملا الارض عدلا
وقسطا کما ملئت جورا وخبطا وهو مترجم القرآن ومنصره
ومظهر برهانه ومنوره وهو یوم القیامة والبعث والفعل
والتغابن والنشور یوم لاینفع الظالمین معذرتهم..........
.... صاحب النشو فیما لایعلمون تمام الکلمة اول الفکرة

سدرۃ المنتھی الذی عندھا جنۃ الماوی قاسم الجبارین مویّد المتقین قائم الدین المھدی باللہ امیر المومنین وصل علی خلفائہ الراشدین الذین یقضون بالحق وبہ یعدلون اللھم منك صلاحاً وفلاحاً واعنھم علی اعزاز ما اسرزہ لمن الحق المبین"(۱)۔

ترجمہ:۔ اے اللہ درود بھیج تو ہمارے باپ آدم پر جیسے تو نے مشرف و مکرم کیا .... اور درود بھیج تو ان کے باب اور وصی شیث بن آدم پر اور ان کے دور کے اماموں پر جو چھ ہیں جس طرح ہر صاحب حدود کے حدود ہوتے ہیں۔ یعنی ہر ناطق کے دور میں چھ حدود ہوتے ہیں اور ساتواں اس ناطق کے مثل ہوتا ہے اور وہ حدود (۱) نوش بن شیث .... ہیں .... اے اللہ درود بھیج تو اپنے رسول نوح پر جیسے تو نے مشرف کیا اور جن کے سبب تو نے شریعت آدم کے ظاہر کو معطل کیا۔ اور جن کو تو نے دوسرا ناطق بنایا جیساکہ تو فرماتا ہے (اس کے بعد دو دن ہیں) اس کہر کے طبقات کے سات آسمان بنائے اور درود بھیج تو تیرے دوست ابراہیم بن تارخ پر جن کو تو نے مشرف و مکرم کیا اور جن کے ذریعے تو نے شریعت نوح کے ظاہر کو معطل کیا۔ اور جن کو تو نے تیسرا ناطق بنایا اور درود بھیج تو ان کے باب اور وصی اسماعیل پر اور ان کے دور کے چھ اماموں پر جو (۱) اسحق .... ہیں۔ اے پروردگار درود بھیج تو موسیٰ بن عمران پر جن کو تو نے مشرف و مکرم کیا۔ اور جن کو تو نے چوتھا ناطق بنایا۔ اور درود بھیج تو ان کے باب اور وصی یوشع بن نون پر اور ان کے دور کے چھ اماموں پر جو (۱) فنحاس .... ہیں۔ اے اللہ درود بھیج تو تیری روح عیسیٰ بن مریم پر جن کو تو نے مشرف و مکرم کیا اور

---

(۱) ادعیۃ الایام السبعۃ لمولانا الامام المعز لدین اللہ صلعم۔

اور جن کے ذریعے تو نے شریعت موسیٰ کے ظاہر کو معطل کیا۔ اور جن کو تو نے پانچواں ناطق بنایا اور درود بھیج تو ان کے باب اور وصی شمعون پر اور ان کے دور کے چھ اماموں پر جو (۱) عبد اللہ ہاشمی .... ہیں۔ اور مخصوص کر اے اللہ محمد بن عبد اللہ کو جو اسماعیل کی نسل سے ہیں اور جن کو تو نے مشرف و مکرم کیا۔ اور جن کو تو نے چھٹا ناطق بنایا فرماتا ہے تو اور تو برکت والا اور بلند ہے "پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں چھ دن میں" اور درود بھیج تو آپ کے باب اور وصی پر جو علی بن ابی طالب ہیں اور آپ کے دور کے چھ اماموں پر جو (۱) حسن بن علی (۲) حسین بن علی (۳) علی بن حسین (۴) محمد بن علی (۵) جعفر بن محمد اور (۶) اسماعیل بن جعفر ہیں۔ .... اے اللہ تعالیٰ کر تو ہماری قائم بالحق کے ظہور سے جن کا بیان روشن ہے .... اور تدبیر کر عالم الطبیعت کی سات ناطقوں، سات اساسوں، سات اتماد (تمام کرنے والے) اور سات نجباء سے .... اے اللہ درود بھیج تو سات حدود روحانیہ اور سات حدود جسمانیہ پر ....

اور درود بھیج تو یا اللہ اپنے نبی کے بھائی علی پر جو اوصیاء منتجبین کے سردار ہیں اور فاطمہ زہرا پر جو عالمین کی عورتوں کی سیدہ ہیں اور ان کے دونوں نواسوں حسن اور حسین پر۔ اور درود بھیج تو قائم بالحق اور ناطق بالصدق پر جو اپنے نانا رسول سے نویں اور اپنے باپ کوثر سے آٹھویں اور اپنے آباء سے ساتویں ہیں اور جو آدم سے ساتویں رسول اور شیث سے ساتویں وصی اور نیک اماموں سے ساتویں امام ہیں۔ درود اللہ کا ان سب پر جس طرح فرماتا ہے تو کہ "پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پھر بلند ہوا اللہ آسمان کی طرف۔ مراد اس سے ناطقوں کے امر کا بلند ہونا ہے قائم سابع سے۔ درود اللہ کا ان پر۔ جیسا کہ ابھی ہم نے ان کا ذکر کیا ہے اور وہ ایسے ہیں جنہیں تو نے مشرف معظم اور مکرم کیا اور جن کے ذریعے سے تو نے عالم طبائع کو ختم کیا۔ اور شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کیا اور جن کی

وجہ سے تو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ جور و ستم سے بھر دی گئی ہے۔ جیسا کہ تیرے نبی نے اس کے متعلق خبر دی ہے۔ فرمایا آپ نے کہ "مہدی ہم اہل بیت سے ہیں۔ ان کی ناک اٹھی ہوئی اور آنکھیں سرمگیں ہوں گی۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ جور و ظلم سے بھر دی گئی ہے۔ وہ قرآن کے مترجم ہیں اور اس کی برہان کو روشن اور ظاہر کرنے والے ہیں۔ وہ روز قیامت، روز بعث، روز فصل، روز تغابن اور روز نشور ہیں۔ اس روز ظالموں کا عذر مقبول نہ ہوگا۔ وہ صاحب نشو ہیں جس کو تم نہیں جانتے۔ وہ تمام الکلمہ اور اول الفکرہ ہیں۔ وہ سدرۃ المنتہیٰ ہیں جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ وہ جبارین کو مغلوب کرنے والے، متقین کی تائید کرنے والے اور روز جزا کے قائم مہدی باللہ امیر المومنین ہیں۔ درود بھیج تو ان کے خلفاء راشدین پر جو حق سے عدل و انصاف کرتے ہیں۔ اے اللہ توفیق دے تو ان کو صلاح و فلاح کی اور اس راز کو قوت دینے میں ان کی مدد کر جو حق مبین ہے۔

تبصرہ

مولانا معز کی دعاؤں کی اہمیت

اوپر کے اقتباسات مولانا معز کی سات دعاؤں سے لئے گئے ہیں۔ جن میں ہر دعا ایک دن کے لئے مخصوص ہے ہر دعا میں ایک ناطق، ان کے وصی اور چھ اماموں کا ذکر ہے۔ پہلی یکشنبہ کی دعا میں حضرت آدم کا بیان ہے۔ اسی طرح سلسلے سے سات دعاؤں میں سات ناطقوں اور ان کے حدود پر درود بھیجا گیا ہے۔ آخری دعا شنبہ کی ہے جس میں مولانا محمد بن اسمٰعیل کی شان بتائی گئی ہے۔ اسماعیلی مذہب کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے محقق کو اس سے بڑھ کر کسی اور دوسرے حوالے کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ یہ ہمارے ایسے امام کی دعا

ہے جن کی شان بہت بڑی ہے۔ آپ ظہور کے اماموں کے چوتھے اور مولانا حسن سے چودھویں امام ہیں۔ اور اسماعیلی اصول کے لحاظ سے چوتھا اور ساتواں اعلیٰ اور افضل ہوتا ہے[1]۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا یہ قول دعا میں وارد ہوا ہے اور دعا میں انسان اپنے خالق کے سامنے ہوتا ہے اور اپنے دل کی بات کو اس کے روبرو سچ سچ ظاہر کر دیتا ہے ان وجوہ سے یہ حوالہ اہم ترین حوالوں میں داخل ہے۔ اسماعیلی مذہب کی اشاعت اور ملکی فتوحات کے لحاظ سے بھی مولانا معز کی شان بہت بڑی ہے۔ آپ ہی نے مصر اور شام کے اکثر اضلاع فتح کئے اور بلادِ مغرب سے منتقل ہو کر مصر میں تشریف لائے۔ یہ زمانہ خلافت فاطمیہ کا زرین زمانہ ہے۔ آپ نے اپنی دعا میں پورا اسماعیلی مذہب کا نظام بتایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ کا دین سات ناطقوں پر مشتمل ہے جس کے اول حضرت آدم اور آخر مولانا محمد بن اسماعیل ہیں۔ آپ ساتویں امام ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی شریعت کے ظاہر کو بعد میں آنے والے نبی کے قیام سے معطل کیا۔ اسی طرح مولانا محمد بن اسماعیل کے قیام سے محمد کی شریعت کے ظاہر کو معطل کیا۔ آپ قائم بالحق ناطق بالصدق، مہدی باللہ، یوم قیامت، یوم جزا وغیرہ وغیرہ ہیں۔ آپ سے ساتواں دور شروع ہوا جس سے عالم طبیعت کی انتہا اور دورِ روحانی کی ابتدا ہوئی۔ آپ کی نسل سے جو ائمہ ہوئے اور آئندہ ہوں گے وہ سب آپ کے خلفائے راشدین ہیں جو حق سے حکومت کرتے ہیں۔ اے اللہ تو ان پر درود بھیج اور انہیں صلاح و فلاح کی توفیق دے۔ اور اس راز کو قوت دینے میں ان کی مدد کر جو حق مبین ہے۔ اسی اعتقاد پر اسماعیلی مذہب کی بنا ہے۔ اور یہی اس کا اصل اصول ہے۔

مولانا معز کی دعاؤں کی تصدیق اور ان کی شرح

مولانا معز کی دعاؤں کی تصدیق دو جلیل القدر داعیوں اور ایک عظیم الشان مرکا سرنے کی ہے اور مولانا محمد بن اسماعیل کے متعلق جو بیان ہے اس کی شرح بھی لکھی ہے چنانچہ :-

---

(۱) زہر المعانی لسیدنا ادریس (صفحہ ۵۲۸)۔

رسول اللہ صلعم کا اپنی اذان میں مولانا محمد بن اسماعیل اور مولانا محمد القائم بن عبداللہ المہدی کی رسالت کی گواہی دینا

(۱) ستر کے دوسرے داعی مطلق سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی (المتوفی ۵۵۷ھ) جو ظہور کے آخری زمانے میں مولانا آمر کے عہد میں موجود تھے، اپنی مہتم بالشان کتاب "کنز الولد" میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:-

واما محمد بن اسماعیل فهو متم شریعته (ای شریعة محمد) وموفيها حقوقها وحدودها وهو السابع من الرسل بيان ذلك في ادعية مولانا المعز السبعة وهو الذي يشهد (اى النبى) له وللقائم محمد بن عبد الله المهدى لانه قائم القيامة الوسطى وقائم القيامة الاولى امير المومنين وقائم القيامة الكبرى صاحب الكشف في اذانه بقوله اشهد ان محمدا رسول الله واشهد ان محمداً رسول الله لان الخلق يشهدون برسالته وهو يشهد لمتم دوره وشريعته ومنهاجه وهو منسوب الى عبد الله بن ميمون في التربية (۱)

ترجمہ:- لیکن محمد بن اسماعیل وہ تو محمد (یعنے رسول اللہ صلعم) کی شریعت کے حقوق وحدود کو پورا کرنے والے ہیں اور ساتویں رسول ہیں۔ جن کا بیان مولانا معز کی سات دعاؤں میں ہے۔ اور وہی ہیں جن کے اور قائم بن محمد بن عبداللہ المہدی کے لئے آپ (یعنی رسول اللہ صلعم) اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله کہہ کر گواہی دیتے ہیں (۲)۔ کیونکہ مولانا محمد بن اسماعیل قیامت وسطی کے قائم اور امیر المومنین (یعنے مولانا علی) قیامت اولی کے قائم اور صاحب

(۱) کنز الولد (الباب الحادی عشر۔ صفحہ ۵۰۰ تا ۵۰۱) (۲) اذان کے پہلے کلمے "اشهد ان محمدا رسول الله" میں محمد سے مولانا محمد بن اسماعیل اور دوسرے کلمے "اشهد ان محمدا رسول الله" میں محمد سے مولانا القائم محمد بن عبداللہ المہدی مراد ہیں گویا رسول اللہ صلعم ان دونوں کی رسالت کی گواہی دیتے تھے۔

الکشف قیامت کبری کے قائم ہیں۔ تمام لوگ آپ (یعنے رسول اللہ صلعم) کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں اور آپ خود اپنے دور اور شریعت کے پورا کرنے والے کی گواہی دیتے ہیں جو تربیت کے لحاظ سے عبداللہ بن میمون کی طرف منسوب ہیں۔

اماموں اور مومنین کا اپنی اپنی اذانوں میں رسول اللہ صلعم اور مولانا محمد بن اسمٰعیل کی رسالت کی گواہی دینا

(۲) (ا) سیدنا محمد بن طاہر (مکاسر سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی) متوفی ۵۸۴ھ اپنی حقیقت کی مشہور کتاب "الانوار اللطیفہ" میں اس طرح فرماتے ہیں: —

(ا) وتسلیمه (ای تسلیم رسول اللہ صلعم) لمحمد بن اسماعیل شہادته له بالرسالة فی الاذان عند قوله اشهد ان محمدا رسول الله لان شهادته صلعم لنفسه غیر جائزة وانما کانت شهادته لمحمد بن اسماعیل واما شهادة الائمة وسائر المسلمین فهی له (ای لرسول الله صلعم) لانه الناطق السادس وکون الشهادة مثناة فی الاذان لما کانت الشهادة الاولة له (ای لرسول الله) والثانیه لمحمد بن اسماعیل الذی هو متم دوره وهو سابع الرسل والیه اشار مولانا المعز فی دعاء یوم السبت اذهو الناطق السابع فاما قائم القیامه علی ذکره السلام فامره اعلی من ذلك لانه غیر منتظم فی سلك الرسل

ترجمہ: — اور آپ کے (یعنے رسول اللہ صلعم کے) محمد بن اسماعیل کو (علم و حکمت) کے سونپنے کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے اپنی اذان میں اشہد ان محمدا رسول اللہ" کہہ کر محمد بن اسمٰعیل ہی کی رسالت کی گواہی دی۔ کیونکہ آپ کی گواہی خود اپنے لئے ناجائز ہے آپ نے محمد بن اسمٰعیل ہی کی رسالت کی شہادت دی۔ اور اماموں و دیگر مسلمان کی شہادت کے یہ معنی ہیں کہ یہ لوگ آپ کی اور محمد بن اسمٰعیل کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں کیونکہ آپ چھٹے ناطق ہیں اور محمد بن اسمٰعیل آپ کے دور کے

متم اور ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں۔ اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ" کے مکرر ہونے کے یہی معنی ہیں اور اسی کی طرف مولانا معزؔ نے اپنے یوم السبت کی دعا میں اشارہ فرمایا ہے لیکن قائم القیامہ کا امر اس سے اعلیٰ ہے۔ کیونکہ وہ رسولوں میں داخل نہیں ہیں۔

(ب) وانساق الامر بعد مولانا الحسین بن علی الیٰ باقی الائمة الی ان انتهیٰ الی مولانا محمد بن اسماعیل فکان محمد بن اسماعیل متم الدور وخاتم الرسل المنتهیة الیه غایة الشرائع المختومه به المشتمل علی مراتب محدود ها المحیط بسوهم وهو القائم بالقوة صاحب الکشفة الاولی لان القائم بالفعل هو القائم الکلی الذی هو صاحب الکشفة الاخریٰ والبطشة العظمیٰ لان القیامات کثیرة فاولها الماذون المکفوف........ (وآخرها) قائم القیامات وهو الذی یخلف العاشر فی موضعه بعد ارتفاعه من هذه الدار وانما وقع علیه اسم الناطق السابع لنطقه بالامر الالهی وقوله انا(۱) لانه غیر منتظم فی سلک نطقاء دور الستر اذ هو بخلافه ولیس هو بمتم(۲) ولا رتب بحدوده ولاهو برسول بل هو منفرد برتبة الوحدة والالهیة وانما مولانا محمد بن اسماعیل المخصوص بذلک لانتظامه فی سلک مقامات دور الستر ونطقاءه فاذا اعددت آدم ووصیه ومتمی دوره الستة کان سابعهم ناطقا وهو نوح.... .... واذا اعددت عیسیٰ ووصیه ومتمی دوره الستة کان سابعهم ناطقاً وهو محمد واذا اعددت محمدا ووصیه ومتمی دوره کان سابعهم ناطقاً وهو محمد بن اسماعیل......

---

(۱) میرے پاس دو نسخے ہیں دونوں میں عبارت اسی طرح ہے۔ (۲) ولیس له متم (ایک نسخہ) "زہر المعانی" میں " ولیس هو بمتم" ہی ہے۔

.... اذ بقیامہ تمام دور الستر واعتقاد دور الکشف ونسخ شریعۃ الرسول السادس وبذلک نطق مولانا المعز فی دعائہ یوم السبت حیث قال" وعلی القائم بالحق الناطق بالصدق .... سابع الرسل من آدم وسابع الاوصیاء من شیث وسابع الائمۃ البررۃ الذی شرفتہ وعظمتہ وکرمتہ وختمت بہ عالم الطبائع وعطلت بقیامہ ظاہر شریعۃ محمد صلعم کل ذلک بالقوۃ لا بالفعل لکونہ قائما بالقوۃ (۱)

ترجمہ :۔ اسی طرح امر امامت مولانا حسین ابن علی کے بعد باقی متمین میں جاری رہا۔ یہاں تک کہ مولانا محمد بن اسماعیل تک پہنچا جو دور کے پورا کرنے والے اور آخری رسول ہیں جن پر شریعتیں منتہی اور ختم ہوئیں اور جو حدود کے مراتب اور ان کے علوم پر محیط ہیں۔ اور جو قائم بالقوہ صاحب کشفہ اولیٰ ہیں کیونکہ قائم بالفعل تمام تر کلی ہی ہیں جو کشفہ آخری اور بطشہ عظمیٰ کے صاحب ہیں اس لئے کہ قیامتیں بہت ہیں جن میں پہلی قیامت ماذون مکفوف ہے .... اور (آخری دینا میں) قائم القیامہ ہے جو اس گھر سے مرتفع ہونے کے بعد عقل عاشر کے خلیفہ ہونگے اور آپ (یعنے مولانا محمد بن اسماعیل (۲) یا قائم القیامہ) ناطق سابع اسی لئے

(۱) الانوار اللطیفہ (سرادق ۳ فصل ۵ - باب ۲)۔ (۲) "وانما وقع علیہ اسم الناطق السابع" میں "علیہ" جو ضمیر ہے وہ مولانا محمد بن اسماعیل کی طرف راجع ہے جس کی تائید خود سیدنا محمد طاہر کے اوپر کے قول نمبر (۲) (۱) سے ہوتی ہے جو یہ ہے :۔ "والیہ اشار مولانا المعز فی دعائہ یوم السبت اذ ھو الناطق السابع" اور اسی بیان میں آگے چل کر فرماتے ہیں "وکان سابعھم ناطقا وھو محمد بن اسماعیل" سیدنا ادریس کے قول سے بھی جو ابھی آئیگا یہی ظاہر ہے۔ آپکے بیان میں "لانہ غیر منتظم فی سلک نطقاء دور الستر اذ ھو بخلافہ" ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ راقم الحروف کے پاس تین نسخے ہیں تینوں میں اسی طرح عبارت ہے۔

کہے گئے کہ آپ نے امرِ الٰہی بیان فرمایا اور آپ نے " انا " کہا۔ کیونکہ آپ دورِ ستر کے ناطقوں میں شریک نہیں ہیں۔ اس لئے کہ آپ اس کے خلاف ہیں اور نہ آپ متم ہیں (یا آپ کے لئے کوئی متم نہیں ہے جیسا کہ ایک نسخے میں ہے) اور نہ آپ کے لئے حدود کے رتبے ہیں اور نہ آپ رسول ہیں بلکہ آپ مرتبہ وحدت اور الاہیت میں منفرد ہیں۔ اور مولانا محمد بن اسماعیل کے (اس فضیلت) سے مخصوص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ دورِ ستر اور اس کے نطقا میں شامل ہیں۔ جب تم آدم اور آپ کے وصی اور آپ کے دور کے چھ متم (امام) شمار کرو تو ان کا ساتواں امام ناطق ہوگا جو نوح ہیں .... اور جب تم عیسیٰ اور آپ کے وصی اور آپ کے دور کے چھ متم (امام) گنو تو ان کا ساتواں ناطق ہوگا جو محمد (یعنی رسول اللہ) ہیں۔ اور جب تم محمد اور آپ کے وصی اور آپ دور کے چھ متم (امام) کا حساب لگاؤ تو ان کا ساتواں امام ناطق ہوگا جو محمد بن اسماعیل ہیں .... اس لئے کہ محمد بن اسماعیل کے قیام سے دورِ ستر پورا ہوا اور دورِ کشف شروع ہوا اور چھٹے رسول کی شریعت منسوخ ہوئی جو ہمارا اعتقاد ہے۔ اسی وجہ سے مولانا معز اپنی سنیچر کی دعا میں یہ فرماتے ہیں :- " درود بھیج تو اے اللہ قائم بالحق ناطق بالصدق پر جو آدم سے ساتویں رسول اور شیث سے ساتویں وصی اور نیک اماموں سے ساتویں امام ہیں جن کو تو نے مشرف، معظم اور مکرم کیا اور جن کے ذریعے تو نے عالمِ طبائع کو ختم کیا اور جن کے قیام سے تو نے محمدی شریعت کے ظاہر کو معطل کیا۔ یہ سب بالقوہ ہے نہ کہ بالفعل اس لئے کہ آپ قائم بالقوہ ہیں "۔

(۳) اٹھارھویں داعیِ مطلق سیدنا ادریس (متوفی ۸۷۲ھ) کا اپنی معتبر اور مستند تصنیف " زھر المعانی " میں یہ ارشاد ہے :- والخامس (من الذین سلم الیہ النبی) ھو قائم الاتماء محمد بن اسماعیل سمّی صاحب الدور الذی شھد لہ بالرسالۃ والفضل فقال اشھد ان محمدا رسول اللہ

وهو قائم الائمه الذين اتموا دوره واكملوا ما اتى به ولابد من تكرير الشهادتين مرتين ان محمدا رسول الله فالمرة الاولى الاشارة الى النبى محمد صلعم والاخرى الاشارة بها الى السابع متم دوره وآخر ائمته [1]............ وكان محمد بن اسماعيل متم الدور المنتهية اليه غاية الشرائع المختومة به المشتمل على امر اتب حدودها المحيط بعلومهم وهو القائم بالقوه صاحب الكشفة الاولى لان القائم بالفعل هو القائم الكلى الذى هو صاحب الكشفة الاخرى وقائم القيامة الكبرى صاحب البطشة العظمى........... ... وهو الذى يخلف العقل العاشر بعد نقلته ويتوم مدبر العالم فى رتبته وانما وقع عليه اسم الناطق السابع لنطقه بالامر الالهى وجمعه للفضل الذى هو اليه متناهى وليس بمتم ولابرسول بل هو منفرد برتبة الوحدة وقد تم التمام واتسق النظام وانما خص محمد بن اسماعيل بذلك لانتظامه فى سلك مقامات دور الستر لانك اذا عددت آدم.......... واذا عددت الائمة فى دور محمد كان محمد بن اسماعيل سابعهم وللسابع قوة على من تقدمه فلذلك صار ناطقاً وخاتماً وقائماً وهو ناسخ شريعة صاحب الدور السادس ببيان معانيها واظهار الباطن المبطن فيها وبذلك نطق مولانا الامام المعز حيث قال فى دعاء يوم السبت؛ وعلى القائم بالحق.......... سابع الرسل من آدم........ وعطلت بقيامه ظاهر شريعة محمد........... هذا قوله صلعم موضحا لفضل محمد بن اسماعيل ومبينا لمحله الشريف الجليل وهو سابع الائمة المبين للمعنى

(۱) زهر المعانی - (ذکر رسول اللہ صلعم - صفحہ ۲۰۰)

وللسابع قوۃ لیست تکون لمن تقدمہ وکذلک کانت قوۃ القائم لما کان سابعا للنطقاء والذی کان للامام محمد بن اسماعیل کان لسابع الخلفاء الذی ھو المعز لدین اللہ سابع اسبوعین ورابع اربعۃ .... ومحمد بن اسماعیل لم یبطل شیئا من ظاھر شریعۃ محمد بل اکدھا وامر بالعمل بھا وعلی ذلک سنۃ الائمۃ الطاھرین قیاما بالتکلیفات ومحافظۃ علی المفترضات من غیر ترخیص ولا اھمال ولا ترک ولا ابطال وانما عنی الامام المعز بقولہ "وعطلت بقیامہ ظاھر شریعۃ محمد" لما کان لمعانیھا مبینا ولاسرارھا کاشفا ومجلیا فازال عن اتباعہ واشیاعہ اعتقاد الظاھر علی ما فیہ من تعطیل وتشبیہ للمبدع الحق بمخلوقاتہ فعطل ذلک الاعتقاد وبین فیہ المراد کشفا للحقائق واظھارا للبیان الصادق -

ترجمہ :- اور پانچواں وہ شخص (جس کو نبی نے علم و حکمت سونپی) قائم القیامۃ محمد بن اسماعیل ہیں - آپ کو صاحب دور کہتے ہیں - (یا آپ صاحب دور کے ہم نام ہیں) جن کی رسالت اور فضیلت کی گواہی رسول اللہ صلعم نے اپنی اذان میں "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کہہ کر دی -

آپ ان ائمہ کے خاتم ہیں جنہوں نے رسول اللہ کے دور کو پورا اور آپ کی شریعت کی تکمیل کی - اذان میں شہادت کی تکرار یعنے دو دفعہ "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کہنا ضروری ہے - پہلی دفعہ کہنے سے نبی محمد صلعم اور دوسری دفعہ کہنے سے ساتویں ناطق کی طرف اشارہ ہے جو آپ کے دور کو پورا کرنے والے آخری امام ہیں ....

اور مولانا محمد بن اسماعیل پر شریعتیں منتہی اور ختم ہوئیں - آپ حدود کے مراتب اور ان کے علوم پر محیط ہیں اور آپ قائم بالقوہ صاحب کشفہ اولیٰ ہیں - کیونکہ قائم بالفعل قائم کلی ہی ہیں جو صاحب کشفہ اخریٰ اور قائم قیامت کبریٰ ہیں - اس لئے کہ قیامتیں بہت ہیں ......

........قائم قیامت کبریٰ اور صاحب بطشۂ عظمیٰ سب کے بعد آئیں گے جو اپنی نقلت کے بعد عقلِ عاشرہ کے خلیفہ ہوں گے اور مدبر عالم کا رتبہ حاصل کریں گے۔ آپ (یعنی مولانا محمد بن اسماعیل)[1] پر ناطق کا نام صرف اس لئے واقع ہوا کہ آپ نے امر الٰہی بیان فرمایا اور آپ انتہائی فضل پر حاوی ہوئے اور آپ نہ ہتم ہیں نہ رسول۔ بلکہ وحدت کے رتبے میں آپ منفرد ہیں۔ کام بالکل پورا ہو گیا۔ مولانا محمد بن اسماعیل اِس فضیلت سے صرف اس وجہ سے مخصوص ہوئے کہ آپ مقامات دور ستر کی لڑی میں منسلک ہیں۔ کیونکہ جب تم گنو گے آدم کو........ اور جب تم دورِ محمدی کے ائمہ کو گنو گے تو مولانا محمد بن اسماعیل ساتویں ہوں گے اور ہر ساتواں امام اپنے پہلے کے اماموں سے قوی ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ناطق اور قائم اور "اسبوع" کے خاتم ہوئے اور آپ نے صاحب دورِ سادس (یعنی رسول اللہ صلعم) کی شریعت کے معانی بیان کر کے اور اس کے پوشیدہ باطن کو ظاہر کر کے اُن کی شریعت کو منسوخ کر دیا۔ مولانا معز نے اپنی یوم السبت کی دعا وعلی القائم بالحق........ وعطلت بقیامه ظاهر شریعة محمد" میں یہی فرمایا ہے۔ آپ کا یہ قول مولانا محمد بن اسماعیل کی فضیلت واضح کرتا ہے اور آپ کی حد شریف وجلیل کی تبیین کرتا ہے۔ آپ "اتما" میں ساتویں ہیں اور ہر ساتویں امام کو وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو اس سے پہلے کے چھ اماموں کو حاصل نہیں ہوتی۔ اور مولانا قائم کی قوت ایسی ہی ہو گی کیونکہ آپ ناطقوں میں ساتویں ہوں گے جو قوت امام محمد بن اسماعیل کو حاصل تھی وہی قوت سابع الخلفاء امام معز کو بھی حاصل تھی کیونکہ مولانا معز دو "اسبوعین" کے ساتویں اور چار اماموں کے چوتھے تھے"۔

(۱) وہ ذیلی نوٹ ملاحظہ فرمائیے جو "الانوار اللطیفۃ" کے بیان میں ابھی گزرا۔

مولانا محمد بن اسمٰعیل نے ظاہری شریعت کی کسی چیز کو باطل نہیں کیا بلکہ اس کی تائید کی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت دی اور ائمہ طاہرین کی بھی یہی سنت الٰہی ہے کہ فرائض اور تکلیفات میں کسی چیز کی ترخیص، اہمال، ترک یا ابطال جائز نہیں۔ مولانا معزکی اپنے قول "وعطلت به ظاهر شريعة محمد" سے مراد صرف یہی ہے کہ آپ نے شریعت کے معانی و اسرار بیان کر کے اپنے پیرووں سے اس اعتقاد کو دور کیا جس سے باری تعالیٰ کی تعطیل و تشبیہ لازم آتی ہے۔ ایسے اعتقاد کو آپ نے معطل کیا اور حقائق کے اظہار سے صحیح مقصد بیان کیا۔"

تبصرہ

سیدنا ابراہیم بن الحسین ستر کے دوسرے داعی مطلق اور سیدنا ادریس اٹھارھوین داعی مطلق ہیں۔ یہ دونوں اطلاق کا درجہ رکھتے اور کالمعصوم سمجھے جاتے ہیں۔ ستر کے زمانے میں داعی مطلق کو کلی اختیارات حاصل ہیں کیونکہ وہ امام کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور اس کی ہر امر میں نمائندگی کرتا ہے۔ وہ خدا اور اس کے ولی یعنے امام کے الہام کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔ سیدنا ابراہیم بن الحسین اپنی کتاب "کنز الولد" میں فرماتے ہیں کہ ستر کے زمانے میں امام کا وجود داعی، ماذون اور مکاسر سے ہے۔ اگر یہ معدوم ہو جائیں تو امام معدوم ہو جاتا ہے (۱)

سیدنا محمد بن طاہر (مکاسر سیدنا ابراہیم بن الحسین) بھی ہماری دعوت میں عظیم الشان رتبے کے حامل ہیں۔ علم حقیقت میں آپ کی مشہور تصنیف "الانوار اللطیفة" انتہائی درجے کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے شاید احد ہی اس درجے تک پہنچے ہوں گے۔

---

(۱) کنز الولد (الباب الثالث عشر۔ صفحہ ۲۷۶)

ان تینوں بزرگ ہستیوں کی تصدیق و توثیق کے بعد مولانا معز کی دعاؤں کے مستند ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔

لیکن انھوں نے جو تعطیل شریعت کی شرح کی ہے وہ کس طرح درست ہو سکتی ہے۔؟ معمولی عربی داں بھی اسے قبول نہیں کرے گا۔ اس کی کئی وجوہ ہیں:۔

(۱) تعطیل شریعت محمدی کا مقابلہ دوسرے انبیاء کی شریعتوں کی تعطیل سے کیا گیا ہے۔ جن کا ظاہر منسوخ کر دیا گیا ہے۔ جو معنی ان کی شریعت کی تعطیل کے ہیں وہی معنی آنحضرت صلعم کی شریعت کی تعطیل کے بھی ہوں گے۔ خود سیدنا محمد بن طاہر اور سیدنا ادریس نے تعطیل کے معنی نسخ کئے گئے ہیں۔ سیدنا ادریس اقرار کرتے ہیں کہ مولانا محمد بن اسماعیل ساتویں ناطق، ساتویں رسول اور قائم رہیں آپ نے صاحب دور سادس یعنے آنحضرت صلعم کی شریعت کے معانی اور باطن بیان کر کے اسے نسخ کیا۔[1] ہمارے اسماعیلی

(1) If thou takest the number of Adam, his Wasi and the Imams of his period the last of them will be a Natiq.... Md. b. Ism. the seventh.... a Natiq who cancels Shariat by explaining its hidden meaning.... If Md. b. Isma'il was the one who was Nasikh of the shari'at of the sixth dawr, by "explaining its hidden meaning". - then logically we can expect thnt all the Imams, before and after him, were also seventh Natiqs, because such was also their mission Such a helpless struggle to reconcile superstitious beliefs with a philosophical theory is typical of Ismaili esoterism, one of its "great mysteries." (Rise of the Fatimids by Ivanow, p. 245).

مذہب کا اصل اصول یہ ہے کہ رسول جسے ہم ناطق کہتے ہیں شریعت کے ظاہر کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کا وصی جسے ہم اساس کہتے ہیں وہ اور اس کے بعد چھ امام اس شریعت کا باطن مستحقین کو بتاتے ہیں۔ ساتواں امام باطن کی تکمیل کر کے اس کے ظاہر کو منسوخ کر دیتا ہے۔ اسی لئے یہ سات امام "متیمن" کہلاتے ہیں۔ یعنے جب باطن پورا ہو جاتا ہے تو ظاہر معطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اب وہ غیر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ دور محمدی میں ایسے ساتویں امام مولانا محمد بن اسماعیل ہیں جن کے قیام سے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کیا۔ آپ کے بعد جو ائمہ ہوئے یا ہوں گے وہ آپ کے خلفاء ہیں جو صرف باطنی شریعت کی تعلیم دیں گے یہ اعتقاد مولانا معز کی دعاؤں اور آپ کے باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے اکثر بیانوں سے واضح ہے جیسا کہ ہم ابھی بتائیں گے۔

(۲) چونکہ مولانا محمد بن اسماعیل قائم بالقوہ ہیں نہ کہ قائم بالفعل اس لئے "یہ سب بالقوہ ہے" ایسا کہنا بھی درست نہیں کیونکہ دعائیں "بالقوہ" نہیں ہے اس میں تو صاف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی شریعت کے ظاہر کو نوح کے قیام سے معطل کیا اور نوح کی شریعت کے ظاہر کو ابراہیم کے ظہور سے معطل کیا .... اسی طرح عیسیٰ کی شریعت کے ظاہر کو آنحضرت کی بعثت سے معطل کیا اور آنحضرت صلعم کی شریعت کے ظاہر کو مولانا محمد بن اسماعیل کے قیام سے معطل کیا۔ جب آدم وغیرہ کی شریعتوں کا ظاہر بالفعل معطل کر دیا گیا ہے تو آنحضرت صلعم کی شریعت کا ظاہر بھی مولانا محمد بن اسماعیل کے قیام سے بالفعل معطل کر دیا گیا ہے۔ سیاق عبارت سے بھی یہی واضح ہے۔ اگر دعائیں "بالقوہ" ہوتا تو اور بات تھی۔ لیکن دعائیں ایسا نہیں ہے۔ اگر ہم شرح میں "بالقوہ" کا اضافہ کریں تو رسولوں کا سلسلہ بیان کرنا اور مولانا محمد بن اسماعیل کو ساتواں رسول قرار دینا بیکار ہوگا اور مولانا معز کی دعا گمراہ کن ثابت ہوگی۔ دعا میں تو تمام انبیاء کی شریعتوں کی تعطیل ایک ہی نوعیت کی بتائی گئی ہے صرف آنحضرت صلعم کی ظاہری شریعت کی تعطیل میں بالقوہ کا اضافہ کرنا جو دعا کے متن میں نہیں ہے کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ علاوہ اس کے تعطیل بالقوہ کے

اضافے سے ہمارا کیا مقصد ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے؟ کیا مولانا علیؑ نے اتنا باطن نہیں بتایا کہ آپ کی وجہ سے شریعت بالقوہ معطل ہو سکی حالانکہ آپ تمام اماموں سے افضل و اعلیٰ ہیں دوسرا اہم سوال جو اس مقام پر پیدا ہوتا ہے یہ کہ جس باطن کی تکمیل اماموں نے کی وہ کونسا باطن ہے۔ اگر یہ باطن وہی ہے جو تاویل کی فصل میں بیان کیا گیا ہے۔ تو ہمیں بڑی مایوسی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ تو کچھ معقول نظر نہیں آتا اور نہ وہ کسی مقررہ اصول پر مبنی ہے۔ وہ تو ایک قسم کی شاعری ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔(۱)

تیسری غور طلب بات یہ ہے کہ کیا جوں جوں ایک ایک امام نے باطن بتایا اسی قدر شریعت معطل ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد میں پورا باطن ظاہر ہونے کے بعد پوری شریعت معطل ہوگئی۔

(۳) سیدنا محمد بن طاہر تو مولانا معزؑ کے تقریباً دو سو سال بعد پیدا ہوئے آپ کی شرح میں یہ ہے کہ یہ سب بالقوہ ہے نہ کہ بالفعل کیونکہ مولانا محمد بن اسماعیل قائم بالقوہ ہیں۔ اس شرح کے ظاہر ہونے تک مومنین میں یہی عقیدہ رائج ہوگا کہ مولانا محمد بن اسماعیل قائم بالفعل ہیں۔ اس لئے کہ مولانا معزؑ کی دعا میں بالقوہ نہیں ہے۔ آپ تو کھلم کھلا فرماتے ہیں کہ "وعلی القائم بالحق الناطق بالصدق........ یملؤ الارض........ المهدی........ وھو یوم القیامۃ والبعث........ قائم یوم الدین وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال مولانا معزؑ کی دعا اور بعد میں آنے والے داعیوں کی شرحیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں متن اور شرح میں کوئی تعلق نہیں۔

(۴) مولانا معزؑ نے تو صرف مولانا محمد بن اسماعیل کو ساتواں رسول قرار دیا۔ لیکن سیدنا ابراہیم بن الحسین نے ظہور کے دوسرے امام مولانا محمد القائم بن عبداللہ المهدی کو بھی رسولوں میں شریک کر دیا۔ گویا آنحضرت صلعم کے بعد اور دو رسول پیدا ہوئے جن کی رسالت کی گواہی خود آپ دیتے تھے حالانکہ خدا فرماتا ہے

---

(۱) ملاحظہ ہو فصل (۱۴) عنوان "تاویل میں اختلاف اور اس کے اسباب"۔

آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔

(۵) سیدنا محمد بن طاہر اور سیدنا ادریس کی شرحوں میں مولانا محمد القائمؑ کی شہادت کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ سیدنا محمد بن طاہر سیدنا ابراہیم کے ہمکاسیر ہیں اور سیدنا ادریس سیدنا ابراہیم کے تین سو سال بعد ہیں۔ اس سے ہماری تعلیم کے اختلاف پر روشنی پڑتی ہے جس کی طرف کئی بار توجہ دلائی گئی ہے۔ بہر حال لکھتے وقت جو بات ہمارے ذہن میں آگئی ہم نے لکھدی۔ ایک نے کچھ لکھدیا دوسرے نے کچھ بیان فرمادیا اور تیسرے نے اس کی طرف کچھ توجہ نہیں کی۔ کیا یہی علوم اولیا اللہ کی شان ہے۔ اختلاف تعلیم کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے اس تالیف کا مقدمہ "بعنوان ہماری اسماعیلی تعلیم میں اختلاف اور اس کے کئی پہلو"۔ حالانکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم اہلِ ظاہر کی طرح اہلِ قیاس نہیں ہیں۔ ہم نے ائمۂ معصومین سے استفادہ کیا ہے جن کے علم کی شان اس آیۂ کریمہ میں بتائی گئی ہے:۔ "ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا" تاویل کی شان میں ایک دوسری آیت یہ پیش کی جاتی ہے:۔ "ما ترٰی فی خلق الرحمٰن من تفوت فارجع البصر ھل ترٰی من فطور"۔

(۶) سیدنا ادریس فرماتے ہیں کہ مولانا محمد بن اسماعیل نے اس اعتقاد ظاہر کو معطل کیا جس سے باری تعالیٰ کی تشبیہ لازم آتی ہے۔ لیکن دعا میں ایسا نہیں ہے۔ دعا میں ہر نبی کی شریعت کے ظاہر کی تعطیل کا ذکر ہے نہ کہ اعتقاد ظاہر کی تعطیل کا۔ تعطیل شریعت اور ہے اور تعطیل باری تعالیٰ اور۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔

(۷) سیدنا موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ تعطیل ظاہری شریعت کے یہ معنیٰ ہیں کہ آپ نے دور سابق کی شریعت کے معنیٰ بیان کرکے اور اس کے پوشیدہ باطن کو ظاہر کرکے ان کی شریعت کو منسوخ کیا۔ لیکن کسی مسئلے کے معانی و مطالب کی توضیح اور تبیین سے نفسِ مسئلہ معطل نہیں ہو جاتا بلکہ وہ محقق اور ثابت ہو جاتا ہے۔ کیا کلام مجید کی تفسیر بیان کرنے سے کلامِ مجید معطل ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ محقق اور ثابت ہو جاتا ہے۔ یہاں تعطیلِ

شریعت کے وہی معنی ہیں جو خود سیدنا قاضی نعمان نے داعی مغیرہ وغیرہ کے ذکر میں کئے ہیں۔ اور لغت بھی یہی کہتی ہے۔ مذاہب کے ساتھ تعطیل کا لفظ اپنی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ "کتاب الملل والنحل" کے مطالعے سے واضح ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہر گزرنے والے نبی کی شریعت کے ظاہر کو آنے والے نبی نے معطل کر کے ایک نئی شریعت وضع کی۔ بخلاف مولانا محمد بن اسماعیل کے جو ساتویں رسول ہیں اور جنھوں نے آنحضرت صلعم کی شریعت کا پورا مجرد باطن بتا کر اس کے ظاہر کو معطل کیا۔ اور کوئی نئی شریعت وضع نہ کی۔ جیسا کہ مولانا معز اور سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے ارشادات سے واضح ہے جو قریب میں آئیں گے آپ کے بعد جو ائمہ ہوئے اور ہوں گے وہ سب محض باطن کی تعلیم دیں گے اور آپ کے خلفاء کہلائیں گے۔ یہ تعطیل خدا کے حکم سے ہوئی اس لئے آپ نے اپنے ارشاد "عطائت" سے اس کی نسبت خدا کی طرف کی۔

(۸) سیدنا محمد بن طاہر فرماتے ہیں کہ مولانا محمد بن اسماعیل خاتم الرسل ہیں جن پر شریعتیں منتہی اور ختم ہوئیں۔ یہی نہیں بلکہ چند سطروں کے بعد آپ کا یہ ارشاد ہے کہ مولانا محمد بن اسماعیل نہ متم ہیں نہ رسول بلکہ آپ رتبۂ وحدت میں منفرد ہیں۔

مستشرق "ایوانو" نے سیدنا ادریس کا اوپر کا متضاد بیان (وقام اسماعیل بن جعفر سے لے کر وطرد ابایزید من المصلی تک) اپنی کتاب میں نقل کر کے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اس بیان میں فقرہ "ولیس ھو بمتم ولا برسول" کے انگریزی ترجمہ پر حسب ذیل نوٹ لکھا ہے۔ (۱)

1. He (i. e. Muhammad b. Ismail) was named the Seventh Notiq, because he rose to preach by the command of God. He is neither the revealer of the final religion (mutimm), nor the Apostle of God (rasul). (Here ends the text) from here note No.2 begins (See next page No.2)

سیدنا ادریس نے اپنی ایک دوسری تصنیف "عاصمة نفوس المهتدين وقاصمة ظهور المعتدين" میں جو "بعث الله محمد بن اسماعيل وهو

2. Obiously a concession to the all Islamic dogma of the Prophet Muhammad being the last and final one. If the latter is also a Natiq. in fact the Sixth Natiq, then the Seventh also should be a Rasul or Apostle. And just a few lines above it was solemnly stated that he was revealer of ash - shariatu'l - makhtuma. [See below]

فكان محمد بن اسماعيل متم الدور وخاتم الرسل المنتهية اليه غاية الشرائع المختومة

Sayyid - na Idris obviously tries here, as on many other occasions, to avoid falling between two stools, without any convincing result. This is one of the examples of that maystic vision, in which two contradictory statements are both admitted as true at one and the same time. In such cases the student is required to possess strong confidence in the honesty of the author to treat his statements seriously, and not simply to take it for ordinary foolishness (Rise of the Fatimids by Ivanow, pp. 244.)

نبی ناطق نسخ شریعۃ محمد و معنی الناطق ھو الناسخ للشریعۃ
کا جواب دیا ہے وہ بھی کافی نہیں ہے - آپ نے صرف اتنا فرمایا ہے ، - الیس

فقام محمد باللسان فظھرت منہ حقائق و معجزات ...... غایۃ الشرائع المختومہ

Compare this account of his activities, and the story found in the Uyunu ' l -- akhbar [" Ismailis and Qarmatians ", 61-67]. There is not the slightest doubt that all this is fiction, bassed solely on the fact of Muhammad b. Ismail ' s being the Seventh Imam, and, therefore, the Seventh Natiq, who had to reveal a new religion, even if he really never did this. Obviously the hypothetical "final" Shariat which the seventh Natiq was excepted to reveal. Further on the author tries to find a way out from an obviously impossible and undesirable situation (Rise of the Fatimids by Ivanow, pp. 242 - 243.

محمد بن عبد اللہ صلعم خاتم النبیین وقال صلعم لا نبی بعدی او هل ظهر بنا شریعة غیر شریعة محمد"۔ اس سے اصل اعتراض اٹھ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس سے مولانا معز کی دعا کی مخالفت لازم آتی ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ معترض ایک زیدی ہے جو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس صلیحی کی چند کتابیں ہیں جس میں اس طرح لکھا ہے۔ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سیدنا صلیحی اور سیدنا حاتم بن ابراہیم بن الحسین الحامدی کی کتابیں پڑھی ہیں تعطیل شرائع کا حوالہ غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) کی تصنیف "المستظہری" میں بھی ہے جو خلیفہ عباسی المستظہر باللہ (۴۸۷-۵۱۲ھ) کے لئے لکھی گئی تھی اس کا جواب "دامغ الباطل" میں سیدنا علی بن محمد الولید (متوفی ۶۱۲ھ) نے یہ دیا ہے کہ ہم تعطیل شریعت کے قائل نہیں ہیں۔ یہ جواب بھی اصل اعتراض سے کوسوں دور ہے بہر حال امام کے ارشاد کے سامنے داعیوں کے اقوال کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ایسے جوابات صرف تقیہ پر محمول کئے جا سکتے ہیں۔ بعض اساتذہ تعطیل کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ باطن سمجھنے کے بعد شریعت کے احکام کی پابندی لوگوں پر آسان ہو جاتی ہے وہ برضا و رغبت ان کی پابندی کرتے ہیں۔ انھیں باعث تکلیف نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ تاویل غلط ہے۔ یہاں تعطیل کے معنی نسخ کے ہیں جیسا کہ مولانا معز کی دعا سے واضح ہے۔ داعی مغیرہ، داعی ابو الخطاب وغیرہ پر بھی یہی الزام لگایا گیا ہے کہ انھوں نے باطن سمجھ کر شریعت کے اعمال معطل یعنی ترک کر دیئے۔ تعطیل، نسخ، ارتفاع وغیرہ جیسے الفاظ پر آئندہ مزید روشنی ڈالی جائے گی۔ اس مسئلے کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے یہی فصل عنوان "قائم کے دور میں فرائض کا تطوعات ہو جانا"۔

غرض کہ مولانا محمد بن اسماعیل اور مولانا محمد القائم بن عبد اللہ المہدی کو رسولوں میں شریک کرنا جن کی رسالت کی گواہی آنحضرت صلعم اپنی اذان میں دیتے تھے۔ اور آنحضرت اور ائمہ اور دیگر مسلمانوں کی اذانوں میں فرق کرنا اور مولانا محمد بن اسماعیل کو حضرت آدم سے ساتواں رسول ماننا جن کے قیام سے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کر دیا۔ یہ ایسے عقائد ہیں جو

اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ ہماری کتابوں کو چھپانے کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ ان میں ایسے عقائد درج ہیں جو بالکل اسلام کے خلاف ہیں۔ ان کی متعدد مثالیں اس تالیف میں ملیں گی۔

ہمارے بزرگ ترین داعیوں نے جو شرح کی ہے وہ دعا کے متن سے بالکل علیحدہ ہے۔ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ مولانا محمد بن اسماعیل کو قائم بالقوہ کہنا اور تعطیل ظاہر شریعت کی تاویل تعطیل اعتقاد ظاہر سے کرنا جس سے باری تعالیٰ کی تعطیل و تشبیہ لازم آتی ہے۔ ہرگز درست نہیں۔ یہ تو صرف ایک قسم کا تقیہ ہے جو ہمارے مخالفین خصوصاً زیدیوں کے حملوں سے بچنے کے لیے اختیار کیا گیا تھا جو یمن میں رہتے تھے کیونکہ یہ لوگ ہم کو اہل تعطیل و اباحت کہتے تھے۔ مولانا معز کی دعا صاف کہہ رہی ہے کہ مولانا محمد بن اسماعیل ساتویں رسول ہیں جن کے قیام سے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کیا جیسا کہ ہر آنے والے نبی نے اپنے پیش رو نبی کی شریعت کے ظاہر کو معطل کیا۔ آپ کی دعا اتنی واضح ہے کہ اس کی شرح کی ضرورت ہی لاحق نہیں ہوتی۔

یہاں ایک اور بات کی طرف توجہ ضروری ہے۔ ہماری دعوت کے اصول سے مستجیب دینی مراتب طے کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ لیلی حجت کے عظیم الشان درجہ کو پہنچتا ہے تو اس پر سے ظاہری تکالیف شرعیہ مرتفع ہو جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے مولا علی بلکہ آنحضرت صلعم کے عہد میں جو حدود لیلی حجتوں کے رتبے پر فائز ہوئے ہوں گے وہ ظاہری تکالیف شرعیہ کے پابند نہ ہوں گے۔ گویا مولانا محمد بن اسماعیل سے بہت پہلے یعنی ابتدائے اسلام سے اس اصول پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اس مسئلہ پر ہم آئندہ مزید روشنی ڈالینگے۔

ان مفصل بیانات سے "آیات بینات" کی تنقید کافور کی طرح اڑ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے صاحب تنقید فاضل ایڈوکیٹ جناب شیخ عبد القیوم صاحب مرحوم کو مجبوراً کہنا پڑا کہ "یہ حرم دعوت کے نوا ہائے راز ہیں۔ ان کا سمجھنا ابو انو (یعنی روسی مستشرق) اور ڈاکٹر صاحب (یعنی راقم الحروف) کے بس کی بات نہیں۔ نہ معلوم کہ فاضل ایڈوکیٹ صاحب خود بھی تعطیل شریعت کا راز

سمجھے یا نہ سمجھے۔ اگر سمجھے ہوتے تو ہم کو بھی سمجھا تے۔ اس موقع پر فانی کا شعر کیا ہی موزوں ہے:-

یہ معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا　　آدمی کا ہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

اوپر کی تنقید دیکھ کر راقم الحروف کو بڑا اطمینان حاصل ہوا۔ اس سے یہ پتہ لگا کہ وہ صرف ایڈوکیٹ صاحب کی نہیں ہے بلکہ جامعہ سیفیہ کے فاضل اساتذہ آپ کے پس پردہ ہیں خود صاحب موصوف نے اعتراف کیا ہے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس میں ان کی بڑی مدد شامل ہے۔ گویا اساتذہ اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی "تاریخ فاطمیین مصر" کے بیانات کی تردید نہ کر سکے (۱)

جماعت سلیمانی کے نسخے میں تحریف

ہمارے سلیمانی بھائیوں کے پاس جو دعاؤں کا نسخہ ہے اس میں "عطلت بقیامہ ظاہر شریعۃ محمد" کی بجائے "عطلت بقیامہ ظاہر الشرائع" ہے لیکن کنز الولد اور زہر المعانی کے مذکورہ بالا حوالوں سے صاف

---

(۱) سنا ہے کہ جامعہ سیفیہ (واقع سورت۔ گجرات) کے ایک تعلیم یافتہ فاضل نے بلدہ حیدر آباد (دکن) میں اپنے وعظ میں کہا کہ "ہمارے پاس مولانا معز کے دست مبارک کا لکھا ہوا ایک خط ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ شریعت معطل نہیں ہوئی"۔ اس قول میں اگر کچھ بھی صداقت ہوتی تو مذکور الصدر داعیوں سیدنا ابراہیم بن الحسین اور سیدنا ادریس اور (مکارم) سیدنا محمد بن طاہر اپنی شرحوں میں اس کا حوالہ دیتے لیکن انھوں نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ تعطیل کو ثابت رکھ کر اس کی تاویل کی کہ اس سے مراد "تعطیل بالقوۃ" ہے نہ کہ تعطیل بالفعل جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ اگر مولانا معز کا کوئی ایسا خط بھی مل جائے تو ایک سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ آپ نے اپنی دعا میں کیوں اس طرح فرمایا ہوگا کہ اے پروردگار تو نے ساتویں رسول (مولانا محمد بن اسمٰعیل) کے ذریعے ظاہر شریعت محمد کو معطل کر دیا۔ ہماری اسماعیلی دعوت کے قواعد کی رو سے امام کا ہر قول صداقت کا حامل ہوتا ہے پچھلا قول اگلے قول کو رد نہیں کر سکتا۔ مخفی مباد کہ تعطیل شریعت کا حوالہ دعا میں ہی جو سچے اور مخلص دل سے نکلتی ہے۔ مولانا معز کا وہ رسالہ جو آپ نے قرمطی کو لکھا ہے اس کے اقتباسات نقل کیے جا چکے ہیں جس میں آپ نے اس کے آباء و اجداد کی مدح سرائی کی ہے جو تعطیل و اباحت کے علمبردار تھے۔

ظاہر ہے کہ اس نسخے میں تعطیل ظاہر شریعت محمدی کے اعتراض کے خوف سے تحریف کردی گئی ہے۔ یہ حضرات مذکور الصدر تصدیق کرنے والے داعیوں کو حق کے داعی مانتے ہیں۔ سیدنا داؤد بن عجب شاہ (متوفی ۹۹۹ھ) تک یہ ہمارے ساتھ تھے۔ سیدنا داؤد بن قطب شاہ (متوفی ۱۰۲۱ھ) سے صدارت کے جھگڑے کی وجہ سے ہم داؤدیوں سے الگ ہوئے۔ اس قسم کی تحریف سے کوئی فائدہ نہیں "شرائع" میں آنحضرت کی شریعت بھی داخل ہو جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ تک کے انبیاء کی شریعتیں تو معطل ہو چکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد بن اسماعیل کے ذریعے سے آنحضرت صلعم کی شریعت کو بھی معطل کیا۔

تعطیل شریعت کا راز کب سے فاش ہوا

غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) کی کتاب "المستظہری" سے جس کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ تعطیل شریعت کا اہم راز پانچویں صدی کے اوائل ہی میں فاش ہو چکا تھا۔ ممکن ہے کہ اس سے بہت پہلے اہل ظاہر اس سے واقف ہو گئے ہوں۔ اس کے بعد سیدنا ادریس (متوفی ۸۷۲ھ) کے بیان کے مطابق حسن بن محمد زیدی نے یہ مسئلہ اٹھایا۔ اس الزام کو رفع کرنے کے لئے ہمیں "کل ذلك بالقوہ ومولانا محمد بن اسماعیل ھو القائم بالقوہ وھو المبین للمعنی وھو ناسخ شریعۃ صاحب الدور السادس ببیان معانیھا واظھار باطنھا" جیسی تاویلیں مجبوراً کرنا پڑیں۔ حالانکہ یہ تاویلیں مولانا معز کی دعا کے خلاف ہیں۔ اس کے علاوہ خود ہر تاویل میں متضاد اور متناقض بیانات ہیں جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ دوسرا مقصد ایسی تاویلیں کرنے کا یہ ہے کہ ابتدائی درجے کے مومنین کا اعتقاد برقرار رہے۔ ورنہ وہ ظاہری اعمال چھوڑ دیتے۔ اس کا ثبوت ہمارے عہد کے طالب علموں سے ملتا ہے جو بغیر سوچے سمجھے ایسی تاویلوں کو مان لیتے ہیں۔ اور دعا اور اس کی شرح کا مقابلہ نہیں کرتے جیسا کہ مستشرق ایوانو نے بتایا ہے[1] اہلِ ظاہر کے اکثر مورخین بھی تعطیلِ شریعت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مصر کا مشہور مورخ

(۱) اس مستشرق کی انگریزی میں تنقید اسی تبصرہ کے ابتدائی حصہ میں گزر چکی ہے۔

مقریزی اس طرح لکھتا ہے۔

مولانا معز کی دعاؤں کا مقابلہ مقریزی کے بیان سے

(الدعوۃ الرابعة) ان عدد الانبیاء الناسخین للشرائع المبدلین لاحکامها سبعة .... وانه لابد عند انقضاء هؤلاء السبعة من استفتاح دور ثان یظهر فیه نبی ینسخ شرع من مضی من قبله وتکون الخلفاء من بعده امورهم تجری کامر من کان قبلهم .... وهکذا حتی یقوم النبی السابع من النطقاء فینسخ جمیع الشرائع التی کانت قبله ویکون صاحب الزمان الاخیر فکان اول هؤلاء الانبیاء النطقاء آدم علیه السلام وکان صاحبه وسوسه ابنه شیث وکان الثانی من الانبیاء النطقاء نوح علیه السلام فانه نطق بشریعة نسخ بها شریعة آدم وکان صاحبه وسوسه ابنه سام .... ثم کان الخامس من الانبیاء النطقاء عیسیٰ بن مریم فانه نطق بشریعة نسخ بها شرائع من کان قبله .... الی ان کان السادس من الانبیاء النطقاء نبینا محمد صلعم وکان صاحبه وسوسه علی بن ابی طالب رض ثم من بعد علی ستة صمتوا علی الشریعة المحمدیه وقاموا بمیراث اسرارها وهم ابنه الحسن ثم ابنه الحسین ثم علی بن الحسین ثم محمد بن علی ثم جعفر بن محمد ثم اسماعیل بن جعفر الصادق وهو آخر الصمت من الائمة المستورین والسابع من النطقاء وهو صاحب الزمان وعند هؤلاء الاسماعیلیة انه محمد بن اسماعیل بن جعفر وانه الذی انتهی الیه علم الاولین وقام بعلم بواطن الامور وکشفها وعلی جمیع الکافة اتباعه والخضوع له .... [1] مولانا معز

---

(۱) مقریزی ۲ / ۲۳۰ - ۲۳۱ -

کی دعا اور مقریزی کے بیان کا اگر مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دونوں لفظ بلفظ آپس میں متفق ہیں۔ ان میں سر مو فرق نہیں۔

اسماعیلیت کی مختصر تعریف

غرض کہ اسماعیلیت کی مختصر تعریف یہ ہے کہ چھٹے ناطق (رسول) یعنے آنحضرت صلعم نے ظاہری شریعت کی تبلیغ کی۔ مولانا علی نے باطنی شریعت کی ابتداء کی جو ساتویں رسول مولانا محمد بن اسماعیل پر تمام ہوئی۔ جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہری شریعت معطل کی۔ اسی وجہ سے آپ سابع المتمین کہلاتے ہیں آپ کے بعد جو ائمہ گزرے اور قیامت کے روز تک گزریں گے وہ سب آپ کے خلفائے راشدین ہیں۔ جیسا کہ مولانا معز اپنی دعائیں فرماتے ہیں اور تاویل یعنے علم باطن ظاہر کر کے تمام دنیا کو اسماعیلی مذہب کا پیرو بنائیں گے چنانچہ سیدنا قاضی نعمان نے مولانا حاکم کے متعلق یہ پیشین گوئی کی تھی اور کافل قضاۃ المسلمین وہادی دعاۃ الموٴمنین سیدنا بدر الجمالی نے مولانا مستنصر کے بارے میں یہ امید ظاہر کی تھی جس کے حوالے گزر چکے ہیں (۱)۔

ہم اسماعیلیوں کے مذہب اور سیاست میں فرق

ہمارے بعض اسماعیلی بھائی کہتے ہیں کہ اگر ہمارے ائمہ ظاہری شریعت کی تعطیل کے قائل ہوتے تو وہ کھلم کھلا اپنے عقیدے کا اعلان کرتے مسجدیں نہ بنواتے جن میں سب سے شاندار مسجد ازھر ابھی تک باقی ہے۔ اس کا جواب ہماری تالیف "تاریخ فاطمین مصر" میں دیا جا چکا ہے۔ اس کی اہمیت کے لحاظ سے ہم یہاں اسے بجنسہ نقل کرتے ہیں:-

"بہر حال امام معز کی دعاؤں اور آپ کے باب الابواب جعفر بن منصور الیمن کی کتابوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگلے اور قدیم اسماعیلیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ امام محمد بن اسماعیل کے عہد سے ظاہری اعمال اٹھ گئے اور

(۱) مقدمہ بعنوان "ایک ضروری اور اہم توضیح"

علم باطن کا دور شروع ہوا۔ چنانچہ بعض قدیم اسماعیلی فرقے مثلاً قرامطہ اور نزاری (خوجے) یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ انھوں نے کھلم کھلا اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا۔ خوجوں کے ہاں مسجدیں نہیں ہوتیں۔ ان کی بجائے جماعت خانے ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ شہر رمضان کے روزے بھی نہیں رکھتے۔ ملاحظہ ہو فصل (۳۱) عنوان "الموت میں اسماعیلیوں کی عید قیام اور حضرت امام کا معنوی خطبہ"۔ امام مہدی اور اس کے جانشینوں نے اس قسم کے عقیدے ظاہر نہیں کیے اس کی وجہ مستشرق اولیری نے یہ بتائی ہے کہ ان حکمرانوں کو بلاد مغرب، مصر اور شام وغیرہ پر مستقل حکومت کرنے کا موقع ملا اور ان ممالک میں اکثریت اہل سنت کی تھی۔ اس لیے انھوں نے صرف ایسے عقیدے ظاہر کیے جو ان کی رعایا کے عقیدوں سے ملتے جلتے تھے بخلاف قرامطہ کے جن میں اکثر فلاحین یعنے کاشتکار تھے۔ ان لوگوں کو مستقل حکومت کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے انھوں نے ایک "کثیف شکل" اختیار کی اور اپنے اصلی عقیدے ظاہر کر دیئے۔ مولانا مہدی اور آپ کے خلفاء نے باطن کی تعلیم تو دی لیکن اس کے ساتھ اس امر پر بھی زور دیا کہ باطن کے ساتھ ظاہر کی بھی ضرورت ہے۔ ظاہری اعمال دور کشف میں قائم القیامہ ہی اٹھائیں گے جو قیامت کے روز ظاہر ہوں گے۔ یہی تعلیم قاضی نعمان بن محمد اور دوسرے دائیوں مثلاً حمید الدین کرمانی، مؤید شیرازی اور ناصر خسرو وغیرہ کی ہے۔ بلکہ سیدنا حمید الدین یہ فرماتے ہیں کہ دور کشف میں بھی اعمال مرتفع نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اعمال ہی ایک وسیلہ ہیں جن سے نفس انسانی کمال کو پہنچتا ہے[1]۔ اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ تعطیل شریعت باطنی تعلیم کا اہم راز ہے۔ اسماعیلیوں میں بھی باطن کی تعلیم ہر کس و ناکس کو نہیں دی جاتی تھی۔ بلکہ اس میں سننے والے کی استعداد اور وقت کے مقتضاء کا بڑا لحاظ کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ "دعوتوں کی مجلسوں اور ان کے طریقوں" میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

(۱) مقدمہ عنوان "اختلاف تعلیم کی چار اہم مثالیں" نمبر (۱)

یہ مجلسیں صرف قصر ہی میں پوشیدہ مقام پر ہوا کرتی تھیں اسماعیلیوں کے مبتدی صرف ظاہر کی تعلیم سے مستفید ہو سکتے تھے۔

"تاریخ فاطمیین مصر" میں ایک اور بیان ہے جو اس موضوع پر زیادہ روشنی ڈالے گا۔ اسے بھی ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

باغیوں کے قتل کا نتیجہ، دولتِ فاطمیہ کے مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں

باغیوں کے قتل کے بعد مولانا مہدی نے مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور احکام جاری کئے کہ کسی کو اسماعیلیت پر مجبور نہ کیا جائے۔ ہر شخص کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی حاصل ہے۔ اس اعلان کا سبب شاید یہ ہو کہ دولتِ فاطمیہ کی بنیاد ہی مذہب پر تھی اور اس کا تعلق فرقہ اسماعیلیہ سے تھا جس کی تعلیم تاویل یعنی باطنی شریعت پر مبنی تھی جیسا کہ ہم فصل (۳۵) اسماعیلی عقائد میں بیان کریں گے۔ لیکن داعی ابو عبد اللہ (شیعی) کے قتل کے بعد جب مولانا مہدی تختِ حکومت پر متمکن ہوئے تو آپ نے یہ محسوس کیا ہوگا کہ بلادِ مغرب کے اکثر باشندے سنّی المذہب ہیں۔ یہ لوگ ایک جدید منظم حکومت کے خواہاں تو ہیں تاکہ خلافتِ عباسیہ کی کمزوری کی وجہ سے جو بدنظمیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ دور ہو جائیں لیکن آپ کے اور ان کے مذہبی اصول میں بڑا اختلاف ہے۔ اگر ان پر مذہبی حیثیت سے جبر و تشدد کیا جائے تو وہ آپ کی اطاعت سے منحرف ہو جائیں گے۔ اور مغرب کے جو شہر اب تک فتح ہوئے ہیں آپ کے قبضہ سے نکل جائیں گے۔ اس لئے شاید آپ نے اپنی حکمتِ عملی بدلی اور مذہب کو زیادہ اہمیت نہ دی صرف اپنا شیعی ہونا ظاہر کیا تاکہ لوگ آپ کی امامت تسلیم کریں۔ اس زمانے سے دولتِ فاطمیہ کا مذہبی دور سیاسی دور میں بدل گیا۔ جو لوگ ہمت کر کے صرف باطنی شریعت پر عمل کرنے لگے ان کو سخت سزائیں دی گئیں۔ چنانچہ قاضی القضاۃ نعمان بن محمد نے لکھا ہے کہ داعی ابو عبد اللہ شیعی کے چند اتباع نے شریعت کے باطن کو سمجھ کر ظاہری اعمال چھوڑ دئے اور محرمات پر مرتکب ہونے کی کوشش کی۔ ایسے لوگوں کو مہدی نے سخت سزائیں دیں۔ بعض کو قید اور بعض کو قتل کیا۔ یہاں اس بات کی طرف بھی توجہ ضروری ہے

کہ دولت فاطمیہ کے ممالک میں ابتداء سے لے کر انتہا تک اسماعیلی مذہب کسی زمانہ میں بھی عام نہیں ہوا۔ کیونکہ اسماعیلیوں کی انجمن جیسے وہ "دعوت" کہتے ہیں ایک مخفی چیز ہے۔ پوشیدگی اور رازداری اس کی فطرت میں داخل ہے۔ اس کے اسرار ہر کس و ناکس کو نہیں بتائے جا سکتے۔ اسماعیلیوں کو بھی تاویل کا علم بغیر سخت عہد و پیمان کے نہیں پڑھایا جاتا۔ علم حقیقت کے درجے کو تو بہت کم افراد پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ ہم تاویل و حقیقت کی آئندہ فصلوں میں بیان کریں گے۔ عام رعایا مذہب کی حقیقت سے بہت کم واقف تھی۔ شاید اسی وجہ سے ہماری دعوت کے مصر سے یمن میں منتقل ہونے کے بعد اسماعیلیت مصر میں بہت جلد مفقود ہو گئی۔ حالانکہ تقریباً دو سو سال قاہرہ ہمارا پایہ تخت رہا۔(۱)

ہمارے زمانہ حال کے اسماعیلی بھائیوں میں بھی مذہب کی حقیقت جاننے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ اس قلت کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہماری دعوت کی کتابیں عربی زبان میں ہیں۔ دوسری یہ کہ ان کے پڑھنے کی اجازت بڑی مشکل سے ملتی ہے۔ ہمارے خزانوں میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی ملے جو کتابت کی غلطیوں سے مبرا ہو۔

اس سلسلے میں حکمران بنی امیہ کی روشن ترین مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ انھوں نے اپنی حکومت کو قائم اور سلطنت کو برقرار رکھنے کے لئے مسجدیں بنوائیں اور خود بھی بعض اوقات ان میں حاضر ہوا کرتے تھے حالانکہ ہم انھیں مسلمان نہیں سمجھتے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ صرف ظاہر داری تھی۔ حکومت اور سلطنت کو حاصل کرنے کے لئے انسان کیا نہیں کرتا۔

ہم اس سے پہلے کئی دفعہ توجہ دلا چکے ہیں کہ ہم نے اپنے اصلی عقائد کو اپنی دعوت کے اندرونی حلقے تک محدود رکھا۔ عام رعایا پر ظاہر ہونے نہ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری حکومت تقریباً پونے تین سو سال رہی۔ ہم کو بغداد کے بنو عباس اور اندلس کے بنی امیہ کا مقابلہ کرنا تھا جو ہمارے ہم عصر

---

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۰ "باغیوں کے قتل کا نتیجہ")

تھے۔ بخلاف قرامطہ کے جنھوں نے تعطیل ظاہر شریعت کا اہم راز ظاہر کر دیا جس کے باعث ان کی جماعت کا شیرازہ بکھر گیا اور وہ جلد صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ ہمارے زمانے میں بھی ہمارے اسمٰعیلی بھائیوں کی ایک جماعت جو خوجوں کے نام سے مشہور ہے یہ کہتی ہے کہ نجات کے لئے امام کی معرفت اور محبّت کافی ہے۔ اعمال کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے یہ لوگ مسجدیں نہیں بنواتے ان کے ہاں جماعت خانے ہوتے ہیں۔ ان کے امام کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے شریعت کی پابندی کو اٹھا سکتا ہے اور جب چاہے پھر جاری کر سکتا ہے۔ یہ عقیدہ اُن کے امام "حسن علی ذکرہ السلام" متوفی ۵۶۱ھ کے معنوی خطبے سے ظاہر ہے۔ جسے ہم نے اپنی تالیف تاریخ فاطمیین مصر" میں نقل کیا ہے

تعطیل شریعت کے دیگر حوالے

مولانا محمد بن اسمٰعیل کے ساتویں ناطق (رسول) اور مہدی ہونے اور آپ کے عہد میں ظاہری شریعت کے معطل ہونے کی تائید میں اب ہم اور دوسرے حوالے پیش کرتے ہیں:۔

مولانا معز کی دعا کی تائید میں آپ کے باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن اپنی اکثر تصنیفوں میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۱) چھ اماموں پر ہی اقتصار اور ساتویں امام سے شریعت کی تبدیلی

واما ما نصته التوراة ان طول السفينة ثلاث مائة ذراع فاشار ان دعوة الائمة لا تنقطع الا بعد ثلاثين اماما منهم خمسة عشر قائمين بظاهرها وخمسة عشر داعين الى باطنها ويبشرون الخلق بمن ياتى بنسخها واظهار شريعة غيرها وانما اقتصرنا على ستة ائمة وان السابع هو القائم بتبديل الشريعة لمن

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۳۱۔ اعمال شریعت کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ)

عرف ذلك وعقله[1] فاذا ظهر السابع وجب عليهم طاعته وترك الأمر الأول الذى قامت الشريعة به[2]۔

ترجمہ:۔ جس واقعہ کی نص صریح تورات میں موجود ہے یہ ہے کہ سفینے کا طول تین سو ذراع۔ اور عرض ساٹھ ذراع ہے۔ اس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ اماموں کی دعوت تیس اماموں کے بعد منقطع ہو گی جن میں سے پندرہ ظاہری دعوت اور پندرہ باطنی دعوت کا کام انجام دیں گے۔ یہ لوگ اس امام کی خوش خبری دیں گے جو ایک شریعت کو نسخ کر کے دوسری شریعت لائیں گے۔ ہم نے تو صرف چھ اماموں پر ہی اقتصار کیا ہے اور بیشک ساتواں ہی وہ امام ہے جو "مبدل شریعت" ہے یعنے تبدیل شریعت کا کام انجام دینے والا ہے۔ (یہ بات) اس شخص کے لئے ہے جو سمجھتا اور عقل رکھتا ہے۔ جب ساتواں ناطق ظاہر ہوتا ہے تو اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے اور "امر اول" جس سے شریعت قائم تھی متروک ہو جاتا ہے۔

تبصرہ

ملحوظ خاطر رہے کہ بیان مذکورۂ بالا میں لفظ تبدیل نسخ کا مترادف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں تیس امام ہوئے لیکن ہم نے صرف چھ اماموں پر اقتصار کیا۔ ساتواں امام ہی مبدل شریعت ہے۔ یہ راز عارف و عاقل ہی سمجھ سکتا ہے۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے اس مقام پر "انما" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی حصر کے ہیں۔
موسیٰ کے دور میں تیس ہی اماموں کی تخصیص کی کیا وجہ؟ حالانکہ آپ کا

(۱) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۹۵)
(۲) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۰۷)

دور تقریباً دو ہزار سال رہا جس میں تقریباً دو سو مستقر امام گزرے ہوں گے
اب تک تو ہم دن اور رات کی تاویل امام اور حجت سے کرتے آئے یہاں
ہم نے سفینہ کے تین سو ذراع کی تاویل صرف تیس اماموں سے کی ہے
جو کسی طرح معقول نہیں ہو سکتی۔ بہر حال اپنے مفید جو بات ذہن میں آئی
اسے ہم نے رمزِ الٰہی سمجھ لیا۔* سفینے کے طول وعرض کی کیا تاویل ہے؟

(۲) مولانا محمد بن اسماعیل سے آنحضرت کے جسمانی امر کا اختتام اور روحانی دور کی ابتدا

فازرعوها ست سنين
وذروها في السنة السابعة
.... عني به ان الستة
القائمين بعدا ي هم كالموالي
والائمة لهم كالعبيد فاذا ظهر السابع وجب عليهم طاعته
وترك الامر الاول الذي قامت الشريعة به ....
عني موسى بقوله اذا تمت الدعوة الروحانية بالآباء الستة
المختلفين وهم الذين عناهم انهم يزرعون فيها ....
كما قلنا اذا مات لكم ميت فاستروا رؤسكم سبعة ايام
بلياليها ففعلوا المثل وتركوا الممثول .... ولم يعلموا
ان ما اشار اليهم بانه اذا تم لمحمد بن اسماعيل سبعة ائمة
وثمان خلفاء فعليكم ستر رياستكم فان الرياسة اليهم
تصير فالسبعة الايام هم الائمة والليالي الثمانية هم الخلفاء
الثمانية وهم الذين نطق بهم الكتاب في قصة هود بانه سخرها
عليهم سبع ليالي وثمانية ايام حسوما وكذلك بعد تمام
هؤلاء السبعة الائمة والخلفاء الثمانية يتم امر محمد الجسماني
وينفتح الدور الروحاني (۱)

ترجمہ:- چھ سال زراعت کرو اور ساتویں سال چھوڑ دو ....

(۱) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۹۵-۱۰۵)
* عرض = پچاس ذراع - ارتفاع = تیس ذراع (توراۃ) اس کی تاویل کیوں چھوڑ دی گئی؟

مراد آپ (یعنی موسیٰ) کی یہ ہے کہ میرے بعد جو چھ امام ہوں گے وہ لوگوں
کے سردار ہوں گے اور لوگ ان کے غلام۔ جب ساتواں ظاہر ہوگا
تو اس کی اطاعت ان پر واجب ہوگی۔ اور امر اول جس سے شریعت
تھی چھوڑ دیا جائے گا۔............ مراد موسیٰ کی یہ ہے کہ جب
چھ مختلف آباء (یعنے بزرگوں) سے روحانی دعوت ختم ہو جائے گی
اور وہ ایسے امام ہیں جو زراعت کریں گے .... جیسا کہ
ہم نے کہا کہ جب کوئی مرجائے تو تم اپنے سروں کو سات دن اور
سات راتوں تک ڈھانپو۔ لوگوں نے اس پر عمل کیا اور رسول کو چھوڑ
دیا............ اور اس بات کو نہ جانا کہ جب محمد بن اسماعیل پر سات
ائمہ اور آٹھ خلفا ختم ہو جائیں گے تو اپنی ریاست کو چھپانا چاہیئے
کیونکہ وہ ریاست کے مالک ہیں۔ سات دن سے مراد ائمہ اور آٹھ
راتوں سے مراد ان کے خلفاء ہیں۔ اور قصۂ یہود میں انہی کا ذکر ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس (ہوا) کو سات رات اور
آٹھ دن ان پر مسلط رکھا............ اور اسی طرح سے سات
ائمہ اور آٹھ خلفاء کے ختم ہونے کے بعد محمد صلعم کا امر جسمانی ختم
ہو جائے گا دور روحانی شروع ہوگا۔

(۳) مولانا محمد بن اسماعیل کا "القائم" ہونا

حتیٰ تکاملت ایام محنتھم نقام القائم وھو محمد بن اسماعیل
فخرج یطلب دار ھجرتہ و نحن نأتی بخبرہ فی موضعہ انشاء اللہ
تعالیٰ (۱)۔

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ ان کے محنت کے دن پورے ہو گئے۔ پس "قائم"
اٹھے اور وہ محمد بن اسماعیل ہیں۔ آپ دار ہجرت طلب کرنے کے لئے
نکلے۔ اور ہم آپ کی اخبار مناسب موقع پر انشاء اللہ بیان کریں گے۔

(۱) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۵۲)

تبصرہ

اوپر کے تین بیانوں میں مولانا محمد بن اسماعیل کے نام کی تصریح ہے۔ اس میں خلفاء سے مراد حجتوں کی ہے۔ کیونکہ ہماری تاویل میں دن کے ممثول امام اور رات کے ممثول حجت ہیں۔ سات دن اور آٹھ راتوں سے مراد مولانا محمد بن اسماعیل تک سات اماموں اور آٹھ حجتوں کی ہے۔ اس بیان سے سیدنا موصوف کا مقصد یہ ہے کہ دور محمدی میں جو واقعات ہوں گے۔ ان پر اگلے ادوار میں تنبیہ کی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سات ائمہ اور آٹھ خلفاء کے بعد محمد (یعنی رسول اللہ صلعم) کا دورِ جسمانی ختم ہو جائے گا اور دورِ روحانی شروع ہوگا۔

(۴۲) مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد سے باطن کا ظاہر ہونا اور ظاہر کا ترک کیا جانا

ولقد آتیناك سبعا من المثانی والقرآن العظیم فکانت المثانی سبعة سبعة فکان الدور الاول من المثانی للمتممین لتمام العدد بالسابع محمد بن اسماعیل وذلك قوله فی قصة یوسف ودور ابراهیم تزرعون سبع سنین دأبا الی آخر الآیة۔ وکان الحصاد لجمیع علوم الائمة للسابع وهو ان نطقهم ظاهر لباطنه کما اخذ الحبّ من الزرع وحصدت واستخرج باطنها وهی الحبّ وری ظاهرها وهو التبن طعاما للبهائم فصار ظاهرهم فهم لشیعتهم وباطن علم التحقیق للمحق العارف بحقائقهم۔(۱)

ترجمہ:۔ اور اے پیغمبر ہم نے تم کو (سورۂ فاتحہ کی) سات آیتیں جو نماز کی ہر رکعت میں مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم عطا فرمایا مثانی

(۱) الفترات والقرانات لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۴۴)

سات سات ہیں ان کا پہلا دور ائمہ متمین کا ہے کیونکہ ساتویں امام محمد بن اسمٰعیل پر ساتواں عدد ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کے جو یوسف کے قصے میں ابراہیم کے دور سے تعلق ہے فرماتا ہے کہ تم لوگ بدستور سات سال کاشتکاری کرتے رہو گے۔ اور ائمہ کے تمام علوم کے کاٹنے (یعنے ان کا نتیجہ نکالنے) کا کام ساتویں امام کا ہے۔ کیونکہ ان کا ظاہری نطق باطن پر مشتمل ہے جس طرح کھیتی سے دانے نکال لئے جاتے ہیں اور گھاس چوپایوں کے لئے پھینک دی جاتی ہے جو ان کا چارہ ہے۔ اسی طرح معرفت کی تاویل اماموں کے شیعوں کے لئے کی جاتی ہے۔ اور علم تحقیق کا باطن اہل معرفت و استحقاق کو بتایا جاتا ہے۔

تبصرہ

اس بیان میں بھی مولانا محمد بن اسمٰعیل کا نام صراحت سے لیا گیا ہے گویا چھ امام جو آپ سے پہلے گزرے بدستور علوم کی زراعت کرتے رہے۔ آپ نے ان کا ثمرہ حاصل کیا۔ اور ظاہر کو جس کی تشبیہ گھاس سے دی گئی ہے چوپایوں یعنے اہل ظاہر کے روبرو پھینک دی۔ دوسرا غور طلب امر اس بیان میں یہ ہے کہ شیعوں کو بھی تمام مذہبی اسرار نہیں بتائے گئے۔ ان میں سے بعض کو تاویل اور بعض کو حقیقت سے آگاہ کیا گیا جیسا کہ تاویل اور حقیقت کے لفظوں سے ظاہر ہے۔ اس قسم کی تعلیم سے ہم اسماعیلیوں کو سیاست کا موقع ملا اور یہی ہماری کامیابی کا اہم راز ہے۔

(۵) ساتویں ناطق جہنم کے محمول ہیں	والناطق ھو مقیم التسعہ عشر ھذا المذکورۃ فی القرآن

بالاشارۃ وانھم ملائکۃ وانھم زبانیۃ جھنم ای ملائکھا فجھنم علی الناطق وھو المھدی صلعم والتسعۃ عشر ملکا ھم حدودہ

الذین ملکوا الزمة دعوته الباطنة وانزالوا الظاهر والعمل به وجعلوه هباءً منثوراً ـ (۱)

ترجمہ :- اور (ساتویں) ناطق انہیں حدود کو قائم کرنے والے ہیں۔ جن کا اشارے کے طور پر قرآن میں ذکر ہے۔ وہ بے شک ملائکہ اور جہنم کے زبانیہ یعنے اس کے فرشتے ہیں۔ جہنم کے ممثول ساتویں ناطق ہیں۔ اور آپ مہدی ہیں اور انہیں فرشتے آپ کے حدود میں جنھوں نے باطنی دعوت پر قابو پالیا۔ اور ظاہر اور عمل بالظاہر کو زائل کر کے بکھری ہوئی دھول کی طرح رائگاں کر دیا۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے :- "اور متوجہ ہوں گے ہم ان کے عمل کی طرف اور اسے بکھرا ہوئی دھول کی طرح رائگاں کر دیں گے"۔

تبصرہ

عبارتِ مذکورۂ بالا میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس سے سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے فائدہ اٹھا کر اللہ اور اس کے انہیں فرشتوں کی تشبیہ ساتویں ناطق اور ان کے حدود سے دی ہے۔ مہدی اور ساتویں ناطق ایک ہی قرار دیئے گئے ہیں۔ یعنے جب آپ اور آپ کے انہیں حدود کو دعوت باطن پر پورا اقتدار حاصل ہو گیا تو آپ کے انہیں حدود نے ظاہر اور عمل بالظاہر کو زائل کر کے اُسے بکھری ہوئی دھول کی طرح رائگاں کر دیا۔ مہدی سے مراد ناطق سابع ہیں جو مولانا معز کی دعاؤں کے مطابق مولانا محمد بن اسماعیل ہیں۔ کیا ساتویں ناطق کو جہنم اور آپ کے حدود کو جہنم کے فرشتوں سے تشبیہ دینے سے اس بات پر زور دیتا ہے کہ ظاہر آگ میں جل کر خاک ہو گیا۔ اب وہ کسی طرح زندہ نہیں ہو سکتا۔

(۱) تاویل الزکوۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۹)

(۶) مولانا محمد بن اسماعیل کا دور مصطفیٰ صلعم کو پورا کرنا

وسابع النطقاء هو متمم دور المصطفیٰ[1]

یعنے ساتویں ناطق ہی آنحضرت صلعم کے دور کو پورا کرنے والے ہیں۔

(۷) مولانا قائم محمد بن اسماعیل اور آپ کے خلفاء سے ساتویں دور کی ابتداء

انا نقول ان الادوار ستة اولها دور آدم......... والدور السادس دور محمد واساسه امیر المومنین وستة ائمة اولهم الحسن والحسین وعلی ومحمد وجعفر واسماعیل والدور السابع دور القائم محمد بن اسماعیل وخلفائه سابعهم المهدی الذی یختم به الدنیا وتنفتح الآخرة۔[2]

ترجمہ:۔ بے شک ہم کہتے ہیں کہ ادوار سات ہیں۔ پہلا آدم کا دور....... اور چھٹا محمد آپ کے اساس امیر المومنین اور چھ اماموں کا جن کے اول حسن، حسین، علی، محمد، جعفر اور اسماعیل ہیں۔ اور ساتواں دور قائم محمد بن اسماعیل اور آپ کے خلفاء کا ہے جن کا ساتواں مہدی ہوگا۔ جس کی وجہ سے دنیا کی ابتدا اور آخرت کی انتہا ہوگی۔

(۸) مولانا محمد بن اسماعیل کا ساتواں ناطق ہونا۔

هذه البیوت انما هی النطقاء الذین ینطقون بالتنزیل والشرائع فهم آدم ونوح وابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ومحمد وهو احمد ومحمد المهدی الناطق السابع فهم بیوت وحی الله

ترجمہ:۔ یہ گھر ہی وہ نطقاء ہیں جو تنزیل اور شرائع بیان کرتے ہیں یعنے آ

(۱) کتاب الفترات والقرانات صفحہ ۳۔ (۲) کتاب الادلة والشهود لابی القاسم جعفر بن الحسین الفرح بن حوشب منصور الیمن فی آخر کتاب الفرائض وحدود الدین لسیدنا جعفر بن منصور الیمن۔
(۳) کتاب الکشف صفحہ ۵۲۔ (یہ کتاب اب طبع ہوگئی ہے)۔

ہیں۔ وہ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد جو احمد ہیں اور محمد مہدی جو ساتویں ناطق ہیں۔ یہ سب خدا کی وحی کے گھر ہیں جن میں وحی اترتی ہے۔

تبصرہ

وحی (بالمعنی الاخص) تو آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اس لئے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ محمد مہدی پر جو ساتویں ناطق ہیں۔ وحی اترنے کے کیا معنی۔ اس کی تفصیل کیلئے فصل (۵) ملاحظہ فرمائیے جو گزر چکی

(۹) دو ناطقوں کے درمیان سات اماموں کا ہونا۔

المهدی هو یوم الفصل وهو الاجل المسمیٰ وهو الساعة التی قال الله تعر "ثقلت فی السموات والارض لا تأتیکم الا بغتة" فمن دعی الی المهدی السابع الناطق ولم یجب کان سبیله کمن دعی الی محمد ولم یجبه لان محمدا بشر به کما بشر عیسیٰ بمحمد والاسباب متصلة الی المهدی سابع النطقاء وبین الناطق الی الناطق سبعة ائمة (۱)

ترجمہ:- مہدی یوم فصل اور اجل معین ہیں اور آپ ہی وہ ساعت ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں ثقیل ہے نہیں آئے گی مگر یکبیک پس جو شخص ساتویں ناطق مہدی کی طرف بلایا جائے اور جواب نہ دے وہ اس شخص کے مانند ہے جو آنحضرت صلعم کی طرف بلایا جائے اور جواب نہ دے۔ کیونکہ محمد نے مہدی کی خوشخبری دی ہے جس طرح عیسیٰ نے محمد کی خوشخبری دی تھی۔ اسباب سابع النطقاء مہدی سے متصل ہیں اور ایک ناطق اور دوسرے ناطق کے درمیان سات امام ہوتے ہیں۔

(۱) کتاب الکشف۔ صفحہ ۵۲۔ (یہ کتاب اب طبع ہو گئی ہے)

تبصرہ

اس بیان میں بھی نمبر (۱) کے مطابق یہ کہا گیا ہے کہ دو ناطقوں کے درمیان سات امام ہوتے ہیں۔ اور ساتواں امام ناطق سابع ہوتا ہے۔

(۱۰) ناطق کے بعد پہلے اسبوع کے ساتویں امام میں ناطق ہونے کی صلاحیت

قد ذکرنا انہ یقوم بعد کل ناطق فی دورہ لاشریعتہ ائمۃ اسابیع ینتھی الفضل الی السابع ویسمی السادس دونہ متمایتم دونہ البیان ولا یکون منہ ھو بیان ثم یأتی السابع بالبیان ویظھر فیہ قوۃ التائید فان تھیا ان یکون رسولاً کان وان تم دور الناطق قبلہ کان ناطقاً وان لم یتھیا دار بعدہ اسبوع کذلک حتی یتھیأ ذالک وان اللہ ختم الرسالۃ والنبوۃ بمحمد صلعم وابقی الائمۃ فی عقبہ .... یجرون (ای الائمۃ) کذلک فی دور محمد کما جری لکل ناطق فی دورہ الا انہ لا رسول منھم ولا نبی لما ختم اللہ النبوۃ بمحمد تفضیلاً من دون ان ینسخ شریعتہ بشریعتہ ورسالتہ برسول (۱)

ترجمہ :- ہم نے بیان کیا ہے کہ ہر ناطق کے دور میں اماموں کے "اسابیع" ہونگے جو اس کی شریعت کو قائم کریں گے۔ ان میں کا چھٹا "متم" ہوگا جو صاحب البیان نہ ہوگا۔ اس کے بعد ساتواں امام صاحب البیان ہوگا جس کو فضیلت اور تائید حاصل ہوگی۔ اگر اس ساتویں امام کے زمانے میں کسی رسول کا امکان ہو تو یہ رسول ہوگا۔ یعنے اگر پہلے ناطق کا دور ختم ہونے والا ہو تو یہ ساتواں امام ناطق ہوگا۔ عدم امکان کی صورت میں اماموں کا دوسرا "اسبوع" جاری ہوگا۔ یہاں تک کہ

(۱) اساس التاویل فی ابتدا ذکر محمد صلعم۔

دوسرے ناطق کے ظہور کا موقع آئے۔ بیشک اللہ تعم نے رسالت اور نبوت آنحضرت صلعم پر ختم کردی ہے اور امامت آپ کی ذریت میں باقی رکھی ہے .... ائمہ یکے بعد دیگرے دور محمدی میں جاری رہیں گے جس طرح ہر ناطق کے دور میں جاری رہے۔ لیکن ان میں نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی کیونکہ اللہ تعم نے آنحضرت کی فضیلت کی وجہ سے آپ پر نبوت ختم کردی ہے تاکہ آپ کی شریعت اور رسالت کو کوئی شریعت اور رسالت منسوخ نہ کرے۔

تبصرہ

اوپر کا اقتباس "اساس التاویل" سے لیا گیا ہے جس کے مصنف مولانا معز کے قاضی القضاۃ اور داعی الدعاۃ سیدنا قاضی نعمان بن محمد ہیں۔ آپ نے باوجود اسرار کے بیان کرنے میں شدت احتیاط کے جو آپ کے بیان کی خصوصیت ہے[1]۔ اسماعیلی مذہب کا اصول بتا دیا ہے کہ اگر کسی ناطق کا دور ختم ہونے والا ہو تو اس ناطق کے پہلے اسبوع کا ساتواں امام ناطق (یعنے رسول) ہوگا۔ لیکن تقیہ کے طور پر اس نظریے میں کچھ اصلاح کرکے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کے دور کے اماموں میں کوئی امام ناطق (یعنے رسول) نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعم نے آپ پر نبوت اور رسالت ختم کردی ہے۔ سیدنا کا اس طرح کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ آپ نے ائمہ مستورین کے نسب کے متعلق بھی ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

ولم یکن یمنعنی من ذکرہم
الا احتفاظی بمصون سرہم[2]

مولانا محمد بن اسمٰعیل کا ناطق ہونا ایک بڑا راز ہے جو ہر کتاب میں نہیں

(۱) چنانچہ "اساس التاویل" میں حضرت آدم کے قصے میں آپ نے مستقر اماموں کا سلسلہ نہیں بتایا ہے۔
(۲) الارجوزۃ المختارہ ص ۷۰

بتایا جا سکتا اور ہر مستجیب اس سے واقف نہیں ہو سکتا۔ ایسے راز تو صرف اندرونی حلقوں کے لئے مخصوص ہیں۔ جن کے افراد دعوت کے انتہائی درجے پر فائز ہو چکے ہیں۔ اس لئے سیدنا نے تقیہ کے طور پر اہل ظاہر کے عقیدے کے مطابق بیان کیا ہے۔ ورنہ ہماری تمام کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ مولانا قائم کے زمانے میں آنحضرت کی شریعت بھی مرتفع ہو جائے گی۔ حالانکہ مولانا قائم آنحضرت کی نسل سے ہیں۔

بہر حال مولانا معز کا ارشاد یہ ہے کہ مولانا محمد بن اسماعیل ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے محمدی شریعت کے ظاہر کو معطل کر دیا۔ اس کی تائید باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے متعدد اقوال سے گزر چکی ہے۔ اس کے مقابلے میں آپ کے داعی سیدنا قاضی نعمان کا یہ قول کہ آنحضرت کے دور میں کوئی امام نہ رسول ہو سکتا ہے نہ نبی جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بجز اس کے کہ یہ تقیہ پر محمول کیا جائے۔ اس کے بعد آپ کا بیان جو معراج سے متعلق ہے اور جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ چھٹا امام آپ کے دور کو پورا کرنے والا اور ساتواں امام انتہائی فضیلت والا ہے※۔ آپ کے اس بیان کی تردید کے لئے کافی ہے۔ گویا چھٹے امام مولانا اسماعیل نے آنحضرت صلعم کے دور کو پورا کیا اور ساتویں امام مولانا محمد بن اسماعیل ہیں جو مولانا معز کی دعا کے مطابق ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں نیا دور شروع ہو گیا۔ حالانکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم اہل اتفاق ہیں۔

سیدنا قاضی نعمان کتاب الھمہ میں ایک مقام پر اپنے داعی کو ہدایت کرتے ہیں کہ اگر مناظرہ میں تم مغلوب ہو جاؤ تو یہ کہہ دو کہ اس مسئلہ میں باطن ہے ہم اسے نہیں بتا سکتے۔ (۱)

※ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الیٰ	(۱) معراج کی رات کو آنحضرت صلعم کا اپنے دور کے چھ ممثول کے حدود پر واقف کیا جانا۔

(۱) مقدمہ (عنوان اختلاف رفع کرنے میں ہمارے جوابات)
※ اس کا حوالہ بھی اس کے بعد نمبر (۱۲) میں آئے گا۔

المسجد الاقصیٰ)........... ای ارقی محمد وسیرہ فی علم الباطن مابینہ وبین المتم من دورہ وھو سادس الائمہ والسابع بعدہ ھو الذی ینتھی الفضل الیہ.......... ومعنی ذلک انہ ارقاہ فی العلم الی مابینہ وبین متم دورہ مایکون فیھم ومایجری علیہ امورھم وکیف یکون حدودہ(۱)........ المراد بالمتم اسماعیل بن جعفر(۲)۔

(۱۲) ساتویں ناطق کا صاحب ظہور اور خاتم اعصار ہونا۔

فلدین اللہ متصل من آدم .... حتی یکمل اللہ دینہ وامرہ بالناطق السابع المھدی والیہ دعت الدعاۃ والی معرفتہ تدابت الرسل وھو صاحب اظھار الامر کلہ ولاشیئ اکبر منہ ولامثلہ والناطق السابع صاحب الظھور وکشف المستور وخاتم الاعصار والازمنہ والدھور(۳)۔

ترجمہ :۔ اللہ کا دین آدم سے متصل ہے.......... یہاں تک کہ وہ اپنا دین وامر ساتویں ناطق مہدی کے ذریعے مکمل کرے۔ تمام داعیوں نے اسی کی طرف دعوت دی ہے۔ اور اسی کی معرفت کی ترغیب دلائی ہے وہی صاحب اظہار امر ہیں۔ کوئی چیز ان سے بڑی نہیں اور نہ کوئی چیز ان کے مانند ہے۔ ناطق سابع صاحب ظہور ہیں اور پوشیدہ راز کو کھولنے والے ہیں اور تمام زمانوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

(۱۳) فاذا ظھر السابع وجب علیھم طاعتہ وترک الامر الاول الذی قامت الشریعۃ بہ........ اس کا حوالہ نمبر (۱) میں گزر چکا ہے

(۱۴) متمین کے بعد خلفاء کا قائم کی دعوت قائم کرنا

واعادۃ التکبیر مرتین بعد ذلک (ای بعد حی علی خیر العمل) مثل علی

(۱) اساس التاویل (ذکر محمد صلعم) (۲) التعلیقات علی اساس التاویل لسیدی امین جی بن جلال۔ (۳) کتاب الکشف لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۵۳-۱۵۶)

انه عند انقضاء امر المتمين من الائمه يقوم الخلفاء بدعوة القائم بتائيد الاصلين ثم يقول مرة واحدة لا اله الا الله اى لا قائم الا امام الزمان ولا صاحب العصر الا القائم بباطن الشرائع مجردا محضا بلا ظاهر ووجها واحدا وحرفا واحدا۔[1]

ترجمہ:۔ حی علی خیر العمل کے بعد تکبیر کا دو دفعہ کہنا مثل ہے اس امر پہ کہ ائمہ متمین کے بعد جو خلفاء ہوں گے وہ اصلین (عقل و نفس) کی تائید سے "قائم" کی دعوت کو قائم کریں گے۔ پھر "لا الہ الا اللہ" کے ایک بار کہنے کے یہ معنی ہیں کہ، نہیں ہیں قائم مگر امام الزماں اور نہ صاحب عصر مگر قائم جو وجہ واحد کے لحاظ سے شریعتوں کا باطن محض و مجرد بغیر ظاہر کے بتائیں گے۔

تبصرہ

امام مولانا معز نے اوپر کے بیان میں صاف صاف فرمادیا ہے کہ سات ائمہ متمین کے بعد خلفاء کا دور شروع ہوا جو مولانا قائم کی دعوت قائم کریں گے یعنے بغیر ظاہر کے باطن بتائیں گے کیونکہ ظاہر مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد سے معطل ہوگیا ہے۔ ان خلفاء کا دور قائم القیامہ تک جاری رہے گا۔ اس درمیان میں اگر کسی امام کو موقع مل جائے تو وہ قائم کی حیثیت سے ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں[2]۔ اس مقام پر یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس قسم کی تعلیم دعوت کے صرف اندرونی حلقے تک محدود تھی۔ تحت کے حلقے کو یہ ہدایت دی جاتی تھی کہ ظاہر اور باطن دونوں کی پابندی ضروری ہے جیسا کہ تاویل الدعائم کی مجلسوں سے ظاہر ہے۔

(۱) تاویل الشریعة من کلام مولانا الامام المعز (صفحہ ۵)
(۲) مقدمہ (عنوان "ایک ضروری اور اہم توضیح")

(۱۵) تکالیف شرعیہ کا گرا دیا جانا اور شرائع عقلیہ کا باقی رکھا جانا

واما الشرائع فتحط عنهم التکلیفات کالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصوم والحج والجهاد وتبقی معهم الشرائع العقلیات التی هی عقد النکاح والطلاق والمواریث والاملاک ودفن الموتی وغسلهم الاجسام بالماء وماشاکل کل ذلک من الشرائع العقلیات[1]۔

ترجمہ: لیکن تکلیفی شریعتیں مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، اور جہاد ان سے گرا دی جائیں گی اور عقلی شریعتیں جو عقد نکاح، طلاق، مواریث املاک، دفن موتی اور ان کا پانی سے دھونا اور ان کے مماثل جو عقلی شریعتیں ہیں وہ ان کے ساتھ باقی رہیں گی۔

(۱۶) (۱) قائم سے پہلے امام کا ظاہر اور باطن دونوں کو برقرار رکھنا اور قائم کا محض مجرد باطن ظاہر کرنا اور کوئی شریعت وضع نہ کرنا۔ (ب) ظاہری تکالیف شرعیہ کے ساتھ تعطیل، ازالہ، رفض، حط، نسخ، ابطال، ترک اور رفع ان سب الفاظ کا حسب بیانات ذیل ہم معنی ہونا

وفی عصر القائم یظهر التاویل محضاً والامام الذی قبله یقوم بظاهر الشریعة وباطنها ولم یکن عمل قبل آدم کما لا یکون عمل بعد القائم[2] والقائم لا شریعة له بل هو یزیل الشرائع وینسخها باقامة التاویل المحض[3]۔

ترجمہ: سیدنا جعفر بن منصور الیمن اپنی کتاب "تاویل سورۃ النساء" میں فرماتے ہیں کہ قائم کے عہد میں محض تاویل ظاہر ہوگی۔ اور وہ امام جو آپ سے پہلے ہوں گے شریعت کا ظاہر اور باطن دونوں برقرار

(۱) اربعہ کتب اسماعیلیہ (مطبوعہ باہتمام جرمن مستشرق شٹروطمان۔ گوٹن گن جرمنی) (۲) تاویل سورۃ النساء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۶۰ تا ۹۶) (۳) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۱۹)

رکھیں گے جیسا کہ آدم کے قبل کوئی عمل نہ تھا ویسا قائم کے بعد کوئی عمل نہ ہوگا
آپ اپنی دوسری تصنیف "تاویل الزکوٰۃ" میں لکھتے ہیں کہ قائم کی کوئی شریعت نہیں۔ بلکہ قائم تاویل محض ظاہر کر کے تمام شریعتوں کو زائل و منسوخ کریں گے۔

آپ کے ان دو بیانوں کی تصدیق میں مولانا معز کا ارشاد حسب ذیل ہے:-

(۱۷) ابطال شریعت کی کیفیت

(ا) التکرار فی الاذان مرۃ بعد مرۃ مثل علی الظاهر والباطن ودلیل علی انها دعوۃ بعد دعوۃ قد تقدمت والاخر الذی یکون فی القیامۃ وهو قول "لا اله الا الله" مرۃ دلیل علی القائم ینسخ بشریعته کل شریعۃ قد تقدمت ولا یحدث شریعۃ وانما یاتی بباطن الشرائع والصحف محضا مجردا فکذلک کانت دعوته ولا تکریر فیها ولا تثنیۃ ومن کرر الدعوۃ الاخرۃ ذهب الی ان القائم له حد فی الجسمانیۃ وحد فی الروحانیۃ[1]

ترجمہ:- اذاں میں تکرار یعنے ایک کلمہ کو دو بار کہنا ظاہر اور باطن پر مثل ہے اور دلیل ہے اس بات کی کہ ایک دعوت کے بعد دوسری دعوت ہوگی۔ آخری دعوت جو قیامت میں ہوگی اور وہ کلمۂ "لا اله الا الله" کا ایک ہی بار کہنا ہے۔ اس امر کی دلیل ہے کہ قائم اپنی شریعت کے ذریعے ہر ایک گزری ہوئی شریعت کو نسخ کریں گے اور کوئی شریعت وضع نہ کریں گے۔ صرف شریعتوں اور صحیفوں کا باطن محض و مجرد پیش کریں گے آپ کی دعوت یہی ہوگی۔ اس میں تکرار ہے نہ تثنیہ۔ جو شخص دعوت آخرہ کو مکرر سمجھے گا اس کا یہ مذہب ہوگا کہ قائم کے لئے ایک حد جسمانیہ میں ہے اور ایک حد روحانیہ میں۔ اس بیان پر مزید روشنی آئندہ بیان نمبر (ب) سے پڑے گی۔

(ب) وسئل الامام المعز عن القائم علی ذکره السلام وهو

(۱) تاویل الشریعۃ من کلام الامام المعز (صفحہ ۵) اس بیان پر مزید روشنی آئندہ بیان نمبر (ب) سے پڑے گی۔

یبطل الشرائع کلھا وکیفیة سیرته فی الدین و الشریعة فقال یأتی بالتاویل المجرد فتیأول جمیع صحف الانبیاء ویأتی بتاویل شرائعھم مجرداً کما قال "یوم یکشف عن ساق" والساق ھی الحقیقه التی بھا قام الظاھر وبھا قامت الدعوة الظاھرة ان القائم بالتاویل المجرد یرفض ظاھر العمل ولا یرفض العقلیات قالوزدنا شرحاً لھذہ الاشارات فقال الرموزات کما امر النبی صلعم بان یصام ثلاثین یوما ولم یقل صوموا اربعین یوما ورموزہ صلوا رکعتین بفاتحة الکتاب وسورة معھا ورکعتین بسورة الحمد وحدھا ھذہ رموز وان القائم یشرح الغرض فی ذلک ولا یأتی بمثله (۱)

ترجمہ:۔ کسی نے مولانا معز سے قائم علی ذکرہ السلام کے متعلق سوال کیا جو تمام شریعتوں کو باطل کریں گے۔ آپ کی سیرت دین اور شریعت میں کس طرح ہے آپ نے جواب دیا کہ وہ محض تاویل لائیں گے یعنے تمام انبیاء کی کتابوں کی تاویل کریں گے اور ان کی شریعتوں کی مجرد تاویل لائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ویوم یکشف عن ساق" ساق وہ حقیقت ہے جس سے ظاہر اور ظاہری دعوت دونوں قائم ہیں لیکن قائم جو مجرد تاویل لائیں گے وہ ظاہری عمل چھوڑ دیں گے اور عقلیات کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ سن کر سامعین نے آپ سے کہا ان اشارات کی مزید شرح فرمائیے آپ نے فرمایا رموز یہ ہیں جیسا کہ نبیؐ نے فرمایا ہے کہ تیس روزے رکھے جائیں نہ کہ چالیس یا ایسا حکم فرمایا ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ایک دوسرا سورہ پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھو قائم اس کی وجہ اور غرض بیان کریں گے وہ ایسا حکم نہیں فرمائیں گے (کہ تیس روزے رکھو یا چار رکعتیں پڑھو)۔

(۱) تاویل الشریعة من کلام الامام مولانا معز صفحہ ۱۴۸۔

(۱۸) قائم مہدی کا دور علم کا ہے نہ کہ عمل کا

القائم المهدی دور لا دور علم بلا عمل والذهب

من امثال القائم المهدی صاحب دور الجزا وخاتم الدنیا وفاتح باب الآخرة وانما مثل بالذهب لانه صاحب الظهور ومبطل الشرائع کلها ومسقط ظاهر النطقا والعمل به۔[1]

ترجمہ: قائم مہدی کا دور علم بلا عمل کا دور ہے۔ سونا قائم مہدی پر مثل ہے جو دورِ جزا کے صاحب، اور دنیا کے ختم کرنے والے اور آخرت کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔ سونے کا آپ پر مثل ہونا صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ ظہور کے صاحب، تمام شریعتوں کے باطل کرنے والے اور ناطقوں کے ظاہر اور عمل بالظاہر کو ساقط کرنے والے ہیں۔

(۱۹) قائم مہدی کی دولت کا قریب ہونا

ودولة القائم المهدی قد ازفت ... ایا مهانی الذی انبابه الاثر
عن النبی وفیها قطع ملکم ... یا آل اغلب اهل الغدر فاقتصروا
وقطع امر بنی العباس بعدکم ... وقطع امر بنی مروان اذ غدروا[2]

ترجمہ: قائم مہدی کی دولت کے دن قریب آگئے ہیں جیسا کہ رسول خدا سے حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اے آل اغلب! اس دولت کی وجہ سے تمہاری دعوت منقطع ہو جائے گی۔ اے اہل غدر اب تم باز آؤ۔ تمہارے بعد بنو عباس اور بنو مروان کی حکومت بھی ختم ہو جائے گی کیونکہ انہوں نے بھی غداری کی ہے۔

اس کے اوپر کے حوالے سے معلوم ہو چکا ہے کہ قائم مہدی کا دور علم کا ہے

(۱) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۶۲-۶۱)
(۲) شرح الاخبار ۵/۴۸-۵۰ -

نہ کہ عمل کا۔

(۲۰) مہدی کا محض باطن قائم کرنا

وکذلک کانت دعوۃ علی الی ان قام المھدی بالباطن محضاً فی ستر وسکون بلاقیام ولاحرکۃ ولاظاھر الاما تودی بہ الفرائض (۱)۔ والشجرۃ المنھی ھی مثل لحد قائم الزمان الاخر الذی ھو صاحب القیامۃ الذی یکون التکلیف فی حدہ مرفوعاً ویتجرد حینئذٍ الباطن ویسقط الظاھر ویکون (الباطن) ظاھراً علی خلاف ماھو فی حدود الرسل قبل ذلک (۲)۔

ترجمہ:۔ اور اسی طرح مولانا علی کی دعوت تھی۔ یہاں تک کہ مہدی نے ستر وسکون میں محض باطن کو قائم کیا۔ نہ کوئی قیام کیا نہ کوئی حرکت کی۔ نہ کوئی ظاہری عمل کیا بجز اس کے کہ جس سے فرائض ادا ہوں (۳)۔ یہ وہ درخت جو آدم پر حرام کیا گیا تھا قائم القیامہ کی حد ہے جس کے زمانے میں تکلیف (اعمال) رفع ہو جائے گی۔ اور باطن مجرد ہو جائے گا۔ اور ظاہر ساقط ہو جائے گا۔ اور باطن ظاہر ہو جائے گا۔ بخلاف رسولوں کے حدود کے جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں۔

(۲۱) اہل دعوت کی مخاطبت تاویل سے نہ کہ تنزیل سے

ویجب علی الحدود ان یخاطبوا اھل الدعوۃ بالبیان ویدعوا الی التاویل لا الی التنزیل والی الباطن لا الی الظاھر الذی ھو حد الناطق (۴)۔

ترجمہ:۔ حدود پر واجب ہے کہ وہ اہل دعوت کو بیان بتائیں اور تاویل اور باطن کی طرف دعوت کریں نہ کہ تنزیل اور ظاہر کی طرف جو ناطق

(۱) تاویل الدعائم ۱/۲۸ (۲) اساس التاویل (قصۂ آدمؑ) (۳) اسی بناء پر ہمارے "مہدی باغ والے" بھائی سنت نہیں پڑھتے کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ امام الزمان کی "حجت" ظاہر ہو چکی ہے (۴) تاویل الزکوٰۃ (صفحہ ۱۷۴)

کی حد ہے۔

(۲۲) تعطیل شرائع کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو جانا۔

واستحل المغيرة واصحابه المحارم كلها واباحوها وعطلوا الشرائع وتركوها وانسلخوا من الاسلام جملة۔

ترجمہ:— اور مغیرہ (داعی) اور اس کے پیرو نے محرمات کو حلال ومباح کرلیا اور شرائع کو معطل ومتروک کر دیا۔ اور وہ لوگ اسلام کے دائرے سے بالکل خارج ہو گئے۔

(۲۳) آدم اور قائم کے زمانوں میں شریعت کے نہ ہونے کے متعلق سیدنا مؤید کا ارشاد

المراتب السبع فی خلقة الانسان علی مراتب النطقاء فالاول منهم لا شريعة له كالسلالة لا صورة لها والخلق الآخر لا صورة له بمعنی انه لا تقوم له شريعة مثل الاول(۱)

(۲۴) قائم کے عہد میں ظاہری شریعت کے ساقط ہونے کے متعلق سیدنا قاضی نعمان کا ارشاد

الشجرة المنهی عن قربها هی مثل لحد قائم الزمان الذی هو صاحب القيامة الذی يكون التكليف فی حده مرفوعاً(۲)...... ويتجرد حينئذ الباطن ويسقط الظاهر ويكون الباطن ظاهراً علی خلاف ما هو فی حدود الرسل قبل ذلك لان الباطن فی حدودهم مرفوع الی حججهم ومستور عندهم محمول من واحد الی واحد معجزة لهم وعلماً يستضاء به حتی يصل الی صاحبه صاحب القيامة فيظهره ويجرده وذلك محظور ممنوع قبله فمنع الله آدم فی ابتداء الامر من ذلك(۳)

(۲۵) قائم کے زمانہ میں حدود ومراتب کا سقوط۔

(۱) اسئل الامام المعز عن قول الله تعالى "واذا النجوم انكدرت"

---

(۱) المجالس المؤیدیة ۳؍ (۳) اساس التاویل (قصۂ آدم) المنسوب

(۲) مرفوعاً ولا ينفع نفساً ايمانها كما فی ۳؍ "ولا ينفع نفساً ايمانها لم تكن آمنت من قبل او كسبت فی ايمانها خيراً او لا يقبل منها عدل ولا يؤخذ منها...... حينئذٍ (القرآن)

فقال دعو دوسما القائم علی ذکرہ السلام نسقط فیہ الحدود والمراتب[1] (ب) والحدود متصلة الی حین ظهور القائم فیزول الظاهر وینقطع معاملہ وهوانصراف الناس من الصلوٰة ای انصرافهم من اقامة دعوة الظاهر والحدود المتصل بہ[2]۔

تعطیل شریعت کے متعلق آخری تبصرہ

اوپر کے اقتباسوں سے یہ واضح ہے کہ شریعت کے ظاہری اعمال کے ساتھ خواہ تعطیل یا ازالہ یا رفض یا حط یا نسخ یا ابطال یا ترک یا رفع وغیرہ کا استعمال کیا جائے سب کے معنی ایک ہی ہیں۔ کئی مقامات پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ قائم القیامہ کے دور میں اعمال مرتفع ہو جائیں گے اپنے اعمال کی قید باقی نہ رہے گی۔ اس کی شرح خود مولانا معز اس طرح فرماتے ہیں کہ قائم اعمال ظاہری

(۱) تاویل الشریعة (صفحہ ۱۸۵) (۲) تاویل الزکوٰة لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۶۴) یہاں حدود و مراتب سے وہ حدود و مراتب مراد ہیں جو دعوت ظاہرہ سے متصل ہیں کیونکہ جب ظاہر مرتفع ہو جائے گا تو حدود و مراتب بھی ساقط ہو جائیں گے جیسا کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے ارشاد سے واضح ہے۔ سیدنا حمید الدین بھی اسی طرح تاویل کرتے ہیں۔ "واذا النجوم انکدرت" یقول یسقط مراتب الحدود حتی لا یبقی لها اثر ولکن "واذا البحار سجرت" کی تاویل میں اس طرح فرماتے ہیں یقول واقیمت حدود ظاهر الشریعة واعیدت الی ماکان محفوظاً عنها من کلام المبتدعین والا بالسنة (راحة العقل) کیونکہ آپ بھی صرف ایک داعی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قائم القیامہ کے زمانے میں بھی ظاہری اعمال باقی رہیں گے لیکن تعطیل شریعت کے متعلق امام مولانا معز کے ارشاد صداقت بنیاد کے مقابلے میں سیدنا حمید الدین کا قول کوئی حیثیت نہیں رکھتا جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں۔ صرف تقیہ پر محمول کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ہماری عادت ہے۔ اسی لئے ہمارے اکثر اقوال میں تضاد و تناقض پایا جاتا ہے۔ تقیہ کو ایک مورخ نے دو "Loss Factor" کہا جو شیعی نظام میں ایک کمزوری ہے

کی تاویل یا باطن کی تعلیم دیں گے۔ اور اس طرح کا حکم نہ فرمائیں گے کہ تم اتنے روزے رکھو یا اتنی نمازیں پڑھو جیسا کہ حوالہ نمبر ۱۷ (ا) اور (ب) سے معلوم ہو چکا ہے۔ یہ خود مولانا معز کی شرح ہے جو ہمارے ظہور کے چودھویں امام ہیں۔ آپ نے اپنی دعا میں یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اس تعطیل شریعت کی ابتدا مولانا محمد بن اسماعیل سے ہوئی۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن بھی یہی فرماتے ہیں کہ ہم نے تو صرف چھ اماموں پر ہی اقتصار کیا ہے۔ اور بیشک ساتواں ہی وہ امام ہے جو "مبدل شریعت" ہے۔ اس کی تائید میں آپ کے دیگر متعدد ارشادات گزر چکے ہیں۔ ان دو بڑی سندوں کے بعد جن میں ایک عظیم الشان امام مولانا معز کی اور ایک آپ کے باب الابواب بانی اسماعیلی دعوت کے بیٹے یا پوتے سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی ہے۔ ہمیں تعطیل ظاہر شریعت کی ابتدا کے متعلق اور کسی سند کی ضرورت نہیں۔ داعی مغیرہ، داعی خطاب، اور دوسرے داعیوں کی بھی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں یہی تعلیم تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ انھوں نے تعطیل ظاہر شریعت کی ابتدا نہیں بتائی بلکہ مطلقاً یہ کہا کہ جو مومن باطن کو پہچان لیتا ہے اس سے شریعت کے ظاہری اعمال ساقط ہو جاتے ہیں۔ ملحوظ خاطر رہے کہ داعی مغیرہ وغیرہ مولانا جعفر صادق، مولانا اسماعیل اور مولانا محمد بن اسماعیل کے ہم عصر ہیں جنھوں نے ان اماموں کی تعلیم کو غلط سمجھ کر بے جا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔(۱)

اقتباس نمبر (۲۰) میں ماضی کا صیغہ ہے۔ مہدی سے مولانا مہدی بن حسین مراد ہیں۔ جو ظہور کے پہلے امام ہیں۔ آپ نے محض باطن کو قائم کیا۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے بھی متعدد مقامات پر مہدی کی یہی پہچان بتائی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ قائم مہدی کا دور علم کا دور ہے نہ کہ عمل کا۔

سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور سیدنا قاضی نعمان کی تعلیم میں فرق

سیدنا قاضی نعمان کے قول کے مطابق مغیرہ اور اس کے پیروؤں نے شریعت کو معطل و منسوخ کر دیا۔ جس کی وجہ سے

(۱) مقدمہ (عنوان "ہم اسماعیلیوں پر اہل ظاہر کے الزامات") اقتباس نمبر (۱۰) میں بتایا گیا ہے کہ اگر پہلے اسبوع کے ساتویں امام میں ناطق ہونے کی صلاحیت ہے تو وہ ناطق ہوگا (اساس التاویل)

انھوں نے محرمات کو حلال کر لیا۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ یہاں اس بات کا خیال رہے کہ یہ لوگ صرف ظاہر شریعت کی تعطیل کے قائل تھے۔ باطنی شریعت یعنے تاویل کا اقرار کرتے تھے۔ یہی قول ہم پر بھی صادق آتا ہے۔ اور ہم مسلمان نہیں رہتے ـــــ اقتباس نمبر (۲۱) میں سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ دعوت کے حدود مومنین کو صرف تاویل کی دعوت کریں اور صرف باطن بتائیں۔ تنزیل اور ظاہر کی طرف دعوت نہ کریں آپ کی اس تعلیم میں اور سیدنا قاضی نعمان کی تعلیم میں جو ظاہری قضا کے عہدے پر مامور تھے زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ آپ تاویل الدعائم کی ہر مجلس میں یہ ہدایت دیتے ہیں کہ ظاہر اور باطن دونوں متصل ہیں۔ ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ظاہر، باطن سے اور باطن ظاہر سے الگ نہیں ہو سکتا۔ بغیر ظاہر کے باطن نہیں بتایا جا سکتا۔ اسی لئے آپ نے پہلے ظاہر بتایا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ اس کا باطن یہ ہے۔ اس ہدایت پر بہت زور دیا گیا ہے تاکہ ہم اہل ظاہر کے اعتراض سے بچیں جو ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم ظاہری شریعت کی پابندی نہیں کرتے۔ ہمارے ہاں مولانا محمد بن اسمٰعیل سے شریعت معطل ہو گئی ہے۔ ان دو داعیوں کی الگ الگ تعلیموں کے مقابلے سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تعلیم ہماری دعوت کے مخصوص باطنی حلقے سے متعلق ہے۔ اور سیدنا قاضی نعمان کی تعلیم عام ہے۔ پھر بھی سیدنا قاضی نعمان بن محمد کو یہ کہنا پڑا کہ قائم القیامہ کے زمانے میں تکلیف رفع ہو جائے گی۔ اور باطن مجرد ہو جائے گا۔ اور ظاہر ساقط ہو جائے گا جیسا کہ اقتباس نمبر (۲۴) سے معلوم ہو چکا ہے۔ کیونکہ اسماعیلی مذہب کی بنیاد ہی اس اصول پر ہے کہ ظاہر صرف ایک رمز و اشارہ ہے جس کو شارع نے وضع کیا ہے۔ اس کا حقیقی مقصد باطن ہے۔ سیاسی مصلحت سے ہم نے ظاہر کو برقرار رکھا جس کی طرف ہم کئی بار توجہ دلا چکے ہیں۔ "تاریخ فاطمیین مصر" میں بھی اس مسئلے پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔

سیدنا حمید الدین اور دوسرے داعیوں کی تعلیم میں اختلاف

نہایت تعجب انگیز بات یہ ہے کہ مولانا حمید الدین اور آپ کے اگلے اور پچھلے

داعیوں کی متفقہ طور پر یہ تعلیم ہے کہ قائم القیامہ کے زمانے میں ظاہری اعمال مرتفع ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ بلکہ مولانا معز نے اس طرزِ عمل کی ابتدا مولا محمد بن اسمٰعیل سے بتائی ہے۔ لیکن سیدنا حمید الدین نے جو مولا معز کے پوتے اور مولانا حاکم کے باب الابواب ہیں یہ بحث کی ہے کہ "قائم القیامہ کے زمانے میں بھی ظاہری اعمال کی قید بدستور باقی رہے گی۔ کیونکہ عمل ہی انسان کو بالقوہ سے بالفعل بنانے والا ہے۔ ارتفاعِ اعمال کا اعتقاد سقیم ہے"(۱)۔ مولانا معز کے قول سے ہمارا عقیدہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ امام معصوم ہیں۔ اور آپ کی شان مذہبی اور سیاسی دونوں حیثیتوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ آپ کے چودھویں امام ہونے کے لحاظ سے آپ قائم کا درجہ رکھتے ہیں جیسا کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے بار بار اپنی تصنیفوں میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے آپ کا قول دعاہیں وارد ہوا ہے۔ اور دعا میں انسان دل کی بات کہدیتا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں۔ سیدنا حمید الدین کے قول کو تقیہ پر محمول کرنا پڑیگا جس کے متعلق یہ حدیث مولانا جعفر الصادق کی طرف منسوب کی جاتی ہے"۔ "التقیۃ دینی و دین آبائی"۔ یعنے تقیہ میرا اور میرے آبا کا دین ہے۔ اہلِ ظاہر کے خوف سے سیدنا حمید الدین کو یہ کہنا پڑا کہ اعمال قائم القیامہ کے عہد میں بھی مرتفع نہیں ہوں گے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے داعیوں کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ جب بحث میں مغلوب ہو جائیں تو یہ کہیں کہ اس مسئلہ میں باطن ہے(۲)۔ یہ ایک مثال ہے اس اختلاف کی جو ہمارے اماموں اور داعیوں کی تعلیم میں پایا جاتا ہے۔ جس پر ہم اس تالیف کے مقدمہ میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ سیدنا محمد بن طاہر بن ابراہیم نے تعطیلِ شریعت کی شرح میں تعطیل کے معنی

(۱) مقدمہ (عنوان "اختلاف تعلیم کی چار اہم مثالیں۔ نمبر (۱)") (۲) مقدمہ (عنوان "اختلافات وضع کرنے میں ہمارے حجابات")۔

نسخ کئے گئے ہیں جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں(۱)۔ اس کے بعد سیدنا ادریس کی شرح کس طرح درست ہو سکتی ہے؟ دوسری یہ بات آپ کی شرح میں غور کے قابل ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ "ہم کو چھٹے رسول کی شریعت کے منسوخ ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیئے"۔ گویا ہم کو اس پر عمل بھی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جس اعتقاد کے ساتھ عمل نہ ہو وہ ناقص اور بے کار ہے۔ سیدنا قاضی نعمان نے اس موضوع پر بڑی بحث کی ہے(۲)۔

قائم کے دور میں فرائض کا تطوعات ہو جانا

ہمارے بعض اسماعیلی بھائی ارتفاع اعمال کے یہ معنی کرتے ہیں کہ لوگ مولانا قائم اور آپ کے خلفاء کے عہد میں برضا و رغبت عمل کرنے لگ جائیں گے۔ عمل کو ایک بار اور تکلیف نہ سمجھیں گے۔ فرائض تطوعات ہو جائیں گے۔ لیکن مولانا معز اور آپ کے باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے ارشادات سے جو اسی فصل میں اوپر گزر چکے ہیں یہ تاویل مسترد ہو جاتی ہے(۳)۔ مثلاً مولانا معز نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ قائم بتاویل مجرد ظاہری عمل رفض کردیں گے یعنے چھوڑ دیں گے۔ اور عقلیات نہیں چھوڑیں گے۔ نماز اور روزے کے احکام سے اس کی مثالیں بھی دی ہیں جیسا کہ حوالہ (نمبر ۱۔ ا اور ب) میں ہم بتا چکے ہیں۔ اس کی تائید میں دوسرے حوالے بھی پیش کئے جا چکے ہیں۔ ایک حکم کے ابطال، ازالہ، رفض، تعطیل، ترک، نسخ وغیرہ کے بعد اس پر عمل کرنے کے کیا معنی؟ ہم نے تعطیل شریعت کے الزام سے بچنے کے لئے یہ تاویل کی ہے۔ جو شخص قائم القیامہ کے دور میں ظاہر شریعت پر عمل کرے گا گو تطوعاً ہی سہی وہ

---

(۱) یہی فصل (مولانا معز کی دعاؤں کی تصدیق اور ان کی شرح) (۲) دعائم الاسلام (ذکر الایمان وھو قول وعمل واعتقاد) (۳) مقدمہ بھی ملاحظہ فرمائیے عنوان "ہماری اسماعیلی تاویل میں اختلاف اور اس کے کئی پہلو" کا ذیلی نوٹ جہاں یہ کہا گیا ہے کہ "القائم یبطل العمل ـــ ویزیل الشرائع......... یرفض ظاھر العمل باقامۃ التاویل المحض ..... وغیرہ۔

گویا تاویل محض اور باطن مجرد کا قائل نہ ہوگا جس سے آپ کے حکم کی مخالفت لازم آئے گی۔ اور آپ کے ظہور کا مقصد فوت ہوگا۔ اور "امر جدید" کا جس کا ذکر اوپر کے حوالے میں ہو چکا ہے پابند نہ ہوگا بلکہ وہ عاصی کہا جائے گا۔ جس طرح آنحضرت صلعم نے ان لوگوں کو "عصاۃ" (نافرمان) کہا ہے جنہوں نے باوجود سفر میں افطار کے حکم کے روزے رکھے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کی[1]۔ اس کے بعد کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیے جس سے ارتفاعِ تکالیف پر زیادہ روشنی پڑے گی۔

مولانا محمد بن اسمٰعیل کے عہد کے پہلے بھی لیلی حجتوں سے ظاہری شریعت کے ارتفاع کا ثبوت

تعطیل ظاہری شریعت کے متعلق جس کی ابتدا مولانا معز کے ارشاد کے مطابق مولانا محمد بن اسمٰعیل کے عہد سے ہوئی کافی حوالے پیش کئے جا چکے ہیں۔ اب ہم سیدنا محمد بن طاہر کا یہ قول نقل کرتے ہیں:۔ حجج اللیل هم اهل الباطن المحض المرفوع عنهم فی ادوار الستر التکالیف الظاهرة لعلو درجاتهم وهم افضل جمیع الثمانیة والعشرین بعد المقام والباب وحجج النهار هم القائمون بالظاهر والباطن[2]۔ یعنے لیلی حجتیں باطن محض کے لوگ ہیں جن سے ان کے بلند درجات کے باعث دور ستر میں تکالیف ظاہرہ اٹھ جاتی ہیں۔ یہ لوگ مقام اور باب کے بعد اٹھائیس حدود سے افضل ہیں اور نہاری حجتیں ظاہر اور باطن دونوں لیے اٹھتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دورِ ستر میں محمد بن اسمٰعیل کے پہلے بھی ہماری اسماعیلی دعوت میں ایک ایسا طبقہ تھا جس سے ظاہری اعمال کی پابندی اٹھ گئی تھی۔ سیدنا موصوف نے لیلی اور نہاری حجتوں میں بڑا فرق بتایا ہے۔ ایک کا محض باطن سے تعلق ہے اور دوسرے کا ظاہر اور باطن دونوں سے۔ ارتفاع کا اطلاق جب اعمال پر کیا جاتا ہے تو اس کے معنی اٹھ جانے کے ہیں۔ نہ کہ نطوعا یا آسان ہو جانے کے[3]۔

(۱) دعائم الاسلام (ذکر الصوم فی السفر) (۲) الانوار اللطیفه (سرادق ۲۔ باب ۲۔ فصل ۱) (۳) ومنهم من قال الذین امر ان معرفة الامام واداء الامانة ومن حصل لا شیاء فقد وصل الی حد الکمال۔ وارتفع عنه التکلیف (شهرستانی صفحه ۷۰)

ارشادات مذکورۂ بالا سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اسماعیلی دعوت کے اصول کے مطابق مومن ترقی کرتے کرتے ایسے بلند درجے کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ ظاہری اعمال سے سبکدوش کر دیا جاتا ہے۔ جب لیلی مجنونوں کی یہ شان ہے تو امام پر بدرجۂ اولیٰ ظاہری اعمال کی پابندی عائد نہ ہوگی۔ مولانا معز نے امام اور محدودین (یعنے غیر امام) کے کاموں میں فرق بتایا ہے(۱)۔ اسی وجہ سے اہلِ ظاہر نے ہم پر تعطیل و اباحت کا الزام لگایا ہے۔ صوفیہ کی ایک جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔"

فصل (۷)

ائمہ مستورین یعنی دورِ ستر میں جو ستر واقع ہوا ہے اس دور کے تین امام

ائمہ مستورین اور ان کے کفیل

مولانا محمد بن اسماعیل گو حقیقی مہدی تھے

جیسا کہ ابھی ہم مولانا معز کی دعا اور دیگر حوالوں سے بتا چکے ہیں لیکن آپ کو ظہور کا موقع نہ ملا۔ عباسی دشمنوں کے غلبے کی وجہ سے اس بات کا امکان نہ ہوا کہ آپ ظاہر ہو کر ان کو مغلوب کر سکیں اس لئے آپ مستور ہو گئے۔ آپ کے مستور ہونے کی کیفیت کے متعلق ہماری کتابوں میں بڑا اہم اصولی اختلاف

(۱) کما ان غسل الائمة هو التسليم للمحدودين لطهارتهم وغسل الدعوة واهلها بالقرابين والعمل والطاعة للمحدودين وتجديد المواثيق (تاويل الشريعة من كلام الامام المعز صفحہ ۱۸)

پایا جاتا ہے جس سے آپ کی نص مشکوک و مشتبہ ہو جاتی ہے۔ اس بارے میں ذیل کے تین مختلف بیانات بہت غور کے قابل ہیں۔

(۱) قال سیدنا جعفر بن منصور الیمن ولم یعلموا (ای الاثنا عشریون) ان اسماعیل لم یغب[1] عن الدار حتی خلف ولدا کاملاً وان الامر قد رجع الیہ بامر اللہ ووجیہ وانہ لما حضرہ ما اراد اللہ من امرہ اوحی اللہ الیہ ان یسلم الامر الی ولدہ محمد فجمع نقباءہ وخواص اصحابہ وسلم الیہ بحضرۃ من خواصہ ستراً علیہ کما فعل ہارون بیوشع بن نون وجعلہ خلیفۃ علی ولدہ الی ان تم امرہ وقد کان ہذا رجلاً کاملاً لہ اربع عشرۃ سنۃ وصاحب ہذا العمر جائز القول مقبول الشہادۃ وانما فعل لوقت الفترۃ وہیجان الفراعنۃ وجعلتم ان الامر رجع القہقری[2]۔

ترجمہ:۔ ان کو (یعنی اثنا عشریوں کو) اس بات کا علم نہیں کہ اسماعیل نے اس وقت تک غیبت نہیں اختیار کی جب تک اپنے ایک نوجوان بالغ فرزند کو اپنا خلیفہ نہ بنا لیا۔ آپ کی طرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی سے امر امامت لوٹا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کا ارادہ کیا تو آپ کی طرف وحی کی کہ آپ امر امامت اپنے فرزند محمد کے سپرد کریں۔ آپ نے اپنے نقباء اور خاص اصحاب کو جمع کر کے ان کے روبرو امر امامت محمد کے سپرد کیا تاکہ آپ پوشیدہ رہیں جس طرح ہارون نے یوشع بن نون کو اپنے بیٹے کا خلیفہ (یعنی قائم مقام)

(۱) امام کی غیبت سے امام کی وفات مراد ہے جیسا کہ خطاب فرماتے ہیں:۔ فلما قتضی الحسن نحبہ سلم الی اخیہ الحسین فاجتمعت المرتبتان فی الحسین وقام بہما حتی اظہر الغیبۃ علی القضیۃ المعلومۃ کما اظہرہا ابوہ (غایۃ المولید الثلاثۃ) (۲) اسرار النطقاء صفحہ ۲۲۴-۲۲۵

بنایا یہاں تک کہ وہ کمال کو پہنچا۔ یہ (یعنی محمد) ایک مرد بالغ تھے جن کی عمر چودہ سال تھی۔ ایسی عمر والا جائز القول اور مقبول الشہادۃ ہے۔ اسماعیل نے صرف فترت اور فراعنہ کی شورش کی وجہ سے ایسا کام کیا اور تم (یعنی اثنا عشریوں نے ایسا سمجھا کہ امر امامت اُلٹا واپس ہوا۔

(۲) قال سیدنا الخطاب وذلك ما روی عن الامام جعفر بن الصادق المصدق الامین فی تسلیمہ الامر الیٰ ولدہ اسماعیل وغیبۃ اسماعیل وولدہ محمد بن اسماعیل فی حد الطفولیۃ ولم تکن الامامۃ ترجع القہقری منہ کما لم ترجع من غیرہ فاودع حجتہ المضوبۃ بین یدیہ میمون القداح مقامہ لولدہ واقامہ ستراً علیہ وقدمہ بین یدیہ واستکفلہ ایاہ الیٰ بلوغہ اشدہ۔ فلما بلغ اشدہ تسلم ودیعتہ ثم جری الامر فی عقبہ خلفاً عن سلف حتی انتھی الامر بہ الیٰ علی بن الحسین بن احمد بن عبد اللہ بن محمد بن اسماعیل وکان علی یدیہ طلوع الشمس[1]

ترجمہ:- یہ روایت مولانا جعفر صادق سے کی گئی ہے کہ آپ نے امرِ امامت اپنے بیٹے اسماعیل کے سپرد کیا اور اسماعیل غائب ہو گئے۔ جب کہ آپ کے فرزند (مولانا محمد) حد طفولیت (یعنی زمانۂ طفولیت) میں تھے امامت اسماعیل سے اُلٹی واپس نہیں ہوئی۔ اس لئے اسماعیل نے میمون القداح کو اپنے فرزند محمد کا قائم مقام اور کفیل بنایا۔ تاکہ خود محمد مخفی رہیں اور ان کے بالغ ہونے تک میمون ان کی کفالت کرے۔ جب محمد بالغ ہوئے تو آپ نے اپنی امانت میمون القداح

(۱) غایتہ المو الید الثلاثہ۔ اس کتاب میں مہدی کا نام "علی" بتایا گیا ہے جو دوسری کتابوں کے خلاف ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (فصل ۸۔ تبصرہ عنوان "گیا مولانا مہدی کا نام علی بن الحسین ہے")

سے واپس لی۔ پھر امر امامت آپ کی نسل میں یکے بعد دیگرے جاری ہوا
یہاں تک کہ وہ علی بن حسین بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن اسماعیل کی طرف
پہنچا۔ جن کے ذریعے ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا۔

(۳) قال سیدنا ادریس لما آن لاسماعیل الاجل اوصی اسماعیل والدہ الصادق الامین ان یقیم لولدہ حجاباً ومستودعاً کما اوصی ہارون موسیٰ اولدہ کفیلا فاقام یوشع بن نون ستراً علیہ وحجاباً فسلمہ اعنی محمد بن اسماعیل الی میمون بن غیلان بن بیدا بن بھران بن سلمان الفارسی قدس اللہ روحہ فرباہ واخفی شخصہ وھو ابن ثلاث سنین مع میمون القداح وھو کفیلہ ومستودع امرہ فاظہر اسماعیل مرضاً وصارت العواد یعودونہ فلما اظہر نقلتہ سجاہ ثلاثۃ ایام وھو یاخذ علی ذلک شہادۃ من وصل الیہ یعزیہ من بنی ہاشم۔ فلما کان فی الیوم الثالث امرہ بحملہ الی المقتر فکشف عن وجہہ وقال لمن حضر الیس ھذا ولدی اسماعیل فیقولون بلی فیجدد شہادتہم علی ذلک ثم دفنہ وراح وکتب الی ابی الدوانیق یعرفہ خبرہ.......... فلما کان بعد ذلک ظہر اسماعیل فی البصرۃ واقبل الیہ الناس یہرعون وھم یقولون ھذا اسماعیل عاد حیا الی ان مر بشیخ زمن فسمح علی ظہرہ فثبت ظہرہ وبرئ من علتہ وشاھد الخلق ذلک ثم غاب عنہم فلما سمع بذلک ابو الدوانیق قال ان سحر آل بن کبشۃ لعظیم وامر لجعفر فلما وصل الیہ عاتبہ فی ذلک فاظہر الصادق ما کتبہ الشہود وکان فی المجلس کثیر ممن شہد وابدلک فسکن عنہ غضبہ وراح الصادقؑ فکان ما اظہرہ اسماعیل من الغیبۃ والظہور بعد ذلک کما فعل جدہ الناطق المرسل محمد صلعم لما ظہر للضد حین عاتبہ امیر المومنین فی اخذ حقہ واراد الناطق نعانت ابابکر فی اسمائتہ الی ما لیس لہ من اہلہ ولا ھو بمستحقہ وکمثل

ماظهر لامير المومنين وهو يغسله وافاده وقد امره ان يجبله ثم يسأله وكذلك فعل المسيح عيسى بن مريم شهد بذلك الحواريون ناظهر الامام اسماعيل ما اظهره اعجاز الخلائق بظهور القدرة من الله .... ثم ان الصادق اقام موسى بن جعفر الكاظم حجاباً على محمد بن اسماعيل وعلى من جعله باباً الذى هو ميمون الستر عليه والكفيل وكان موسى دارساً فى التاويل والحقيقه فاجتمع اليه كثير من الشيعة المخالفين للطريقة نقصدوا الاسم دون المسمى وقنعوا باللفظ عن المعنى وكتم عليه السلام منزلة ابن ابنه واقام له ميمون القداح وابنه عبد الله كفلاء وكتم امر ذلك عن الخاص والعام الاخر المخلصين العارفين لمن اوجب الله له الولاء وسار ميمون وولده فى طلب دار هجرة لولى الامر والشيعه فى اعتقادهم مختلفون..........

.... اعتقدت فرقة ان الامامة رجعت القهقرى وفرقة تعتقد امامة موسى اذ اقامه ولى الله ستراً على ولده اذا صار مستتراً۔[1] فقام موسى بن جعفر واعتكف اكثر الشيعة عليه وكل من اولاد جعفر ادعى الامامة لنفسه وانكتم ولى الله بهذا التلبيس عن الضد فكان اولاد جعفر قائمين بالشريعة والتنزيل كقيام ابي بكر وعمر وكان قيام ابى الدوانيق فى مقابلة عثمان فى التحويل فى شريعة محمد والتبديل فبان خلو عبد الله الافطح عن الامامة لانبتار عقبه ومحمد بن جعفر شهر سيفه فى الحرام وقطع مناسك الحج وموسى فلم يجعله الصادق الاستراً على ولى الامر لينكتم امره عن الاضداد فادعى الامر له من بعد.........

.... وبطل ما موه به موسى وادعاه وظهر فى الائمة من ذرية اسماعيل نور الله۔

---

(۱) زہر المعانی صفحہ ۵۴۶-۵۵۶۔

ترجمہ :۔ سیدنا ادریس فرماتے ہیں کہ جب اسماعیل کی موت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے اپنے والد جعفر صادق کو وصیت کی کہ آپ ان کے بیٹے محمد کے لئے ایک حجاب مستودع قائم کریں جیسا کہ ہارون نے موسیٰ کو وصیت کی تھی کہ وہ ان کے بیٹے کے لئے ایک کفیل مقرر کریں پس موسیٰ نے یوشع بن نون کو ہارون کے بیٹے کے لئے ستر و حجاب مقرر کیا۔ تاکہ ہارون کے بیٹے پوشیدہ رہیں اور یوشع بن نون ان کی قائم مقامی کریں۔ اسی طرح جعفر صادق نے محمد بن اسماعیل کو میمون بن غیلان بن سعید بن مہران بن سلمان الفارسی کے سپرد کیا۔ میمون نے آپ کی پرورش کی اور آپ کو چھپا دیا۔ اس وقت جب آپ میمون کے ساتھ تھے آپ کی عمر تین سال تھی اور میمون القداح آپ کے کفیل اور مستودع تھے۔ پھر اسماعیل نے بیماری ظاہر کی (یعنے حقیقت میں آپ بیمار نہ تھے لوگوں کو دکھانے کے لئے بیمار بن گئے) لوگ آپ کی عیادت کو آنے لگے جب آپ نے اپنی نقلت ظاہر کی تو جعفر صادق نے آپ کو تین دن تک کفن پہنا کر رکھا۔ بنی ہاشم میں سے جو شخص آپ کو پرسا دینے کے لئے آتا آپ اسماعیل کی موت کے متعلق اس کی شہادت لیتے۔ جب تیسرا دن ہوا تو آپ نے اسماعیل کو قبر کی طرف لے جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ نے اسماعیل کا منہ کھولا اور حاضرین سے پوچھا "کیا یہ میرا بیٹا اسماعیل نہیں ہے؟" سب نے کہا ہاں۔ آپ نے ان کی شہادت کی تجدید کی اور اسماعیل کو دفن کر کے واپس ہوئے۔ ابوالدوانیق کو اس کی اطلاع دی گئی اس کے بعد اسماعیل بصرہ میں ظاہر ہوئے۔ لوگ آپ کی طرف دوڑتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو اسماعیل پھر زندہ ہو گئے ...

.... پھر صادق ع نے موسیٰ کاظم کو محمد بن اسماعیل اور میمون القداح کا جس کو آپ نے محمد بن اسماعیل کا باب بنایا تھا حجاب قائم کیا۔ موسیٰ نے علم تاویل اور علم حقیقت کا درس لیا تھا

اکثر شیعہ جو طریقے کے مخالف تھے ان کی جماعت میں داخل ہو گئے انھوں نے مسمیٰ کو چھوڑ کر اسم اختیار کیا اور معنی کو ترک کر کے لفظ پر قناعت کی۔ صادق علیہ السلام نے اپنے پوتے کا منزلہ چھپایا اور میمون القداح اور اس کے بیٹے عبد اللہ کو ان کے کفیل مقرر کیا۔ اب میمون اور اس کے بیٹے نے ولی اللہ کے لئے ایک "دار ہجرت" کی جستجو کی اور شیعوں کی یہ حالت تھی کہ ان میں عقائد کے لحاظ سے اختلاف پڑ گیا۔ کسی نے یہ خیال کیا کہ امامت الٹی لوٹی اور کسی نے موسیٰ کو امام مان لیا کیونکہ ولی اللہ نے اپنے بیٹے کو چھپا کر موسیٰ کو ان کا حجاب مقرر کیا۔ موسیٰ قائم ہوئے اور اکثر شیعہ ان کے ساتھ ہو گئے۔ مولانا جعفر صادق کے ہر بیٹے نے خود اپنے لئے امامت کا دعویٰ کیا۔ اس تلبیس کی وجہ سے دشمن کو ولی اللہ کا پتہ نہ لگا۔ آپ کے بیٹوں نے ابوبکر اور عمر کی طرح شریعت اور تنزیل کی خدمت انجام دی اور ابوالدوانیق نے عثمان کی طرح شریعت میں تبدیل و تحویل کر دی۔ ابو عبد اللہ (افطح) امام نہ بن سکا کیونکہ اس کا کوئی عقب نہ تھا۔ محمد نے حرم میں تلوار نکالی اور مناسک حج قطع کئے۔ موسیٰ کو مولانا جعفر صادق نے ولی اللہ کا صرف حجاب بنایا تھا تاکہ وہ دشمنوں سے بچے رہیں لیکن موسیٰ نے خود اپنے اور اپنی اولاد کے لئے امامت کا دعویٰ کر دیا۔ لیکن اُن کا دعویٰ باطل اور اُن کا دھوکا ظاہر ہو گیا۔ اور اللہ کا نور مولانا اسماعیل کی ذریت میں چمکا۔

ستر میں ستر کی کیفیت، مولانا محمد بن اسماعیل کا چھپا دیا جانا

ان تین بیانات کے اختلافات پر ہم آئندہ تبصرہ میں بحث کریں گے۔ ہم یہاں سیدنا ادریس کے بیان کے مطابق ستر کی کیفیت لکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مولانا جعفر صادق نے مولانا محمد بن اسماعیل کو چھپا دیا۔ کیونکہ بنی عباس ان کی جان لینے کے درپئے

تھے اور میمون القداح کو جو سلمان الفارسی کے پروتے تھے ان کا کفیل مقرر کیا اس وقت مولانا محمد بن اسماعیل کی عمر چھبیس ۲۶ سال تھی[1]۔ عوام الناس کے اطمینان کے لئے امام موسیٰ کاظم کو جنھوں نے تاویل و حقیقت کا درس لیا تھا آپ کا حجاب یا مستودع (یعنے ظاہری نائب) اور میمون القداح کو آپ کا کفیل (یعنے باطنی نائب) مقرر کیا۔ تاکہ لوگ آپ کو بھول جائیں اور امام موسیٰ کاظم کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اسی لئے آپ محمد مکتوم کہے جاتے ہیں۔ اکثر شیعہ امام موسیٰ کاظم کے پیرو ہو گئے۔ مولانا جعفر صادق نے اپنے پوتے محمد بن اسماعیل کے رتبے کو چند اہل اخلاص و معرفت کے سوا خاص و عام دونوں سے چھپایا۔ موسیٰ کاظم کو جب مستودع یا حجاب کا رتبہ مل گیا تو انھوں نے یہ دعویٰ شروع کیا کہ میں ہی مستقر امام ہوں اور لوگوں کو دھوکا دے کر اپنی اور اپنی اولاد کی طرف امامت منتقل کر لی[2]۔ ان کے پیرو اثنا عشری کہے جانے لگے کیونکہ یہ لوگ بارہ امام کے قائل ہیں۔ ان کے بارھویں امام محمد منتظر ہیں جو موضع سامرا[3] کے ایک غار میں چھپ گئے جب کہ ان کی عمر تقریباً چار یا پانچ سال تھی۔ یہی مہدی ہیں جن کی بشارت آنحضرت صلعم نے دی ہے۔ کہ قیامت کے روز میری ذریت سے ایک امام ظاہر ہو کر تمام دنیا کو راہِ راست پر لائے گا۔ ہم نے چونکہ مولانا اسماعیل اور ان کے فرزند مولانا محمد کی امامت تسلیم کی اس لئے ہم اسماعیلی کہلاتے ہیں۔ ہم اکیس ۲۱ امام کے قائل ہیں۔ ہمارے اکیسویں امام حجتوں اور داعیوں کے ذریعے نزاریوں کے خوف سے چھپا دئے گئے جب کہ ان کی عمر ڈھائی سال تھی چھپنے

(۱) وکان الامام محمد بن اسماعیل حین قبض ابوہ ابن ست وعشرین سنة واخوہ علی بن اسماعیل رجل بالغ الحلم له من العمر ثمان عشر سنة (عیون الاخبار ۴/۵۲۴) وکان محمد بن اسماعیل اکبر من اخیه علی بثمان سنین (عیون الاخبار ۴/۴۹۸) (۲) زہر المعانی لسیدنا ادریس۔ صفحہ ۸-۵۵۴-۵۵۵- (۳) یہ ایک مقام کا نام ہے جو بغداد سے ۵۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

کے اور اسباب بھی بتائے جاتے ہیں مثلاً بندوں کے اعمالِ سابقہ جن کو حقیقت کی زبان میں سوابق کہتے ہیں، مشیتِ الٰہی، مقتضائے زمانہ وغیرہ۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کی نسل سے قیامت کے دن ایک امام ظاہر ہوگا جو تمام دنیا کو راہ راست پر لائے گا۔ اس سے قیامت کا دور شروع ہوگا۔ وہ ظاہری شریعت کو رفع کرکے اس کا باطن بغیر ستر و تقیہ کے علانیہ ظاہر کرے گا کیونکہ وہ کشف کا پہلا امام ہوگا۔

بہرحال مولانا محمد بن اسماعیل کی زندگی نہایت ستر و تقیہ میں گزری آپ کی نقل و حرکت کا کسی کو علم نہ ہوتا تھا۔ آپ کے خاص پیروں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں۔ مدینہ سے روانہ ہوکر آپ مختلف شہروں میں اپنے آپ کو چھپاتے پھرتے رہے۔ آخر کار آپ فرغانہ روانہ ہوئے جہاں ۱۸۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ ستر کی اس شدت کے باعث شیعوں میں مختلف گروہ ہوگئے۔ بعضوں نے یہ سمجھ لیا کہ موسیٰ کاظم حقیقی امام ہیں کیونکہ مولانا جعفر صادق نے انھیں حجاب یا مستودع مقرر کیا تھا۔ آپ کے اور دوسرے فرزندوں میں سے ہر ایک نے اپنے امام ہونے کا دعویٰ کیا ہر ایک کے ساتھ ایک فرقہ ہوگیا۔ اہلِ معرفت و اخلاص کے چند افراد ہی مولانا محمد بن اسماعیل کے پیرو رہے۔(۱)

تبصرہ

اب اگر ان اسباب کے باعث عام شیعہ موسیٰ کاظم کے تابع ہوکر ان کو حقیقی امام ماننے لگیں تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی اور ستر و ستر کے دافع ہونے سے وہ اگر گمراہ ہوجائیں تو ان کا کیا قصور ہے کیونکہ تقرر حجاب کی مخصوص اور اندرونی کارروائی سے وہ بے خبر رکھے گئے۔ مزید برآں موسیٰ کاظم کے حجاب

(۱) زہر المعانی۔ صفحہ ۵۵۲۔۵۵۳۔

مقرر کئے جانے کے بعد ان کا یہ دعویٰ کر بیٹھنا کہ میں ہی حقیقی امام ہوں ایک عجیب واقعہ ہے۔ گویا انھوں نے امامت کے حق میں بڑی خیانت کی اور عام شیعوں کو گمراہ کیا۔ مولانا جعفر صادق کی اولاد کا مقابلہ خلیفۂ اول اور خلیفۂ دوم سے کیا گیا ہے امام کے حجاب جیسے عظیم الشان رتبے کے لئے ایسے تمویہ کرنے یعنے دھوکا دینے والے کا انتخاب کہاں تک جائز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ امام حوادث آئندہ کی خبر دینے والے کے علاوہ بادشاہوں اور داعیوں کے اسماء سے واقف ہوتا ہے جیساکہ متعدد دفعہ معلوم ہو چکا ہے علاوہ اس کے مولانا جعفر صادق کے دوسرے فرزندوں میں سے ہر ایک کا جھوٹا دعویٰ کرنا کہ میں حقیقی امام ہوں" ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔(۱)

مولانا عبداللہ المستور

مولانا محمد بن اسماعیل نے اپنی وفات کے وقت اپنے فرزند مولانا عبداللہ بن رضی کی جو فرغانہ کو خیرباد کہہ کر دیلم روانہ ہوئے۔ یہاں سے آپ نے سلمیہ کا رخ کیا۔ یہاں پہنچنے سے پہلے آپ نے اپنے آپ کو بہت پوشیدہ رکھا تھا جس شہر میں رہتے تاجر کے بھیس میں رہتے اور اپنے آپ کو عباسی ظاہر کرتے۔ ایک موقع پر اس طرح پوشیدہ ہوئے کہ آپ کے داعیوں کو بھی معلوم نہ ہوا کہ آپ کدھر چلے گئے۔ چاروں طرف کے داعی جمع ہوئے اور ایک جلسہ منعقد ہوا تاکہ امام کے پتہ لگانے کی تدبیریں سوچیں سب کا اتفاق اس امر پر ہوا کہ ہر داعی تاجر کے بھیس میں ایک گاؤں کا دورہ کرے اور اس میں امام کی تلاش کرے۔ ایک ایسا مقام مقرر کیا گیا کہ جہاں وہ سب کچھ دنوں بعد جمع ہوں اور ہر داعی اپنی سرگذشت بیان کرے۔ ایک سال تک یہ جستجو جاری رہی۔ داعیوں کے صدر کو جس کا نام ابوغفیر تھا سلمیہ کے قریب ایک گاؤں "دیر عصفور" میں مولانا عبداللہ کا پتہ لگا۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ ابوغفیر اپنی عادت کے مطابق عورتوں کی ضروریات کی چیزیں بیچا کرتے تھے عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے وہ ان سے پوچھا کرتے۔ کیا تم نے فلاں

(۱) ملاحظہ ہو اسی فصل کی ابتدا میں عنوان "ائمہ مستورین اور ان کے کفیل" نمبر ۳۔

فلاں صفت کا آدمی دیکھا ہے؟ ایک دن ایک عورت اور بچہ کے ذریعے انھیں مولانا عبداللہ کا پتہ لگا۔ انھوں نے آپ کو دوسرے داعیوں سے ملایا سب مل کر آپ کو سلمیہ لے گئے۔ یہ شہر ملک شام میں حمص کے قریب واقع ہے۔ اس وقت سے مولانا مہدی کے ظہور تک ائمہ مستورین نے سلمیہ کو اپنا مستقر بنایا۔ یہاں مولانا عبداللہ تاجروں کی طرح رہنے لگے۔ پھر آپ نے شادی کی اور ایک عالی شان محل بنوایا[1]۔ ۲۱۲ھ میں اپنے فرزند احمد پر نص کر کے وفات پائی۔ آپ کی قبر سلمیہ میں ہے۔

مولانا احمد المستور

آپ کے بعد آپ کے فرزند احمد امام ہوئے جنھوں نے سیدنا ابراہیم ابن الحسین الحامدی متوفی ۵۵۷ھ مصنف کنز الولد اور سیدنا ادریس متوفی ۸۷۲ھ مصنف عیون الاخبار کی روایتوں کے مطابق "رسائل اخوان الصفاء" شائع کئے جن پر تبصرہ گزر چکا ہے[2]۔ آپ کی دعوت، رے، طبرستان، خراسان، یمن، احساء، قطیف اور قدس میں کامیاب ہوئی۔

فرقہ قرامطہ کی ابتداء ۲۴۲ھ اور ۲۶۸ھ کے درمیان

آپ ہی نے اپنے ایک داعی حسین اہوازی کو عراق کی طرف روانہ کیا۔ کوفہ کے ایک گاؤں میں اس داعی کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جس کا نام حمدان بن اشعث (قرمطہ) تھا۔ اس داعی نے کچھ گفتگو کے بعد حمدان کو اسماعیلی بنا لیا۔ حمدان کو لوگ قرمطہ کہا کرتے تھے۔ یہ لفظ نبطی زبان کا ہے جو اصل میں "کرمیتہ" ہے جس کے معنی سرخ آنکھوں والے کے ہیں۔ چونکہ اس کی آنکھیں زیادہ سرخ تھیں اس لئے یہ کرمیتہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ عربی زبان میں قرمط بن گیا۔ اس کے پیرو قرمطی کہلانے لگے۔ پندرہ سال تک یہ شخص کوفے کے اضلاع

(۱) سفر در سفر کی شدت کے باوجود آپ کا ایک عالی شان محل بنوانا ایک عجیب شافعہ ہے۔ کیا ایسے بے ربط بیانوں سے ہماری تاریخ صحیح ہو سکتی ہے۔ مخفی مباد کہ آپ۔ آپ کے فرزند اور آپ کے پوتے یہ سب ائمہ مستورین کہے جاتے ہیں (مستشرق الوانو کا نوٹ عیون الاخبار پر ملاحظہ فرمایئے اسے گائیڈ ٹو اسماعیلی لٹریچر صفحہ ۶۲) (۲) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۳۴)

میں مولانا احمد کی طرف دعوت دیتا رہا۔ اس زمانے تک کوفہ اور سلمیہ میں برابر مراسلت ہوتی رہی۔

سنہ ۲۶۲ھ میں مولانا احمد نے وفات پائی۔ آپ کے جانشین مولانا حسین ہوئے جنھوں نے حمدان (قرمطہ) کو ایک خط لکھا جس کا مضمون حمدان کی روایت کے مطابق پہلے خطوط کے مضمون سے مختلف تھا اس لئے اس نے اپنے مددگار داعی عبدان کو سلمیہ روانہ کیا تاکہ حقیقت حال دریافت کرے۔ عبدان جب سلمیہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ مولانا احمد کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور آپ کے جانشین آپ کے فرزند مولانا حسین ہوئے ہیں۔ عبدان نے مولانا حسین سے پوچھا وہ حجت اور امام کون ہیں جن کی طرف دعوت کی جا رہی ہے۔ مولانا حسین نے اس سے الٹا سوال کیا کہ تم بتاؤ وہ امام کون ہیں؟ عبدان نے کہا وہ امام محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الصادق صاحب الزمان ہیں۔ مولانا حسین نے کہا کوئی امام سوائے میرے باپ احمد کے نہیں ہے اور میں اس کا قائم مقام ہوں۔ یہ سن کر عبدان حمدان (قرمطہ) کے پاس آیا اور اسے سلمیہ کے واقعہ سے مطلع کیا۔ حمدان نے اپنے تمام مددگار داعیوں کو جمع کر کے ان کو سلمیہ سے دعوت منقطع کرنے کا حکم دیا۔ یہ مددگار اپنے اپنے مقامات پر تو اس کے حکم کی تعمیل کر سکے لیکن دوسرے مقامات پر کچھ نہ کر سکے کیونکہ یہ دعوت کوفے کے تمام اضلاع میں شائع ہو چکی تھی(۱)۔ یہ مقریزی کی روایت ہے۔ ہماری دعوت کی کتابوں میں قرامطہ کے متعلق بہت کم واقعات ملتے ہیں۔ مولانا معز کے خط سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ سنہ ۲۶۲ھ کے بعد تک بھی ہمارے اور قرامطہ کے عقائد کے درمیان پورا اتفاق تھا۔ آپ نے ان کے رہبروں ابوسعید جنابی متوفی سنہ ۳۰۱ھ اور ابوطاہر سلیمان متوفی سنہ ۳۳۲ھ کو اپنی طرف منسوب ہی نہیں کیا ہے۔ بلکہ ابوطاہر کے گذشتہ اعمال کی جو تعطیل ظاہر شریعت کے نتیجے میں تحسین بھی کی ہے(۲)۔

مولانا الحسین المستور

اب ہم مولانا حسین کے ذکر کی طرف لوٹتے ہیں آپ نے

(۱) مقریزی (اتعاظ الحنفاء۔ صفحہ ۱۴۲)۔ (۲) فصل (۱) تبصرہ عنوان "مولانا معز کا خط حسن بن احمد قرمطی کے نام"۔

اپنے داعیوں خصوصاً داعی ابوالقاسم حسن بن فرح بن حوشب (منصور الیمن) کے ذریعے ظہور کی تمہید کی۔ داعی مذکور نے یمن میں اسماعیلی دعوت پھیلائی اور یہیں سے آپ نے داعی ابوعبداللہ شیعی کو بلاد مغرب بھیجا۔ یہی وہ داعی ہیں جو نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے خلافت فاطمیہ کو منصۂ ظہور پر لائے۔ انہی نے بلاد مغرب فتح کئے اور مولانا حسین کے فرزند عبداللہ المہدی کو "سجلماسہ" کے قید خانے سے چھڑا کر ظہور کا اعلان کیا۔ اور تمام اہل مغرب سے مولانا مہدی کے نام کی بیعت لی۔ اس کے بعد آپ نے مولانا مہدی اور ان کے فرزند مولانا قائم کو گھوڑوں پر سوار کر کے سجلماسہ کے بازاروں میں پھرایا اور خود آپ رؤسائے قبائل کے ساتھ مہدی کے سامنے چلنے۔ مولانا مہدی کی طرف اشارہ کر کے آپ حاضرین سے کہتے تھے کہ یہ تمہارے مولا ہیں۔ یہ وہ مہدی ہیں جن کی طرف میں تمہیں دعوت کرتا تھا۔ آپ اس دن اتنے خوش تھے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہ واقعہ موضع رقادہ میں ۲۹۶ھ میں پیش آیا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل "تاریخ فاطمیین مصر" میں گزر چکی ہے۔ اب ہم مولانا مہدی کے متعلق چند اہم امور بیان کریں گے۔ آپ کی عمر آپ کے والد مولانا حسین کے انتقال کے وقت آٹھ سال تھی۔ اس لئے آپ کے والد نے آپ کے چچا محمد بن احمد کو آپ کا مستودع یعنی ولی مقرر کیا جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

تبصرہ

> کوئی امام نہیں ہو سکتا جب تک کہ ظاہر و باطن دونوں میں اس کے باپ کی دنیا سے نقلت نہ ہوئی ہو

اوپر کی فصل نہایت اہم واقعات پر مشتمل ہے۔ دور ستر میں امام کا ستر واقع ہونا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ صرف خدا اور خدا کے رسول کو ماننے سے دین کامل نہیں ہوتا۔ متعدد کتابوں میں ہمارے اماموں اور داعیوں نے اس اعتقاد پر تنبیہ کی ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

خدا اور خدا کے رسول کے ساتھ رسول کے وصی اور زمانے کے امام کا ماننا بھی ضروری ہے۔ ان حدود کی معرفت کے بغیر نجات حاصل نہیں ہو سکتی خواہ مومن کتنے ہی نیک اعمال کیوں نہ کرے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا جعفر صادق تک تو کسی ناص کی زندگی میں ان کے منصوص علیہ کا انتقال نہیں ہوا لیکن مولانا جعفر صادق کی زندگی ہی میں آپ کے منصوص مولانا اسماعیل گزر گئے یا بالفاظ دیگر غائب ہو گئے جس کی وجہ سے اس زمانے کے مومنین میں یقیناً بہت پریشانی پھیل گئی ہوگی۔ خاص کر جب کہ یہ واقعہ دعوت کے اصول کے خلاف ہوا۔ اس لئے کہ کوئی امام، امام نہیں ہو سکتا جب تک کہ ظاہر و باطن دونوں میں اس کے باپ کی دنیا سے نقلت نہ ہوئی ہو۔ یعنے جب تک کہ اس کے باپ کا ظاہر میں دنیا سے انتقال نہ ہوا ہو جیسا کہ سیدنا قاضی نعمان زکوٰۃ الخمس کی تاویل میں فرماتے ہیں:" وسموا یتامی لان کا واحد منهم فی عصره فرد منقطع القرین .... وقیل لهم ایضاً یتامی لان آباءهم وهم الائمة من قبلهم فی الظاهر والباطن قد نقلوا من الدنیا ولا یکون (الامام) اماماً فی الدنیا وابوه حی"(۱)

اس اصول کے مطابق مولانا اسماعیل کس طرح امام ہو سکتے ہیں جب کہ آپ کے والد مولانا جعفر صادق کا ظاہر میں دنیا سے انتقال نہ ہوا ہو یعنے جب کہ آپ دنیا میں زندہ ہو بہر حال سیدنا ادریس کی روایت کے مطابق جسے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں مولا جعفر صادق نے مولانا اسماعیل کے فرزند مولانا محمد کو بالکل چھپا دیا اور اپنے دوسرے فرزند موسیٰ کاظم کو ظاہری حجاب مقرر کیا تا کہ عام شیعوں کی توجہ مولانا محمد سے ہٹ کر موسیٰ کاظم کی طرف ہو جائے۔ اس سلسلے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا محمد مدینۂ منورہ سے روانہ ہو کر مختلف شہروں میں چھپتے پھرے ان واقعات کی خبر چند خاص لوگوں کے سوا جو اہلِ معرفت و اخلاص تھے کسی کو نہیں دی گئی۔

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام اپنے جانشین کو بغیر خدا کی وحی کے تعین نہیں کرتا

(۱) تاویل الدعائم الجزء الثانی (بیان زکوٰۃ الخمس)

کیا مولانا جعفر صادق کو اس بات کا علم نہ تھا کہ موسیٰ کاظمؑ مولانا محمد کو امامت سے محروم کر کے خود امامت کا دعویٰ کر بیٹھیں گے اور تمویہ کے مرتکب ہوں گے جیسا کہ سیدنا ادریس نے فرمایا ہے۔ اگر مولانا محمد بن اسماعیل کی نص اس طرح خفیہ طور پر ہوئی تو خدا کی حجت لوگوں پر کس طرح قائم ہو سکتی ہے۔ حالانکہ نص علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ ہونا چاہیئے جس کا علم ہر کس و ناکس کو ہو جائے جیسا کہ مولانا علی پر موضع غدیر خم میں ہوئی۔

اس کے علاوہ ایک دوسری اہم بحث یہ ہے کہ مولانا جعفر صادق جب مولانا اسماعیل پر نص کر چکے تو امامت کا رتبہ مولانا اسماعیل کی طرف منتقل ہو گیا۔ اب مولانا اسماعیل اس کے مالک ہو گئے۔ پھر یہ کہنے کے کیا معنی کہ مولانا اسماعیل نے جعفر صادق کو یہ وصیت کی کہ وہ میمون القداح کو مولانا محمد کا باطنی حجاب اور موسیٰ کاظم کو ان کا ظاہری حجاب مقرر کریں جیسا کہ زہر المعانی کے بیان سے واضح ہے۔ یہ کام تو خود مولانا اسماعیل کا تھا۔ اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ نص پھر مولانا جعفر صادق کی طرف لوٹی جس طرح ہمارے اثنا عشری بھائی کہتے ہیں۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کہتے ہیں کہ مولانا اسماعیل نے مولانا محمد کو جن کی عمر اس وقت چودہ سال تھی راست قائم کیا۔ میمون القداح کی کفالت کا ذکر آپ کے بیان سے معرا ہے۔

مولانا اسماعیل کے انتقال کے وقت مولانا محمد پر جو نص ہوئی اس وقت آپ کی جو عمر تھی اس میں بھی ہم لوگوں میں بڑا اختلاف ہے۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کہتے ہیں کہ آپ کی عمر چودہ سال تھی۔ سیدنا ادریس اپنی ایک تصنیف زہر المعانی میں لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر تین سال تھی۔ لیکن اپنی دوسری کتاب عیون الاخبار میں کہتے ہیں کہ آپ کی عمر چھبیس سال تھی گویا ایک ہی داعی دو عمریں بتاتا ہے جن میں بڑا فرق ہے۔ اس کا سبب بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ "عیون الاخبار" چونکہ ظاہری اخبار کی کتاب ہے اس لئے اگر اس میں مولانا محمد بن اسماعیل کی صحیح عمر یعنی تین سال بتائی جاتی تو اہل ظاہر امام کی طفولیت پر اعتراض کرتے۔ سیدنا خطاب متوفی ۵۳۳ھ کا بیان بھی یہ ہے کہ آپ مولانا اسماعیل غیبت کے وقت حد طفولیت میں تھے یعنی کم سن بچے تھے۔ بالغ نہ ہوئے تھے۔ اسی لئے مولانا اسماعیل نے

میمون القداح کو بہ حیثیت کفیل قائم کیا جس سے مولانا محمد نے امامت کی امانت حاصل کی۔ سیدنا خطاب کے بیان میں موسیٰ کاظم کے متعلق ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی روایت میں بھی ان کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ سیدنا خطاب کا قول مذکور بہت اہم اور مستند ہے کیونکہ آپ مولاتنا الحرۃ الملکہ کے رضاعی بھائی اور پہلے داعی مطلق سیدنا ذویب کے ماذون ہیں۔ آپ نے مولانا مستعلی اور مولانا آمر دونوں اماموں کا زمانہ دیکھا ہے اور بہت ممکن ہے کہ آپ مولانا مستنصر کے بھی ہم عصر ہوں کیونکہ آپ کے انتقال کی تاریخ ۵۳۳ھ ہے اور مولانا مستنصر نے ۴۸۷ھ میں وفات پائی۔ ان دو تاریخوں میں صرف چھیالیس سال کا فرق ہے۔ ایسے بنیادی اور اہم مسائل ہیں خود ہمارے بزرگ ترین داعیوں کے اختلاف کی وجہ سے کیا ہمارا دعویٰ کمزور ثابت نہ ہوگا؟ اس مقام پر دوسرا غور طلب امر یہ ہے کہ مذکور الصدر داعیوں نے مستجیبین کی ہدایت کے لئے کتابیں لکھی ہیں۔ ان کا باہمی اختلاف ہدایت کے مفاد کے مخالف ہے۔

ائمہ مستورین کی صحت نسب پر بھی اہل ظاہر اعتراض کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ کئی دفعہ اس کے متعلق سوالات کئے گئے ہمارے نہ تو کسی امام اور نہ کسی داعی نے تشفی بخش جواب دیا۔ سیدنا قاضی نعمان نے اپنی کتابوں، شرح الاخبار، کتاب المناقب والمثالب، افتتاح الدعوۃ وغیرہ میں ائمہ مستورین کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ان تصنیفوں میں مولانا جعفر صادق تک کے ائمہ اور ظہور کے خلفاء مولانا مہدی، مولانا قائم، مولانا منصور اور مولانا معز کے تفصیلی واقعات ہیں۔ ہر کتاب اپنے زمانے کے امام کی نظر سے گزر چکی ہے اور اس پر ان کے دستخط ہو چکے ہیں جیسا کہ ہر کتاب کے مقدمہ سے ظاہر ہے۔ شرح الاخبار کے چودھویں جزء میں جہاں مولانا اسماعیل کی وفات کی خبر لکھی ہے صرف اتنا درج ہے کہ ایک فرقہ آپ کے فرزند محمد کی امامت کا قائل ہے جو اس وقت بالغ ہو چکے تھے (۱)۔ اس مقام پر بھی داعی مذکور نے بالکل سکوت اختیار کیا ہے حالانکہ کتب مذکورہ کی تدوین کا زمانہ ظہور کا زمانہ تھا۔ تقیہ کا کوئی محل نہ تھا۔

---

(۱) شرح الاخبار ۱۴/۱۵ -

ہمارے ائمہ کے دعوے کی بنیاد فاطمی النسل ہونے پر ہے۔ پھر بھی آپ نے اپنے منظوم تاریخی ارجوزے میں ائمہ مستورین کے متعلق یہ لکھا ہے۔

ولم یکن یمنعنی من ذکرھم
الا احتفاظی بمصون سرھم (۱)

دعائم الاسلام کی دعا تقرب میں بھی مولانا جعفر صادق کے نام کے بعد کسی امام کا نام نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ یہ دعا ہر نماز کے بعد عقیدت مندی سے پڑھی جاتی ہے اور بہت مبارک سمجھی جاتی ہے۔(۲) اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مہدی کے ظہور سے لے کر آپ کے فرزند مولانا محمد قائم متوفی ۳۳۴ھ کے عہد یعنی تقریباً پینتیس سال تک بھی نسب کا مسئلہ سربستہ راز تھا۔ اس کے بعد بھی نہ معلوم کب تک یہ امر پردۂ خفا میں رہا۔ سیدنا موصوف کی ایک دوسری تصنیف المجالس والمسایرات جو مولانا معز متوفی ۳۶۵ھ کے عہد میں لکھی گئی ہے اس کی دوسری جلد میں ایک روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے مولانا معز کے پاس ایک شخص کسی داعی کی طرف سے ایک کتاب لایا جس میں یہ درج تھا کہ کسی امام کے بعد امامت میمون القداح اور فلاں فلاں کی طرف منتقل ہوئی۔ اس کے جواب میں مولانا معز نے صرف اتنا کہا کہ سبب امامت ہم سے منقطع نہیں ہو سکتا۔ میمون القداح مستودع تھے۔ امامت کا حقیقی مالک ایک مستقر امام تھا۔ آپ نے اس امام کا

---

(۱) الارجوزۃ المختارۃ (صفحہ ۱۷۲-۱۷۳) (۲) اسی بنا پر ہمارے ایک اثنا عشری بھائی نے لکھا ہے کہ قاضی نعمان بن محمد حقیقت میں اسماعیلی نہ تھے انہوں نے یہ حجت پیش کی ہے:- لو کان اسماعیلیا الذکر بعد جعفر الصادق اسماعیل بن جعفر ثم محمد بن اسماعیل الی امام عصرہ ولم یکن لہ داع الی الابھام اما ظنا فلکونہ معتقدہ واما ظاھرا فلموافقتہ لطریقۃ خلیفۃ عصرہ اس سلسلہ میں دعائم الاسلام کی اور روایتیں متعلق بہ تزویج متعہ (باب الطلاق) و نکاح متعہ (ذکر الحد فی الزنا) وغیرہ بھی نقل کی ہیں (مستدرک الوسائل و مستنبط الوسائل ۳ / ۳۱۲-۳۲۲ للحاج میرزا حسین النوری) (ب) فصل (۸) کا تبصرہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

نام نہیں بتایا نہ ان کے بعد کے اماموں کا ذکر کیا۔[1]
سیدنا قاضی نعمان کے مولیٰ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تصنیفیں بھی نسب کی بحث سے معرا ہیں۔ آپ کی ایک کتاب "الفرائض وحدود الدین" میں ائمہ مستورین کا ذکر اس قدر پیچیدہ ہے کہ اس سے بجائے یقین حاصل ہونے کے شک

(۱) جاءنا رجل من قبل بعض الدعاۃ بکتاب .... فیہ ان الامامۃ انتقلت عن بعض الائمۃ الی میمون القداح فلان بن فلان من افناء الناس ثم جعل (المعز) صلعم یتعجب من ھذا القول وقال اذا کان ذلک کذلک فقد انقطع السبب ونعوذ باللہ من ایدینا ـــــ ولن یجعل اللہ عند الضرورۃ عند من جعلہ فی یدیہ من اھل البیت من غیر الاعقاب المتصلۃ الا مستودعاً عندھم غیر مستقر فیھم الی ان یستحق ذلک مستحقہ فیاخذہ من ایدیھم ثم ذکر من اراد ان یورثہ فمن قرب منہ ممن لم یجعل اللہ .... فاذا کان ھذا ھکذا فی اھل البیت الاقربین فکیف ینبغی ان ینقطع القول فیہ بانہ صار بالحقیقۃ الی الابعدین کالذین ذکرھم ھذا میمون القداح وغیرہ ثم قال نعمان صاحب الحق لھو المیمون المبارک السعید قادح زند الحق ومورّی نور الحکمۃ (المجالس والمسایرات $\frac{۲}{۲۵۶}$) یہ روایت اس لئے اہم ہے کہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہمارے مخالفین اہل ظاہر ہی نے ہمارے ائمہ کو میمون القداح کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ ہمارے داعی بھی یہی کہتے تھے اس سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ایک امام نے اپنے کسی رشتہ دار کو مستودع بنایا تھا لیکن اس مستودع نے امامت کا رتبہ غصب کرنے کی کوشش کی جیسا کہ آپ کے قول "فی اھل البیت الاقربین" سے ظاہر ہے۔

اور بڑھ جاتا ہے۔ خود آپ اقرار کرتے ہیں کہ مجھے مولانا مہدی کا نام سلسلے سے یاد نہیں رہا۔ ہم نے "تاریخ فاطمیین مصر" میں اس مسئلے پر کافی روشنی ڈالی ہے (۱)۔

سیدنا حمید الدین کرمانی نے بھی ہارونی کے اس اعتراض کا کہ مولانا حاکم عبداللہ بن میمون القداح کی نسل میں ہیں کوئی جواب تاریخی حیثیت سے نہیں دیا صرف اتنا کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں المصابیح اور تنبیہ الھادی والمستھدی میں مولانا حاکم کی امامت ثابت کی ہے۔ اس کے بعد آپ نے چند مذہبی دلیلیں پیش کی ہیں لیکن آپ نے اپنی کسی تصنیف میں اس امر پر روشنی نہیں ڈالی کہ ہمارے اماموں کا عبداللہ بن میمون سے کیا تعلق تھا۔

پہلی وہ کتابیں جن میں ائمہ مستورین کا ذکر ہے تنبیہ الھادی والمستھدی مصنفۂ سیدنا حمیدی حمید الدین کرمانی اور استتار الامام مصنفۂ داعی احمد ابن ابراہیم ہیں جو ظہور کے ایک سو پندرہ سال بعد کی ہیں۔ ان میں بھی صرف ائمہ مستورین کے نام ہیں۔ استتار الامام حال ہی میں قاہرہ میں چھپی ہے۔ اس کے شائع کرنے والے کی رائے ہے کہ یہ کتاب تاریخ میں شمار نہیں کی جاسکتی۔ اس پر افسانوی رنگ غالب ہے۔ اس رائے کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس کتاب کا اکثر حصہ قصوں پر مشتمل ہے جن میں بہت کم ربط پایا جاتا ہے۔ مولانا عبداللہ کا پتہ لگنے کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے وہ بھی قابل غور ہے۔ اول یہ کہ خود داعی ابو جعفر مولانا عبداللہ کو نہیں پہچانتے تھے صرف حلیہ اور شکل سے انھوں نے آپ کو پہچانا دوسری بات یہ ہے کہ داعیوں میں سے کون عبداللہ کو جانتا تھا اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

کیا مولانا اسماعیل پر بھی نص خفیہ طور پر ہوئی۔

سیدنا ادریس کے قول کے مطابق جیسے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں مولانا جعفر صادق نے مولانا اسماعیل کے فرزند مولانا محمد کو بالکل چھپا دیا اور آپ کے دوسرے فرزند موسیٰ کاظم کو آپ کا ظاہری حجاب اور میمون القداح

(۱) فصل (۶) صفحہ (۴۱-۵۶)

کو آپ کا باطنی حجاب مقرر کیا تا کہ عام شیعوں کی توجہ مولانا محمد سے ہٹ کر موسیٰ کاظم کی طرف ہو جائے گویا مولانا محمد تین مستورین کے پہلے امام ہوئے جن پر نص پوشیدہ طور پر کی گئی۔ دعائے تقرب میں بھی ہم "وبالائمۃ الطاہرین الثلاثہ المستورین من خوف اعدائك الظالمین"⁽¹⁾ پڑھتے ہیں لیکن سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ مولانا اسماعیل پر بھی نص خفیہ طور پر ہوئی یعنے آپ کے منصوص ہونے کا علم چند مخصوص اولیاء کے سوا کسی کو نہ تھا۔ جیسا کہ سیدنا فرماتے ہیں۔

فاشتدت المحنۃ بعد جعفر ۔۔۔ فانصرف الامر الی التستر
وکان قد اقام بعد ولدہ ۔۔۔ مقامہ لما ان من جلدہ
فجعل الامر لہ فی ستر ۔۔۔ فلم یکن قالوا بذلك یدری
لخوفہ علیہ من اعدائہ ۔۔۔ الا الثقاۃ محض اولیاءہ
واھلہ الذین قد کانوا معہ ۔۔۔ فقام بالامر وقاموا اربعہ
لما مضی کلھم لصلبہ ۔۔۔ مستترین بعدہ بحسبہ
قد دخلوا فی جملۃ الرعیہ ۔۔۔ لشدۃ المحنۃ والرزیہ⁽²⁾
وکلھم لہ دعاۃ تسری ۔۔۔ ودعوۃ فی الناس کانت تجری

ترجمہ:۔ مولانا جعفر صادق کے بعد سخت محنت واقع ہوئی (امامت کا) امر مستور ہو گیا۔ آپ نے اپنے ایک فرزند کو قائم مقام بنایا اور امر امامت خفیہ طور پر ان کے سپرد کیا۔ اس واقعہ کا علم دشمنوں کے خوف سے چند بھروسے والے اولیاء کے سوا کسی کو نہ ہوا۔ چار امام ایسے مستور ہو گئے کہ وہ رعیت میں شامل ہو گئے۔ ہر ایک کے داعی ان کی طرف دعوت کرتے رہے۔

مذکورۂ بالا اشعار سے ظاہر ہے کہ مولانا اسماعیل پر بھی نص پوشیدہ طور پر ہوئی گویا ائمہ مستورین چار گزرے۔ پوشیدگی کی اتنی سختی تھی کہ ظہور ہونے کے

(۱) جدید صحیفوں میں سے جو حال میں طبع ہوئے ہیں "من خوف اعدائك الظالمین" نکال دیا گیا ہے کیونکہ امام الزمان کو اس زمانہ میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا (۲) الارجوزۃ المختارۃ جو مولانا قائم کے زمانے میں شائع ہوا۔

تقریباً تیس سال بعد بھی سیدنا نے مولانا محمد تو کجا مولانا اسماعیل کا نام بھی نہیں بتایا[1] صرف "بعض ولدہٗ" کہا۔ جب اس قسم کی مخفی کارروائی ہو تو خدا کی حجت بندوں پر کس طرح قائم ہو گی۔ تعجب ہے کہ ہم نص کا تو دعویٰ کرتے ہیں اور اس کی حقیقت جو ظہور و اعلان ہے اسے بھول جاتے ہیں

ہمارے اماموں کو عبداللہ بن میمون القداح کی طرف منسوب کئے جانے کی وجہ۔

قرامطہ کی ابتداء سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہ ہماری ایک شاخ ہیں۔ ظاہری شریعت کی تعطیل کے اعتقاد میں ہم اور وہ دونوں متفق ہیں۔ ان کے کارناموں کی تفصیل آگے آئے گی قرامطہ کی علیحدگی کا سبب ممکن ہے یہ ہو کہ مولانا اسماعیل کے بعد ہم اور وہ دونوں نے مولانا محمد بن اسماعیلؑ کی امامت تسلیم کی جن کے عظیم الشان مراتب بیان کئے جا چکے ہیں۔ آپ کی طرف سے آپ کے حجاب یا کفیل سیدنا میمون القداح اور ان کے بیٹے عبداللہ دعوت کا کام انجام دیتے تھے جیسا کہ سیدنا ادریس فرماتے ہیں ہمارے قرمطی بھائیوں کی معلومات صرف یہاں تک محدود ہوں گی۔ کیونکہ زمانہ شدید ستر و تقیہ کا تھا۔ عبداللہ بن میمون کا ایک بیٹا احمد ہو گا جو اس کا جانشین ہوا ہو گا۔ اس بیٹے نے اپنے والد کی وفات کے بعد یہ دعویٰ کر دیا ہو گا کہ میں ہی حقیقی امام ہوں کیونکہ عوام میں اس کا باپ دعوت کا صدر تھا اور بہت کم افراد مولانا محمد بن اسماعیل کو جانتے تھے جس طرح کہ اکثر کتابوں میں مذکور ہے۔ خاص کر جب کہ آپ تربیت کے لحاظ سے عبداللہ بن میمون کی طرف منسوب تھے۔ حاجبوں اور کفیلوں کا اس طرح دعویٰ کر بیٹھنا ہمارے اماموں کی تاریخ میں ایک معمولی بات ہے جس کی تین بڑی نظیریں ہیں۔ ایک تو موسیٰ کاظم کی جو مولانا محمد بن اسماعیل کے چچا اور ظاہری حجاب تھے جیسا کہ ہم اس فصل میں بیان کر چکے ہیں۔ دوسری محمد (سعید الخیر) کی جو مولانا مہدی کے چچا اور حجاب تھے جیسا کہ آئندہ فصل (۸) میں معلوم ہو گا۔ تیسری حافظ کی جو مولانا طیب کا حاجب تھا

(۱) الارجوزۃ المختارۃ مولانا قائم کے زمانے میں شائع ہوا۔

جیسا کہ ہم آئندہ فصل (۹) میں بتائیں گے[1]۔ اس واقعہ کی اطلاع جب حمدان (قرمط) کو ہوئی تو اس نے ہم سے تعلق قطع کر لیا کیونکہ اس نے دیکھا کہ احمد تو عبد اللہ بن میمون کا بیٹا ہے وہ کس طرح امام ہو سکتا ہے حقیقی امام تو مولانا محمد بن اسماعیل ہیں۔ اسی وجہ سے عام مورخین ہمارے اماموں کو عبد اللہ بن میمون کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کے اس طرح منسوب کئے جانے کا اقرار خود سیدنا ابراہیم بن حسین الحامدی نے بھی اپنی کتاب کنز الولد میں کیا ہے جس کا حوالہ ہم ابھی دے چکے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہ پائے جانے سے ان کی یہ رائے اور مستحکم ہو جاتی ہے کاش ہم اس پیچیدہ مسئلہ کو واضح طور پر حل کرتے اور سیدنا قاضی نعمان کی طرح اسے سربستہ راز کہہ کر یوں ہی نہ چھوڑ دیتے

کتاب الازہار میں ائمہ مستورین کے ناموں میں اختلاف۔

سیدی حسن بن نوح (بھروچی) المتوفی سنہ ۹۳۹ھ نے ائمہ مستورین کے نام اس طرح بتائے ہیں:۔ عبد اللہ۔ محمد۔ احمد یہ ان ناموں سے مختلف ہیں۔ جو اکثر کتابوں میں پائے جاتے ہیں حالانکہ سیدی موصوف کہتے ہیں کہ میں نے ان کو سیدنا حمید الدین کرمانی کی کتاب تنبیہ الھادی والمستھدی سے نقل کیا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدی موصوف کے پاس جو کتاب مذکور کا نسخہ ہوگا وہ دوسرے نسخوں سے علیحدہ ہوگا اس لئے کہ یہ نام اتنے مشہور و معروف ہیں کہ انھیں ہر مومن دعاء تعقیب معروف بہ "تقرب" میں ہر روز فرض نمازوں کے بعد دھراتا ہے۔ ایسے ناموں کے نقل کرنے میں غلطی کا واقع ہونا ناممکن ہے۔ دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ ورود کی بعض

(۱) وادع الآمر ابن عمہ عبد المجید قصرہ وظاھر ملکہ اعلا اخذ البیعۃ علیہ وتاکیدھا انہ حافظ لما فی یدیہ للامام الطیب وسلم الیہ جمیع ما امرہ ان یودیہ اداء الثقۃ الامین وعبد المجید بدات فیہ امارات النفاق فلذلک .... افترقت امور الشیعۃ والاولیاء واضطربت المملکۃ (عیون الاخبار ۷ ۲۱۴-۲۲۸)

کتابیں بھی ان ناموں کی تائید کرتی ہیں جن میں اس طرح لکھا ہے :- مہدی بن (ابوشلغلغ) احمد بن محمد بن عبداللہ[1]۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ سیدی موصوف کے پاس جو تنبیہ الھادی والمستھدی کا نسخہ ہوگا وہ نسبتہً قدیم ہوگا اور اس میں وہی نام ہوں گے جو آپ نے نقل کئے۔ بعد کے نسخوں میں ممکن ہے کہ تبدیلی ہو گئی ہو۔[2]

1. It is intersting to note that in some non-Ismaili sources such as the mystic works of the Druzes, al-Mahdi appears to be the son of Abu Shalaghlagh Ahmad b. Muhammad b. Abdil-lah (Cf. de Goeje, P. 21).

2. Which version is to be trusted? Is this an ordinary mistake in the K. al-Azhar, which crept in at an early date, and was later on bl indly repeated in all subsequent copies? Or may this be the original version, which the shrewd Bohora, Hasan b. Nuh found in an old copy of the Tanbihulhadi? In such a case we must admit that at the end of the fourth / tenth c. the Fatimid tradition regarded Imam Ahmad (the author of the Rasail of Ikhwanu's-safa) as the father, not the grand-father of al-Mahdi, and his father as Muhammad b. 'Abdil-lah.... .... All this of course inspires very grave doubts. (The Rise of The Fatimids, by Ivanow, P. 46 & 47).

فصل (۸)

مولانا مہدی کی حقیقت

مولانا مہدی کے ظہور کی خوشخبریاں مہدی کے متعلق کئی روایتیں آنحضرت صلعم کی سند سے بیان کی گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل کے ذریعے خدائے تعالے نے خبر دی ہے کہ آخری زمانے میں میری نسل سے ایک ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کا نام میرا نام اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔[1] یہ خدا کے دین کی طرف دعوت کرے گا اور لوگوں کو فتنے کی گمراہی سے ایسا نکالے گا جیسا میں نے انھیں عہد جاہلیت میں شرک کی گمراہی سے نکالا تھا۔ اس پر بھی اس طرح کفر کی تہمت لگائی جائے گی جس طرح مجھ پر لگائی گئی۔ یہ روئے زمین سے جور و ظلم دور کر کے عدل و انصاف پھیلائے گا۔ بحر جبل دیلم۔ اور قسطنطنیہ فتح کئے جائیں گے۔ یہ فتح کامل ہوگی۔ اس کے بعد دین اسلام کے سوا اور کوئی دین باقی نہیں رہے گا۔[2]

(۱) اسرار النطقاء (صفحہ ۲۴۳)۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں کیوں نہیں ہے؟

(۲) شرح الاخبار ۱۵/۹۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شہر انطاکیہ کے ایک غار میں موسیٰ کے الواح، سلیمان کا مائدہ اور منبر اور موسیٰ کا عصا ہے۔ کوئی بادل خواہ شرقی ہو یا غربی جنوبی ہو یا قبلی اس غار پر سے اپنی برکت نازل کیئے بغیر نہیں گزرتا۔ زمانہ یونہی گزرتا رہیگا یہاں تک کہ میری عترت سے ایک ایسا شخص نکلے گا جو میرا ہم نام اور جس کا باپ میرے باپ کا ہم نام ہوگا۔(۱)

ائمہ مستورین کا مقابلہ اصحاب الکہف سے

"المصابیح" جیسی معتبر اور مستند کتاب میں مولانا حاکم کے باب الابواب سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "میری امت میں ہو بہو وہ باتیں ہوں گی جو اگلی امتوں میں ہو چکی ہیں"۔ جس طرح اصحاب الکہف تین سو نو سال تقیہ کے کہف میں سو رہے اسی طرح ائمہ مستورین تین سو نو سال ظالموں کے خوف سے چھپے رہے۔ مولانا مہدی کا ظہور ۳۰۹ھ میں بلادِ مغرب میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حجاب خوف دور کیا اور آفتاب اپنی سمتِ مغرب سے طلوع ہوا۔(۲)

تبصرہ

یہ مقابلہ کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ کیونکہ مولانا مہدی کا ظہور ۲۹۷/۲۹۶ھ میں ہوا نہ کہ ۳۰۹ھ میں جیسا کہ سیدنا نے فرمایا ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ائمہ مستورین دو سو چھیاسی سال غار میں چھپے رہے۔ اس دلیل سے مولانا حاکم کی امامت کس طرح ثابت ہو سکتی ہے؟ ایسے غیر موزوں مقابلوں کی کئی مثالیں فصل تاویل میں ملیں گی۔

مولانا مہدی کی علامتیں

مہدی کا اسرائیلی قد و قامت، عربی روپ، چوڑی پیشانی اور اونچی ناک ہوگی۔ ان کے دونوں کاندھوں کے درمیان اور پنڈلی پر ایک داغ ہوگا۔

---

(۱) شرح الاخبار $\frac{15}{16-15}$ (۲) کتاب المصابیح (مقالہ ۲ مصباح ۶ - برہان)

مولانا محمد باقر سے روایت ہے کہ مہدی کے ظہور کے وقت ان کی داڑھی اور سر میں کوئی سفید بال نہ ہوگا سیدنا قاضی نعمان کہتے ہیں کہ جب مہدی نے ظہور کیا تو ان کی یہی حالت تھی اور جب ان کے عہد کے امام الزمان نے ان کی طرف امامت سپرد کر کے ان پر نص کی کہ وہ مہدی ہیں اس وقت وہ خوبصورت نوجوان تھے۔ (۱)

مولانا مہدی کی وجہ تسمیت

مولانا مہدی کو مہدی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "امر مخفی" کی ہدایت کی ہے یعنے اس پر مطلع کیا ہے۔ (۲)

مولانا مہدی کے کارنامے

مولانا امام علی بن الحسین فرماتے ہیں کہ جب ہمارے یعنے اہلِ بیت کے قائم کا ظہور ہوگا تو خلق اللہ میں وہ عدل و انصاف پھیلائے گا۔ توراۃ، انجیل اور دوسری الٰہی کتابیں انطاکیہ سے نکالے گا۔ اہلِ توراۃ کے درمیان توراۃ سے، اہلِ انجیل کے درمیان انجیل سے اور اہلِ فرقان کے درمیان فرقان سے احکام نافذ کرے گا۔ زمین اپنا سونا چاندی اگل دے گی۔ اس شخص کا نام ایک نبی کا سا نام ہوگا۔ (۳)

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ انطاکیہ میں ایک غار ہے جس میں "موسیٰ کی تختیاں سلیمان کا دستر خوان اور موسیٰ کی لاٹھی ہے" رات اور دن نہیں گزریں گے یہاں تک کہ ایک آدمی جس کا نام میرا نام اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ان کا مالک ہوگا۔ (۴)

(۱) شرح الاخبار $\frac{۵}{۵۷-۹-۸}$ (۲) وسالت اباعبد اللہ لم سمی المھدی قال لانہ ھدی الی الامر المخفی (کتاب الکشف ص۱۴۵) (۳) شرح الاخبار $\frac{۱۵}{۲۵}$ (الجزء الخامس عشر فی ذکر المھدی (۴) قال رسول اللہ صلعم بھا (ای بانطاکیہ) الواح موسیٰ ومائدۃ سلیمان ومنبرہ وعصی موسیٰ فی غار من غارھا فما من لیلۃ ولا یوم الا تمر فیہا غمامۃ شرقیہ ولا غربیۃ ولا جنوبیۃ ولا قبلیۃ الا اذا جاءت ذلک الغار ارخت

(بقیہ بر صفحہ ۱۷۴)

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جو شخص دین اسلام قبول نہیں کرے گا اسے مہدی قتل کر دیں گے۔ ترک، خزر، دیلم، حبش سب کو ہلاک کریں گے۔ روم کے بادشاہ زنجیروں جکڑے ہوئے مہدی کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ کسی یہودی اور نصرانی کو ذمہ پر نہیں چھوڑیں گے بلکہ سب کو ابراہیمی اور محمدی ملت پر لائیں گے (۱)۔

مولانا جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ جب قائم کا ظہور ہوگا تو ایمان ہر ناصبی پر (یعنی حضرت علیؑ کے دشمن) پر پیش کیا جائے گا۔ اگر وہ سچے دل سے مومن بنے گا تو خیر ورنہ اس کی گردن ماری جائے گی۔ اور اسے اسی طرح جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ جس طرح اہل مدینہ آج ادا کرتے ہیں۔ اس کی کمر پر ہمیان باندھی جائے گی اور اسے شہروں کے باہر نکال دیا جائے گا۔ اگلے ائمہ کے زمانے میں کبھی ایسی بات نہیں ہوئی۔ لیکن آئندہ کسی نہ کسی امام کے عہد میں اس کا ظہور ہوگا۔ جب لوگ اس کی طاعت قبول کریں گے تو ایک ہی دین ہوگا (۲)۔

بارہ مہدی

مولانا امام علی بن الحسین فرماتے ہیں کہ قائم یعنے مہدی ہم میں سے ہے۔ پھر اس کے بعد بارہ مہدی یعنے امام اس کی ذریت سے ہوں گے۔ یہ امت نہیں ہلاک ہوگی یہاں تک کہ بارہ خلفاء نبی کے اہل بیت سے اس پر حکمراں ہوں گے۔ ایک ان میں کا چالیس سال تک حکومت کرے گا۔ اور دوسرا انیس سال۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مہدی کے بعد سات امام ان کی ذریت سے ہوں گے ہر امام صالح ہوگا (۳)۔

مولانا مہدی پر نص کی کیفیت

ستر کے بعد تیسرے امام مولانا حسین بن احمد نے عسکر مکرم میں ۲۶۸ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کے فرزند عبد اللہ المہدی کی عمر صرف آٹھ سال

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) علیہ من برکاتھا لما فیہ اما انہ لا یذھب الایام واللیالی حتی یتولاھا رجل من ولدی وعترتی یواطئ اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی (شرح الاخبار $\frac{15}{15}$ (۱) شرح الاخبار $\frac{15}{4}$ (۲) شرح الاخبار $\frac{15}{16}$ (۳) شرح الاخبار $\frac{15}{24}$ ۔